سفرنامہ

ابنِ بطوطہ

رئیس احمد جعفری

ناشر
نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی ۱

حصہ اوّل۔ دوم یکجا

ناشر

نفیس اکیڈمی

اردو بازار، کراچی ۱

نام کتاب :	سفرنامہ ابن بطوطہ
تالیف :	ابن بطوطہ
ترجمہ :	سید رئیس احمد جعفری
ناشر :	نفیس اکیڈمی۔ اردو بازار۔ کراچی
طبع پنجم :	دسمبر ۱۹۸۶ء
ضخامت :	حصہ اوّل دوم یکجا ۶۸۸ صفحات
ایڈیشن :	آفسٹ
ٹیلیفون :	۲۱۳۳۰۳

مطبوعہ
اویس پیکیجز۔ عزیز آباد۔ کراچی

مسلمان سیاح اور اس کا سفرنامہ

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

سفرنامہ علمی و ادبی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ واحد صنف ادب ہے جس کا تقریباً تمام اہم معاشرتی علوم سے گہرا تعلق ہے، مؤرخوں، سوانح نگاروں اور جغرافیہ دانوں نے اس صنف سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور اسی وجہ سے دنیا کی تمام بڑی چھوٹی زبانوں کے ادبیات میں سفرناموں کو ایک اہم مقام حاصل ہے، سفر وسیلۂ ظفر "صحیح معنوں میں اسی وقت ہو سکتا ہے، جب کہ "مسافر" اپنے سفر میں دوسروں کو بھی شریک کرے، سفر میں دوسروں کو شریک کرنا اسی طرح ممکن ہے کہ تمام تجربات و مشاہدات کو اس طرح بیان کر دیا جائے کہ سفرنامہ پڑھنے والا ذہنی طور پر انھیں راستوں اور گذرگاہوں پر گام فرسا نظر آئے جن سے سفرنامے کا مصنف گذرا ہے سفرنامہ لکھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں اسکے لئے ضروری ہے کہ حالات و واقعات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے اور گرد و پیش کی پھیلی ہوئی دنیا کے رازوں کو جاننے کی بے پناہ صلاحیت رکھتا ہو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ابن بطوطہ کا سفرنامہ ایک عہد آفریں کارنامہ ہے۔

ابن بطوطہ نے جب اپنے سفر کا آغاز کیا تو اس وقت نہ ریل تھی، نہ موٹر، نہ طیارے، نہ کل کے جہاز، جب سمندر کا سفر کرنا جان جوکھوں کا کام تھا، بربر کا ایک منچلا نوجوان ـــــ ابن بطوطہ ـــــ رخت سفر باندھ کر اٹھا، اور کامل پچیس ۲۵ سال تک سمندر کی لہروں سے لڑتا، ہولناک ریگستانوں سے گزرتا پرشور دریاؤں کو کھنگالتا، فلک رفعت پہاڑوں پر چڑھتا ہوا جنگلوں اور بیابانوں اور برفستانوں کو قطع کرتا، اپنے ذوق سیاحت کو تسکین پہنچاتا رہا۔

وہ دیار حجاز کی خاک پاک کو آنکھوں سے لگاتا، یمن کے دشوار گذار راستوں کو طے کرتا مصر، بغداد، شام، عراق، ایران، ترکستان، ماوراء النہر، بلخ، بخارا، بدخشاں، افغانستان

آذربائیجان، عیسائیوں کے مرکزِ ثقافت قسطنطنیہ اور ترکوں کی مملکت کا دورہ کرتا۔ ان مقامات کے علماء، صلحاء، ابرار، ملوک و سلاطین، امراء اور وزراء نیز اصحابِ علم و فضل سے ملتا، ہندوستان پہونچا۔

اس نے سندھ کے ایک ایک شہر کو دیکھا، یہاں کے لوگوں سے ملا۔ یہاں کے مدارس اور مکاتب کا جائزہ لیا۔ اس نے پنجاب کی سیر کی، اور وہاں کے اجل علماء سے ملاقات کی، وہ دلی پہونچا، تاریخ کے سب سے زیادہ باجبروت شخص، محمد تغلق نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، منصب قضا پر مامور کیا۔ اور اس طرح اسے سارے ہندوستان کی سیاحت کا بہت اچھا موقعہ ملا۔ پھر سلطان کا سفیر بن کر وہ چین گیا۔ وہاں کے مسلمانوں سے، ان کا طرزِ ماندوبود سے انکے اقتدار و اختیار سے واقفیت پیدا کیا، خاقان چین سے ملا، چین کی تہذیب، ثقافت اور مدنیت کا گہرا مطالعہ کیا۔

پھر وہاں سے دوبارہ ہندوستان واپس آیا۔ مدراس پہونچا، بمبئی گیا۔ کرناٹک، کالی کٹ مالابار، کھمبایت وغیرہ کی سیر کی، پھر لنکا گیا، وہاں بدھوں کے آثار دیکھے، پھر سراندیپ پہونچا، وہاں سرآنکھوں پر بٹھایا گیا۔ بربر (افریقہ) یعنی مغرب اقصیٰ واپس آیا، جب وطن سے نکلا تھا۔ تو پچیس ۲۵ سال کا نوجوان تھا۔ جب واپس آیا تو پچاس ۵۰ سال کا بوڑھا تھا۔

ابن بطوطہ کا یہ طویل، صبر آزما، اور پرمشقت سفر، تفریحی نہیں تھا۔ علمی تھا۔ اس نے جس ژرف نگاہی سے سب کچھ دیکھا، جس قابلیت سے مشاہدات سفر مرتب کیئے جس خوبی سے اکابر رجال کے احوال و سوانح پر روشنی ڈالی وہ صرف اسی کا حق ہے۔

ابن بطوطہ کو ہمارے مورخوں میں جو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ وہ اسی سفرنامے کی وجہ سے ہے یہ سفرنامہ لکھ کر اس نے تاریخ کے عظیم الشان دور کو زندہ کیا ہے، یہ سفرنامہ ابن بطوطہ کی آپ بیتی بھی ہے۔ اس نے اپنی روداد کچھ اس طرح لکھی ہے کہ روداد جہاں بھی اس میں شامل ہوگئی ہے۔ اس نے محض ایک تماشائی کی حیثیت سے اپنے تاثرات نہیں لکھے بلکہ جزو تماشا ہوکر ایک ایسی تاریخی دستاویز تیار کی ہے جس کی قدر و قیمت اور افادیت اپنی مثال آپ ہے۔ ابن بطوطہ کی سیاحت کا زمانہ ہندو پاکستان کی تاریخ کا ایک نہایت اہم دور تھا۔ ابن بطوطہ نے اس دور کی تمام بڑی سے بڑی اور معمولی سے معمولی مگر اہم باتوں کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے جو کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے،

گا۔ اس کی بالغ نظری اور دُور اندیشی نے آنے والی نسلوں کے لیے جو ترکہ چھوڑا ہے وہ اس کی بصارت اور بصیرت کا ایک ایسا آئینہ ہے، جو کبھی دھندلا نہیں ہوگا، ابن بطوطہ کی سیاحت نئی منزلوں اور نئی وادیوں کا سُراغ لگانے ہی کا نام نہیں، بلکہ انسان اور اس کے گرد و پیش پھیلی ہوئی وسیع دنیا کو سمجھنے کی کامیاب کوشش بھی ہے۔

مسافروں کا حاصل سفر عموماً شکستہ پائی اور راستے کی صعوبتوں کی تکلیف دہ یادیں ہوتی ہیں۔ لیکن ابن بطوطہ کوئی عام مسافر نہ تھا۔ اس کا زادۂ سفر معمولی سہی۔ لیکن اس کا حاصل سفر غیر معمولی ہے، اس نے زبانِ قلم سے اپنی جو روداد بیان کی ہے۔ وہ تاریخ کا ناقابل فراموش حصہ بن چکی ہے۔

اردو میں "سفر نامہ ابن بطوطہ" کے دو تین ترجمے شائع ہو چکے ہیں، لیکن وہ متعدد وجوہ کی بنا پر ابن بطوطہ کی صحیح نمائندگی نہیں کرتے، ان میں بے شمار زبان و بیان کی خامیاں ایسی ہیں۔ جو آج کے قارئین کے مزاج پر گراں گذرتی ہیں۔ نیز قدیم شہروں اور شخصیات کے بارے میں تفصیلی حواشی نہیں ہیں۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ہم نے ضروری سمجھا کہ اس سفر نامے کا ایک جدید ترجمہ شائع کیا جائے، یہ کام بہت مشکل اور محنت طلب تھا، ناول اور افسانے کا ترجمہ کرنے والے تو بہت ہیں، لیکن کسی تاریخی دستاویز کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا پل صراط پر سے گذرنے کے مترادف ہے، مترجم کی ذراسی غلطی بہت سی غلط فہمیوں کے دروازے کھول سکتی ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے ملک کے مایۂ ناز مؤرخ اور صاحب طرز ادیب علاّمہ رئیس احمد جعفری نے اس کوہِ بے ستون میں کوہکنی کا عزم کیا، اور بالآخر کامیاب و کامران ہوئے اس ترجمے کی عمدگی کا ثبوت رئیس احمد جعفری کا نام ہے۔ موصوف تاریخ و ادب کی وادی کے تجربہ کار سیاح ہیں، ابن بطوطہ کی سیاحت کی روداد کا ترجمہ ان کی اسی تجربہ کاری کی وجہ سے ایک بلند پایہ حیثیت کا حامل ہے، انہوں نے متن کے بعض مجمل اور مبہم مقامات کی تفصیل اور توضیح حواشی میں اس انداز سے کی ہے کہ اس ترجمے کی اہمیت اور افادیت اصل سفر نامہ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے عہد کو زندہ کیا، اور رئیس احمد جعفری نے ابن بطوطہ کی تصنیف کو ــــ اور اس اعتبار سے یہ دونوں کارنامے ہماری تاریخ میں یادگار حیثیت رکھتے ہیں ــــــــ کتاب کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد جب تک پوری کتاب نہ پڑھ جائیں آپ کو قرار نہ آئے گا۔

اس کے بعد ہم "ابنِ جبیر کا سفر نامہ" بھی پیش کر رہے ہیں،

ابنِ بطوطہ کا تعارف
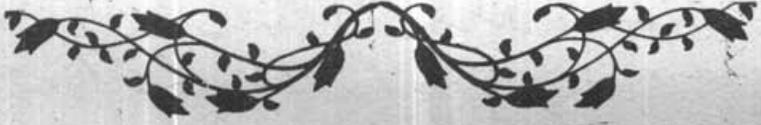
ابن بطوطہ مغربِ اقصیٰ کا رہنے والا تھا،

علوم اسلامیہ کی اس نے باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی، خاص طور پر تفسیر حدیث اور فقہ کے علوم میں اسے اچھی دستگاہ حاصل تھی۔

وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر عامل تھا، فقہ حنفی کا مقلد نہ تھا اور فقہ مالکی، اکثر ساحلی مقامات پر رائج ہے، اندلس میں تو اموی خلیفہ نے اسے ایک فرمان کے ذریعہ بہ حکم نافذ کیا تھا۔

تصوف آشنا بھی تھا، اہل اللہ کی صحبت بھی اٹھائی تھی، زیارت بھی کی تھی مزارات و مقابر کے لئے شد رحال اور ان سے حصول برکات کا قائل تھا، اس کا غلو ضعیف الاعتقادی کی حد تک پہونچ جاتا ہے۔

دورانِ سیاحت میں کئی مقامات پر متعدد مرتبہ منصب قضاء پر فائز ہوا اور جرأت و بیباکی کے ساتھ احکام شرعیہ نافذ کرتا،

سفرنامہ ابن بطوطہ کے خصوصیات

دنیا کی کوئی ترقی یافتہ زبان ایسی نہیں جس میں اس کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔

مشرق اور ایشیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اس منچلے سیاح کے قدم نہ پہنچے ہوں،

سرزمین مغرب کے بعض مقامات کی بھی ابن بطوطہ نے سیاحت کی،

اور پھر اپنے تاثرات و مشاہداتِ سفر، پوری سچائی اور بے باکی اور جرائت کے ساتھ قلم بند کر دیئے۔
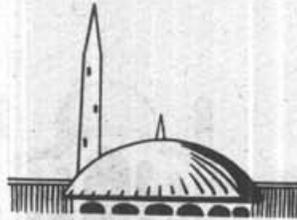
سفرنامہ ابن بطوطہ

کے لٹریری خصوصیات

- سفرنامۂ ابن بطوطہ نے اپنی مادری زبان یعنی عربی میں تحریر کیا ہے۔ اس کی عربی، صحیح معنی میں "عربیٔ مبین" ہے اتنی رواں،
اتنی سادہ، اتنی شگفتہ کہ بس
"وہ کہے اور سنا کرے کوئی"

- دورانِ سفر میں وہ یادداشتیں مرتب کرتا رہا، ۲۵ سال کے بعد وطن پہونچا اور پھر گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر ان یادداشتوں کی مدد سے سفر نامہ پایۂ تکمیل تک پہونچایا، کہیں کہیں بھول چوک یا غلط فہمی یا التباس تقاضائے بشری ہے، لیکن اس کے حافظہ کی داد دینی چاہئے۔ کہ اس نے جو کچھ لکھا، بڑی کوتاہیوں سے پاک ہے۔

- وہ بادشاہوں سے بھی ملا، اور وزیروں سے بھی، ابن خلیفۃ المسلمین سے بھی، اور امرائے عرب و عجم سے بھی، اہلِ علم سے بھی، اور اصحابِ سیف سے بھی، سب کے بارے میں اس نے اظہارِ رائے کیا، بڑے بے لاگ انداز میں ـــــــ جو دل میں وہ زبان پر۔

- اور خود اپنے کو بھی نہیں چھوڑا ہے، حد یہ ہے کہ حیات عیش و نشاط کی داستانِ تشبیبہ بیان کرنے میں بھی اس نے کوئی تکلف نہیں کیا ہے۔

فہرست مضامین

ختم شد

حرفِ آغاز

دنیا کو مسلمانوں نے بہت کچھ دیا ہے، تہذیب و تمدن کی صورت میں بھی ثقافت و حضارت کے روپ میں بھی، علم و فن کے رنگ میں بھی، اور تاریخ و جغرافیہ کے طور پر بھی۔

بلکہ تاریخ و جغرافیہ نویسی کا فن تو بلاشبہ یورپ نے بڑی حد تک اور مشرق نے تمام تر مسلمانوں ہی سے لیا ہے، وہ مسلمان ہی تھے۔ جنہوں نے پوری غیر جانبداری، صداقت، اور دیانت کے ساتھ تاریخ لکھنے کا فن دنیا کو سکھایا۔ واقعات تاریخی کے بیان کرنے میں نہ وہ اپنے ذاتی رجحان و میلان سے متاثر ہوئے، نہ روایات و خیالات سے انہوں نے تاریخ کو ایک آئینہ بنا دیا ۔۔۔۔

۔۔۔۔ آئینہ جو بغیر کسی تعصب، طرفداری، اور کھوٹ کے خوب کو خوب اور رشت کو زشت اس کے اصلی آب و رنگ کے ساتھ دکھا دیتا ہے، نہ وہ کسی کا دوست ہے، نہ مخالف، نہ وفادار، نہ بے وفا، نہ حریف پنجہ فگن، نہ شاعر شیریں سخن، اس کا اثر خواہ کسی پر اچھا پڑے یا برا، کوئی خوش ہو یا ناخوش، کسی کی تائید کا پہلو نکلتا ہو یا مخالفت کا کسی کا مفاد مجروح ہوتا ہو یا کسی کو فائدہ پہنچتا ہو، وہ صرف وہی کہتا ہے جو سچ ہو، مطابق واقعہ ہو، حقیقت اور صداقت کا ترجمان ہو۔

کہتا ہے وہی بات سمجھتا ہے جسے حق،

تاریخ پر مسلمانوں کا یہ اتنا بڑا احسان ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، ۔۔۔۔ کسی دور میں بھی نہیں۔

اسی طرح مسلمانوں نے ارشاد خداوندی سیروا فی الارض" کے بموجب ساری دنیا کھنگال ڈالی، جب آج کی ترقی یافتہ قومیں سمندر پار کرنا، مہا پاپ سمجھتی تھیں، جب بحری سفر ایک گناہ تھا۔ جب لوگوں کی کم حوصلگی اجازت نہیں دیتی تھی، کہ گھر بار، دوست احباب اعزا اور اقربا کو چھوڑ کر، دور دراز سفر پر روانہ ہوں، تکلیفیں جھیلیں، مشقتیں برداشت کریں ڈاکوؤں کی زد میں آئیں، مال بھی کھوئیں، اور جان بھی گنوائیں، لیکن مسلمان تھے کہ ہر خطرے سے بے پرواہ، ہر دکھ اور تکلیف کو جھیلتے ہوئے شاداں و فرحاں، دنیا کا چکر کاٹ رہے تھے،

سمندروں کی لہروں سے لڑتے طوفان سے ٹکر لیتے، باد مخالف کے وار سہتے، ڈوبتے غوطہ لگاتے، تیرتے چلے جا رہے تھے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچے۔ خواہ پر شور سمندر راستے میں حائل ہو یا خطرناک جنگل، یا مہیب پہاڑ، یا ہولناک غار، یا دشت ناپیدا کنار، فضا سے آواز آ رہی تھی۔

جس سمت بھی چاہے صفت سیل چلا چل
دریا یہ ہمارا ہے، وہ صحرا بھی ہمارا ہے

اور وہ دریا سے دوستی کرتے، اور صحرا کی سختیاں سہتے برابر گرم سفر ہے۔ نہ ان کے ارادہ میں تزلزل پیدا ہوا، نہ ان کے قدم ڈگمگائے، ان مہم جو اور خطر پسند سیاحوں نے حقیقت یہ ہے کہ جغرافیہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے، اور دنیا اسے بھی ممنونیت کے ساتھ یاد رکھنے پر مجبور ہے۔

ذرا تصور تو کیجیے، چھٹی صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) میں، جب نہ آرام دہ بحری جہاز تھے، نہ فلک پرواز طیارے، نہ صبار فتار موٹریں، نہ سبک قدم ریلیں، ایک شخص (ابن بطوطہ) طنجہ (مغرب اقصیٰ) سے اٹھتا ہے، اور ساری دنیا کا سفر کر ڈالتا ہے، کبھی لٹیروں کی زد میں آتا ہے۔ کبھی سمندر کی خشمناک موجیں اسے غرقِ آب کر دینا چاہتی ہیں، زبان کی ناواقفیت کے باعث جاسوس سمجھا جاتا ہے، کبھی بادشاہ ذی جاہ کا مورد عتاب ہوتا ہے، اور موت آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے، کبھی طوفان گھیر لیتے ہیں کبھی خوفناک درندوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن اس کے پائے ثبات لغزش سے ناآشنا رہتے ہیں۔ اس کے ارادے میں کمزوری نہیں پیدا ہوتی، وہ پوری خود اعتمادی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتا ہے، اور کامل پچیس سال کی طویل اور تھکا دینے والی سیاحت سے فارغ ہو کر پھر اپنے وطن پہنچ جاتا ہے۔

ابن بطوطہ نے جو کچھ دیکھا، جو کچھ محسوس کیا، جو کچھ سمجھا، بے کم و کاست اور بلا خوف لومۃ لائم بیان کر دیا، اس کی راست گفتاری اور صداقت بیانی کا یہ شہ پارہ بھی، دل و دماغ سے محو نہیں ہو سکتا ابن بطوطہ بقلم خود جو نہایت طویل سفرنامہ لکھا تھا۔ وہ اب ناپید ہے، دنیا میں کہیں بھی اس کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کے رفیق صدیق ابن جزی نے اس سفرنامہ کی طوالت سے متاثر ہو کر اس کی جو تلخیص کی تھی وہ بھی نایابی کے اعتبار سے کبریت احمر کا حکم رکھتی تھی۔ خدا بھلا کرے۔

مستشرقین فرنگ کا جنہوں نے بے دریغ روپیہ صرف کر کے، اور ہر طرح کی کٹھنائیاں برداشت کر کے اس سفر نامہ کو مہیا کیا ہے، پھر مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ اور تصحیح کا فریضہ انجام دیا۔ پھر بڑے اہتمام اور کاوش سے دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا، اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

یہ ترجمہ سفر نامہ ابن بطوطہ جو آپ کے پیش نظر ہے "مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ" مصر نے بڑے اہتمام سے اور مقابلہ و مراجعت کی تمام ذمہ داریوں کو سرانجام دے کر چھاپا میں نے اسی کو پیش نظر رکھا۔

اردو زبان میں اس کتاب کا ترجمہ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ہو چکا ہے، اور ایک طالب علم کی طرح لفظاً و معناً میں نے ان سے استفادہ بھی کیا ہے۔ لیکن ان ترجموں کی زبان پر قدامت اور کہنگی طاری ہو چکی ہے، شاید ان حضرات کے سامنے ایسے تصحیح شدہ عربی نسخے نہیں تھے، جیسے آج مل جاتے ہیں، اسلئے ان میں بعض باتیں چھوٹ بھی گئیں ہیں۔ کہیں اصل موجود ہے، لیکن ترجمہ چھوٹ گیا ہے، بعض مقامات پر ایسا بھی ہوا ہے کہ سہو یا لغزش قلم کے باعث ترجمہ اصل مفہوم سے ہٹ گیا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسماء اور اعلام کی کتابت حد درجہ غلط ہوئی ہے، جس سے کتاب کی افادیت مجروح ہو کر رہ گئی ہے۔

جو نسخہ اب آپ کے سامنے پیش ہے۔ اس میں ان تمام باتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے متروکہ عبارتوں کا ترجمہ بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ زبان میں آج کل کے روزمرہ کو قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، اسماء و اعلام کی تصحیح کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔

یہی صورت حواشی کی تھی۔ میں نے حواشی پر خاص توجہ کی۔ اختصار کے جامعیت کا خیال رکھا لیکن اس طرح کہ کہیں تشنگی باقی نہ رہنے پائے، عنوانات میں نے خود قائم کئے ہیں۔ اس تبویب سے کتاب زیادہ عام فہم اور دلکش ہو گئی ہے۔

(رئیس احمد جعفری)
۸۹۔ ٹیگور پارک، لاہور

رحلۃ ابنِ بطوطہ

المُسَمّٰاۃ تحفۃ النظار

فی

غرائب الامصار و عجائب الاسفار

رُوجعت وصحت علی عدۃ نسخ صحیحۃ

بمعرفۃ لجنۃ من الادباء

کا

مکمل اُردو ترجمہ ضروری تحشیہ کے ساتھ

مندرجات کتاب کا سرسری جائزہ

سفر نامہ ابن بطوطہ کے دونوں حصے اسی جلد میں ہیں۔ لیکن جدا جدا میں نے قارئین کی سہولت کے لئے ہر دو حصص کے آغاز میں مندرجات کتاب کا سرسری جائزہ بھی لے لیا ہے۔ تاکہ کتاب کا پس منظر اجاگر ہو جائے۔

○ ○ ○

اس پہلے حصہ میں مصنف (ابن بَطُّوطہ) نے ممالک اسلامیہ ترکیہ عربیہ و عجمیہ کی داستان سفر بیان کی ہے۔ مصنف کو جو ذہنی اور قلبی لگاؤ ان ممالک سے ہے اس کی بنا پر وہ یہاں کے ذرہ ذرہ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور پورے بسط و تفصیل کے ساتھ اپنے مشاہدات و تاثرات کا ذکر کرتا ہے۔ خاص طور پر سلطان ترکیہ و عراق کا ذکر جہاں آتا ہے۔ یا مغرب اقصیٰ کا جب ذکر چھڑتا ہے تو اس کے قلم سے الفاظ کی بجائے پھول ٹپکتے لگتے ہیں۔

○

اسی طرح حجاز مقدس میں جب وہ جاتا ہے۔ کعبۂ خلیلؑ اور مدینۃ الرسولؐ کی جب زیارت کرتا ہے۔ نجف اشرف میں اس کے قدم پہنچتے ہیں۔ شہادت گاہِ کربلا میں وہ جب داخل ہوتا ہے، یا صحابہ و تابعین کرام کے مآثر و مشاہد اور مزارات و عتبات عالیات جب اس کی نظر کے سامنے ہوتے ہیں۔ تو اس پر والہانہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے، و فورِ ذوق و شوق کے باعث اس کے وجد و کیف کا چشم تصور بہ آسانی مشاہدہ کر سکتی ہے۔

○ ○ ○ ○ ○

یہ پہلا حصہ سب کا سب انہی کیفیات کا حامل ہے۔ اس کا انداز کلام اپنے اندر تاثر کی ایک دنیا نہاں رکھتا ہے۔

دوسرے حصہ کا رنگ کچھ اور ہے۔ اس پر آگے چل کر میں گفتگو کروں گا!

(رئیس احمد جعفری)

کوچ

طنجہ سے تلمسان اور دوسرے شہروں میں ورود

شیخ ابو عبداللہ ابن بطوطہ کہتے ہیں:-

طنجہ[1] سے کہ میرا زاد بوم اور وطن ہے۔

جمعرات کے روز، دو ماہ رجب ۷۲۵ھ میں حج بیت اللہ الحرام، اور زیارت قبر رسول اللہ علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ والسّلام کے ارادہ سے نکلا۔ نہ کوئی رفیق سفر تھا، نہ مونس اور دم ساز، یہ کٹھن گھڑی تھی لیکن میں نے زن و مرد، اور احباب کی جدائی اس شوق سفر کے باعث گوارا کر لی، میں اپنے وطن سے اس طرح نکلا، جیسے چڑیا اپنے گھونسلے سے نکلتی ہے، جب میں سفر کے ارادے سے نکلا تو میرے والدین بقید حیات تھے، لیکن میں نے ان کی جدائی بھی گوارا کر لی، آمادہ سفر ہوتے وقت میری عمر ۲۲ سال کی تھی۔

ابن جزی کا قول ہے کہ مجھے ابو عبداللہ ابن بطوطہ نے غرناطہ میں بتلایا کہ ان کا مولد طنجہ تھا۔ وہیں ۱۷ رجب المرجب، ۷۰۳ھ میں دوشنبہ کے دن ان کی ولادت ہوئی،

ابن بطوطہ کہتے ہیں میرے سفر کا آغاز امیر المومنین، ناصر الدین، مجاہد فی سبیل اللہ کے جود و کرم اور سخاوت و فیاضی کے اعتبار سے جن کا شہرہ از سمک تا سما ہے، جن کے سایۂ عاطفت میں لوگ امن و عافیت کی زندگی بسر کرتے ہیں، جن کے عدل و انصاف کی دھوم مچی ہوئی ہے، اور جن کا اسم گرامی اور نام نامی امام ابو یوسف بن عبدالحق ہے، کے عہد باسعادت میں ہوا، جن کے صدق عزائم نے شرک کو ملیامیٹ کر دیا۔ اور کفر کی آگ بجھا دی، اور صلیب پرستوں کو غلام بنایا، خدا ان کے اجداد کبار کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، اور اسلام و مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، ان کی اولاد و امجاد میں تا روز قیامت سلطنت اور حکومت باقی رہے۔!

---

[1] طنجہ، مغرب اقصیٰ کا ایک شہر جو حکومت اندلس کے ماتحت تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

تلمسان میں آمد

طنجہ سے چل کر میں تلمسان پہنچا، یہاں کا فرمانروا ابو تاشفین عبدالرحمٰن بن موسیٰ بن عثمان بن یغمراسن بن زیان تھا۔

تلمسان میں میری ملاقات فرمانروائے افریقہ سلطان ابو یحییٰ کے دو سفیروں ــــــ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن علی بن ابراہیم نفزادی اور شیخ صالح ابو عبداللہ محمد بن الحسین بن عبداللہ قرشی، زبیدی ــــــ سے ہوئی، یہ دونوں بزرگ شہر تیونس میں عہدہ قضائے نکاح پر مامور تھے۔ ان میں آخرالذکر اپنے عہد کے مانے ہوئے صاحب علم و فضل تھے، ان کی وفات ۷۴۰ھ میں ہوگئی۔

جس روز میں تلمسان پہنچا، اسی دن مذکورہ بالا سفرا یہاں سے روانہ ہو گئے۔ میرے دوستوں نے اکسایا کہ میں بھی ان کا ہم سفر ہو جاؤں میں نے اس باب میں خدائے بزرگ و برتر سے استخارہ کیا، پھر بعض ضروریات کے باعث تین دن تک یہیں ٹھہرا۔ اس کے بعد ان کے نقشِ قدم پر خدا کا نام لے کر چل کھڑا ہوا۔

شہر ملیانہ، فرمانروائے افریقہ کے سفرا کی معیت کا شرف

چنانچہ جلد ہی میں ایک شہر میں پہنچا، جس کا نام ملیانہ تھا۔ یہاں ان دونوں سفیروں کو میں نے پالیا، موسم غضب کا گرم تھا۔ چنانچہ یہ دونوں شدت موسم کی تاب نہ لا کر بیمار پڑ گئے۔ جس کے باعث ہمیں دس روز تک یہاں قیام کرنا پڑا، جس کے بعد ہم نے پھر رختِ سفر باندھا، مگر عین وقت پر قاضی ابو بکر پر پھر مرض کا حملہ ہوا۔ چنانچہ ملیانہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک گھاٹ تھا۔ افسوس یہاں چار روز کے بعد قاضی ابو بکر کا وقت چاشت انتقال ہو گیا۔

اس ناگہانی موت کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی صاحب کے صاحبزادے ابوالطیب اور ان کے رفیق سفر ابو عبداللہ زبیدی لاش لے کر ملیانہ واپس گئے۔ جہاں ان کی تجہیز و تکفین کی گئی۔

الجزائر

میرا ذوق سفر ملیا ... میں تسکین نہ پا سکا۔ چنانچہ ان حضرات کو میں نے وہیں چھوڑا، تیونس[1] کے تاجروں کا ایک قافلہ الجزائر[2] جا رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا، رفقائے سفر میں الحاج مسعود بن المنتصر الحاج العدلی، اور محمد بن حجر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آخر ہم الجزائر[3] پہونچ گئے اور چند روز تک ہمیں بیرون شہر[4] ٹھہرنا پڑا، جس کے بعد شیخ ابوعبید اللہ

---

[1] یہ وہی تیونس ہے، جس نے فرانسیسی سامراج سے دوسری جنگ عظیم کے بعد آزادی حاصل کی، لیکن بزرطہ کا ساحل اب تک خالی نہ کرا سکا،

[2] یہ وہی الجزائر ہے، جو آج فرانسیسی سامراج کے شکنجہ سے آزاد ہونے کے لئے آزاد الجزائر کی جلا وطن حکومت تیونس ہی میں رہ کر سر توڑ کوشش کر رہی ہے، اور قریب ہے آزاد ہو جائے۔

قفس کی تیلیاں توڑیں تڑپ کر ہم نہیں آتا انہیں آزاد کرنا

(رئیس احمد جعفری)

[3] آج کا الجزائر کئی سو برس پہلے کے الجزائر سے مختلف ہے۔ اس وقت آزاد تھا۔ اب غلام ہے، اس وقت وہ ایک اسلامی حکومت کا عامل تھا، اب سامراجی حکومت کے شکنجۂ عقوبت میں گرفتار ہے، اور یوسف بن کھدا جلا وطن عارضی حکومت اسے آزاد کرانے کی جدوجہد کر رہی ہے۔

لیکن آج سے چند سو برس پہلے الجزائر اتنا قیمتی اتنا گراں مایہ، اور اتنا زبردست معدنی نفع ذریعہ رکھتا تھا جتنا اب ہے۔

آج کے الجزائر کے سینہ میں پٹرول کا سمندر، لہریں مار رہا ہے، قیمتی اور نہایت گراں بہا چیزیں اس کے سینے میں چھپی ہوئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ فرانس اسے چھوڑنے یا آزاد کرنے پر اتنے عظیم کشت و خون کے باوجود جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور حریت پسند الجزائریوں کے قتل عام کے باوجود اسے آزاد نہیں کرتا ـــ لیکن کب تک؟

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہیگا ... مگر میں قاتل کی تو بھی ظالم ہمیشہ یوں ہی نہیں رہیگا

[4] قدیم زمانے میں ایک آبادی تو وہ ہوتی تھی جو فصیل شہر کے اندر رہتی تھی، اور دوسری وہ جو کسی تنگی، یا دوسرے وجوہ سے فصیل کے باہر رہتی تھی، یہاں بھی بڑی گھما گھمی رہتی تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

زبیدی، اور قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے آگئے، اور ان کے ساتھ ہم ہولئے۔

الجزائر کو اچھی طرح دیکھ بھال کر ہم آگے بڑھے، اور جبل زان کی گھاٹی کی طرف رخ پھیر دیا۔

شہر بجایا، حکومت موحدین کا ایک غاصب اور سفّاک والی

یہاں سے ہم شہر بجایا پہونچے، شیخ ابو عبداللہ، قاضی شہر ابو عبداللہ زواوی کے مہمان ہوئے اور قاضی صاحب مرحوم کے صاحبزادے ابو الطیب نے فقیہہ ابو عبداللہ المفسّر کے ہاں ڈیرہ ڈالا،

اس زمانہ میں بجایا کی امارت ابو عبداللہ محمد بن سید الناس کے ہاتھوں میں تھی۔

ہمارے رفقائے سفر میں یعنی تیونس کے قافلہ تجارہ کے ایک رکن محمد بن حجر بھی تھے، جو ملیانہ سے ہمارے ساتھ ساتھ چلے تھے۔ یہاں آکر ان کا بھی انتقال ہوگیا، انہوں نے تین ہزار اشرفیاں چھوڑیں اور وصیت کر گئے کہ یہ رقم الجزائر کے ایک شخص محمد بن حدیدہ کو دے دی جائے جو ان کے ورثاء تک اسے پہونچا دے گا۔

لیکن اس وصیت کی تعمیل نہ ہو سکی، کیونکہ بجایا کے امیر ابن سید الناس نے یہ ساری رقم ابن حدیدہ سے چھین لی موحدین[1] کے اعمال اور ولاۃ کا یہ پہلا ظلم تھا جو میں نے بچشم خود دیکھا،

جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا جب میں بجایا پہونچا، تو یہاں بخار میں مبتلا ہوگیا، ابو عبداللہ زبیدی نے دوستانہ اصرار کیا کہ تا صحت میں وہیں مقیم رہوں، لیکن میں نے یہ بات نہیں مانی، میں نے کہا:

اگر موت ہی لکھی ہے تو وہ دیار رسولؐ کے راستے میں کیوں نہ آئے!

"یہ سن کر موصوف نے فرمایا۔"

"اگر ارادہ سفر اتنا ہی پختہ ہے تو یوں کیجئے، کہ سواری فروخت کر دیجئے، اور جو بھاری سامان ہے اسے بھی بیچ ڈالئے، میں آپ کے لئے خیمہ اور سواری کا عاریۃً انتظام کر دوں گا۔ اور پھر ہم لوگ اطمینان سے ہلکے پھلکے ہو کر سفر جاری رکھ سکیں گے، کیونکہ راستہ خطرناک ہے، اور عرب قزاقوں کو جہاں موقع ملتا ہے، لوٹ مار سے نہیں چوکتے۔ لہٰذا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ جلد سے جلد اور کم سے کم وقت میں بڑی بڑی منزلیں سر کر لیں"!

میں نے صاحب موصوف کے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔ انہوں نے جو کہا تھا۔ وہ کیا بھی، اور حسب وعدہ ضرورت کی چیزیں عاریۃً دے دیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے،

---

[1] افریقہ کا ایک حکمران خاندان، (رئیس احمد جعفری)

شہر قسطنطنیہ، عادل والی نے میری مشکلیں آسان کر دیں

چنانچہ اپنے پروگرام کے مطابق ہم نے رخت سفر باندھا، اور خدا پر بھروسہ کر کے چل کھڑے ہوئے، الطاف الٰہی کے سایہ میں ہم نے حجاز کی راہ لی،

چلتے چلتے ہم شہر قسطنطنیہ[1] میں پہونچے۔ قیام بیرون شہر میں ہوا، رات کو موسلا دھار بارش ہوئی اتنی شدید کہ خیموں میں رات کا بسر کرنا مشکل ہوگیا۔ آخر شبا شب خیمے چھوڑے اور بعض گھروں میں منتقل ہو گئے۔ صبح ہوئی تو حاکم شہر کی خدمت میں باریابی ہوئی، یہ ایک نہایت فاضل اور شریف شخص ہے نام ابوالحسن ہے، اس کی نظر میرے لباس پر جو گئی تو بارش کے دھبے نظر آئے۔

اس نے فوراً بندوبست کیا، اور میرا لباس دھلوایا، چونکہ میری تہبند کہنہ تھی۔ اس نے بعلبک کی بنی ہوئی ایک نئی تہبند عنایت کی، یہی نہیں بلکہ اس کے دونوں گوشوں میں ایک ایک اشرفی باندھ دی، راہِ سفر میں یہ پہلی مالی امداد تھی جو مجھے ملی،

شہر بونہ

قسطنطنیہ میں کچھ قیام کر کے ہم پھر آگے بڑھے، اور شہر بونہ میں پہنچ گئے، یہاں تین روز اندرون شہر میں قیام کیا۔

سوداگروں کے قافلہ کے جو لوگ ہمارے ساتھ تھے انہیں یہیں چھوڑا، کیونکہ راستہ خطرناک تھا۔ اب میں پھر تنہا تھا۔ نہ کوئی ساتھی نہ رفیق، دشوار گذار منزلیں طے کرتا، سخت وصعب، گھاٹیاں پار کرتا۔ اور راستہ کی صعوبتوں کا مقابلہ کرتے برابر آگے بڑھتا رہا۔ لیکن پھر بخار میں مبتلا ہوگیا، خوف دہشت کے باعث سواری سے اترنے کی ہمت نہ تھی۔ اور بیماری نے یہ سکت بھی باقی نہ چھوڑی تھی۔ آخر اپنے آپ کو خوب سواری سے باندھ لیا۔ تاکہ کمزوری اور بیماری کے باعث گر نہ جاؤں،

---

[1] یہ وہ قسطنطنیہ نہیں ہے جو ترکوں کا مرکز ثقل کئی سال تک رہا ہے۔ یہ دوسرا مقام ہے اس نام کا شہر بھی تھا۔ اور بلند و بالا قلعہ بھی، کسی زمانے میں یعنی عربوں کی آمد سے پہلے یہ عیسائی تمدن اور ثقافت کا گہوارہ تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

تیونس میں آمد

آخر گزنا پڑتا میں تیونس[1] پہنچا،

اہل تیونس شیخ ابوعبداللہ زبیدی اور ابوطیب وغیرہ کے استقبال کے لئے باہر آئے ہوئے تھے، یہ سب لوگ آپس میں بہت گرم جوشی اور تپاک سے ملے، علیک سلیک ہوئی مگر چونکہ مجھ سے کوئی متعارف نہ تھا۔ اس لئے نہ کسی نے مجھے سلام کیا نہ کچھ پوچھ گچھ کی۔ اس سرد مہری نے میرے دل کو پارہ پارہ کردیا، اور تو کچھ مجھ سے نہ ہو سکا، آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بعض حاجیوں نے میرے اس شدت احساس کا اندازہ کرلیا۔ وہ میرے پاس آئے سلام کیا مزاج پرسی کی۔ اور دل جوئی کی باتیں کرتے لگے۔ یہاں تک کہ ہم شہر میں داخل ہوگئے یہاں میرا قیام مدرسۂ کتبیین میں ہوا۔

سلطان تیونس اور وہاں کے علماء و فضلاء کے احوال و مقامات

جب میں وارد تیونس ہوا اس وقت یہاں کا فرماں روا سلطان ابویحیی ابن سلطان ابی ذکریا یحیی ابن سلطان ابی اسحاق ابراہیم ابن سلطان ابی ذکریا یحیی ابن عبدالواحد ابن ابی حفص تھا۔ اس کے عہد گرامی میں یہ مقام بڑے بڑے علماء فضلا کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان میں سے قاضی الجماعت ابوعبداللہ محمد بن قاضی الجماعۃ ابن العباس احمد ابن محمد نصاری خزرجی بلنسی الاصل تھے، ان محمد انصاری کو ابن الغماز بھی کہتے ہیں۔ نیز خطیب ابو اسحاق ابراہیم بن حسن بن علی بن عبد الرفیع ربعی بھی ہیں جو قاضی الجماعۃ کے عہدہ پر دول خمسہ میں مامور رہے، اور فقیہ ابو

---

[1] تیونس ایک قدیم ساحلی شہر ہے آج گو فرانسیسی سامراج کی گرفت سے تیونس آزاد ہوچکا ہے لیکن پورے طور پر نہیں، فرانس نے اپنے بہت سے مفادات، وہاں سے وابستہ کررکھے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں بزرطہ کے مقام پر ایک بحری اڈا بھی زبردستی بنا رکھا ہے، تیونس کا صدر مملکت بورقیبہ مطالبہ کرتا ہے کہ یہ اڈا خالی کردیا جائے، اس مطالبہ کا جواب توپوں، بندوقوں اور سنگینوں سے ملتا ہے۔

(رئیس احمد جعفری)

علی عمر بن علی بن قداح حواری یہ بھی دولِ خمسہ میں عہدہ مذکور پر مامور تھے۔ ان کا شمار اعلام علماء اور عمائد شہر میں ہوتا ہے۔ ان کا اور نیز دیگر علماء عہد کا یہ طریقہ ہے کہ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ جامع اعظم یعنی جامع زیتونیہ کے کسی ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لوگ ان کے سامنے استفسار پیش کرتے ہیں۔ یہ جواب دیتے ہیں، اور جب جواب دے چکتے ہیں، تو وہاں سے واپس تشریف لے آتے ہیں۔

عید الفطر کا تہوار میں نے یہیں منایا۔ جب عیدگاہ میں نماز عید کے لئے گیا تو دیکھا کہ لوگ بڑے اہتمام۔ جلوس اور ٹھاٹھ کے ساتھ نہایت عمدہ اور پر تکلف لباس زیب تن کئے عیدگاہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ جب سلطان ابو یحییٰ کی سواری آئی تو گھوڑے پر سوار تھے۔ دوگانہ عید ادا ہوا اور خطبہ ختم کیا گیا۔ پھر سب لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

کچھ دنوں بعد حجاز کو حاجیوں کی روانگی کے لئے سلطانی قافلہ حجاج کا انتظام ہوا اور امیر قافلہ ابو یعقوب سوسی مقرر ہوئے۔ یہ اقل کے باشندہ تھے۔ اس حجاج کے قافلہ سلطانی کا قاضی مجھے مقرر کیا گیا۔ آخر کار ہم تونس سے ساحل کے راستے روانہ ہوئے۔

شہر سوسہ[1]، جو کبھی مرکزِ علم و فضل تھا

تیونس سے روانہ ہو کر بہت جلد شہر سوسہ پہنچے۔ یہ شہر گو بڑا نہیں ہے۔ لیکن پاکیزہ اور خوش وضع ضرور ہے، اور تونس سے چار میل کے فاصلے پر دریا کے کنارے واقع ہے۔ پھر یہاں سے روانہ ہونے کے بعد شہر صفاقس میں پہنچے۔ یہاں بیرون شہر امام ابو الحسن لخمی مالکی کا مزار ہے جو فقہ کی معتبر کتاب "کتاب التبصرہ" کے مؤلف ہیں۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ اس شہر کی تعریف میں ابن حبیب التنوخی نے کہا ہے:

صفاقس کی تعریف میں تنوخی کے اشعار

سقیا لارض صفاقس ذات المصانع والمصلی
محمی القصیر الی الخلیج نقصرها السامی المعلی
بلد یکاد یقول حین تزوره اهلا وسهلا
وکانه والبحر یحسر تارة عنه ویملا

[1] افریقہ کا ایک شہر جہاں بڑے بڑے علما اور فضلا پیدا ہوئے۔ (رئیس احمد جعفری)

یعنی !

اللہ صفاقس کی سرزمین کو شاداب رکھے جہاں بڑی عمارتیں اور عبادت گاہیں ہیں۔ یہ خلیج پر قیصر کا مقام ہے۔ جس کا بلند و بالا قلعہ آسمان سے باتیں کرتا ہے۔ یہ وہ شہر ہے کہ زائر جب یہاں وارد ہوتے ہیں۔ تو یہ اہلاً و سہلاً کہہ کر ان کی پیشوائی کرتا ہے۔ سمندر بھی تیری آرزو سے بے قرار ہے، کبھی قرب حاصل کرلیتا، اور کبھی سر پٹک کر واپس چلا جاتا ہے۔!

لہروں کو یہ گوارا نہیں کہ وہ رقیبوں کو تجھ سے ہم کنار دیکھیں، اور دیکھتی رہیں وہ منہ پھیر کر چل دیتی ہیں۔

صفاقس کی ہجو ایک شاعر کی زبان سے

ان اشعار حمد کے برعکس ادیب بارع ابو عبداللہ محمد بن التمیم، جو نہایت پرگو اور ندرت پسند شاعر تھے۔ صفاقس کی ہجو میں فرماتے ہیں ہ!

صفاقس لا صفا عیش لساکنہا ولا سقی منہا غیث اذا انسکبا

ناهيك من بلدة حل ساحتها عانی بها العادیین الدوم والعربا

کم ضل فی البر مسلوبا بضاعته وبات فی البحر یشکو الاسر والعطبا

قد عاین البحر من لوم لقاطنها فکلما ھم ان یدنو لھا ھربا

یعنی:۔

صفاقس ـــ یہاں کے رہنے والے کیا جانیں عافیت کیا ہوتی ہے؟ بارش تو ہوتی ہے۔ لیکن یہاں کی سرزمین سیراب نہیں ہوتی۔

اس شہر کی تعریف میں بس اتنا کافی ہے کہ، جو بھی آیا، یا تو رومیوں کی دست برد کا شکار ہوا یا عربوں کی، جو یہاں خشکی کے حصہ میں پہنچا اس نے اپنی ساری پونجی گنوادی، اور جو دریا میں (کشتی میں) ہے تو یا تو گرفتار ہوا، یا ہدف مصائب، دریا نے یہاں کی زار و زبوں حالی دیکھ لی ہے۔ جب بھی قدرت اسے شہر سے قریب کردیتی ہے وہ دور بھاگ جاتا ہے۔

شہر قابس، راستے کی منزلیں اور پڑاؤ

غرض صفاقس سے رخصت ہو کر شہر قابس میں پہنچے اور دس دن شہر میں قیام کیا۔ یہاں غضب کی بارش

ہو رہی تھی۔ لہٰذا ہم زیادہ قیام نہ کر سکے۔ صرف دس دن رہ سکے۔ جب میں نے شہر قابس سے کوچ کیا۔ اور طرابلس کی طرف بڑھا تو راستہ میں بعض منزلوں میں سو اور سو سے زیادہ تک سوار ہمارے جلو میں رہے ان میں ایک تیر انداز جماعت بھی تھی جس کے خوف اور دہشت سے عرب قزاق ایسے دبکے کہ اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ اس طرح خدا نے ہمیں ان قزاق عربوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ قابس اور طرابلس کے مابین دوران سفر میں ایک منزل پر عید الضحیٰ کا تہوار بھی آیا۔ اور مراسم عید سے فارغ ہو کر کچھ تھتے روز ہم طرابلس پہنچ گئے۔

طرابلس الغرب میں داخلہ

صفاقس میں دس دن گذار کر ہم شہر طرابلس[1] پہنچے۔ اس شہر کی دل کشی نے مجھے روک لیا۔ چنانچہ طرابلس میں میرا قیام خاصا رہا۔

ایک بات اور قابل ذکر ہے صفاقس کے دوران قیام میں تیونس[2] کے ایک سر برآوردہ شخص کی لڑکی سے میں نے شادی کر لی تھی لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ یہ رسم یہاں ادا ہوئی۔

جب یہاں سے جی بھر گیا تو پھر میں نے کوچ کی تیاری کی۔ اور آخر محرم ۲۶ھ میں یہاں سے رخصت ہو گیا۔ میرے ساتھ میری نئی بیوی[3] تھی۔ میں نے پرچم کارواں اپنے ہاتھ میں لیا اور سب سے آگے آگے چلنے لگا۔ تیونس سے جو سوار ہمارے ساتھ چلے تھے۔ وہ بارش اور سردی کے خوف سے وہیں طرابلس میں رک گئے۔ لیکن ہم نے پروانہ کی اور منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے رہے۔

---

[1] یہ بھی بہت قدیم شہر ہے، اور قدیم تہذیبوں کے کھنڈر پر اس کی بنیاد پڑی ہے، کبھی یہ آزاد تھا پھر فرنگی اقتدار میں آگیا اٹلی کا اس پر قبضہ ہو گیا۔ اور اس نے ایسے ننگ انسانیت مظالم یہاں کے نہتے اور معصوم باشندوں پر توڑے جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ اقبال نے یہیں کی ایک جاں بار مجاہدہ کے لئے کہا ہے ” فاطمہ تو آبروئے ملت اسلام ہے۔“

دوسری جنگ عظیم کے طفیل میں یہ بھی آزاد ہو چکا ہے۔ [2] اصل کتاب میں ہے بعض استاذ تونس "ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[3] ابن بطوطہ کو نئی نئی شادیاں کرنے کا بہت شوق تھا طویل سیاحت کے دوران میں جہاں جی چاہا شادی رچالی پھر طلاق۔ (رئیس احمد جعفری)

راستے میں کئی شہر بڑے مسلاتت اور مسراتت، اور قصور سرت وغیرہ سے گذرتے ہوئے ہم برابر رواں دواں چلتے رہے۔ راستے میں عرب اور قزاقوں نے انہیں لوٹنا اور ہم پر غارت گری کرنی چاہی۔ لیکن قدرت کی کارفرمائی کے قربان جایئے۔ ان کا یہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آسکا۔ اسی اثنا میں ہم جنگل کے وسط میں پہنچ گئے۔ اور اب جو آگے بڑھے تو برصیصا عابد پر جا کر دم لیا۔

برصیصا عابد میں بھی زیادہ دیر نہ ٹھہرے، چنانچہ وہاں سے روانہ ہو کر ہم قبہ سلام آ گئے،

قبہ سلام میں ہمیں وہ سوار مل گئے جو طرابلس میں رہ گئے تھے۔

بیوی کو طلاق، خسر سے جھگڑے کے باعث

یہاں ایک اور بات ہوئی، مجھ میں اور میرے خسر میں جھگڑا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے اس کی لڑکی کو طلاق دے دی۔

نئی شادی

اور پھر یہیں فاس کے ایک طالب علم کی لڑکی سے شادی کر لی، قصر زعاقیہ میں رخصتی کی رسم انجام پائی، دوستوں کو میں نے دعوت ولیمہ بھی نہایت اہتمام اور تکلف سے دی۔ جس کے باعث سواروں کے دستہ کو ایک دن مزید یہاں رکنا پڑا،

اسکندریہ

سیر و نظر، اور حالات و کوائف

پہلی جمادی الاول کو ہم شہر اسکندریہ میں وارد ہوئے، خدا اس کی حفاظت کرے، یہ (مسلمانوں کی) محفوظ سرحد اور مرغوب قطعہ ارض ہے۔

یہاں کی عمارتیں عجیب الشان، مضبوط اور محکم ہیں، قابل صد تحسین، اور جوہر تحسین سے آراستہ، یہ

---

[1] یہ بھی افریقہ کا مشہور اور قدیم شہر ہے، جہاں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ (رئیس احمد جعفری)

دین کے مآثر بھی ہیں، اور دنیا کے بھی، یہاں کا ظاہر بھی باوقار اور پر شکوہ ہے، اور باطن بھی مرغوب اور موجب لطف، ان بھاری بھرکم اور مضبوط و محکم عمارتوں کا ایک یہ پہلو خاص طور پر دل پر نقش ہو جاتا ہے کہ جمال و کمال کے اعتبار سے یہ لاثانی ہیں، ان عمارتوں کو اگر ان کی درخشانی اور تابانی کے اعتبار سے ایک چمکدار اور بڑے سے موتی سے تشبیہ دی جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اپنی رعنائی، دلکشی، اور خوبی میں یہ عروس نو سے مشابہ ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ مغرب (افریقہ) کو اگر سربلندی اور مقام عظمت حاصل ہے تو اسی اسکندریہ کے طفیل ہیں،

یہ شہر مشرق اور مغرب کے ٹھیک بیچوں بیچ واقع ہے، لہٰذا مشرق کی تمام بدیع خوبیاں، اور مغرب کے تمام طرفہ محاسن اس کے حصہ میں آ گئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اس شہر کی توصیف و تحسین میں جو کچھ کہا گیا ہے، اور کہا جاتا ہے وہ ذرا بھی بعید از حقیقت نہیں ہے، ابو عبید نے اپنی کتاب "المسالک" میں اس کے عجائب و غرائب کا ذکر بڑے دل نشین پیرایہ میں پورے بسط اور تفصیل سے کیا ہے،

اسکندریہ کے دروازے اور لنگرگاہ

شہر اسکندریہ کے چار دروازے ہیں،

۱۔ باب السدرہ —— سڑک یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ اور اہل مغرب اسی جانب سے آمد و رفت رکھتے ہیں۔

۲۔ باب رشید —— یہ ایک عام گذرگاہ ہے۔

۳۔ باب البحر —— اسے بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے۔

۴۔ باب الاخضر —— یہ صرف جمعہ کے دن کھلتا ہے، یہاں کے مزارات و مقابر کی زیارت کے لئے عام لوگ اسی طرف سے نکلتے ہیں۔

اسکندریہ کی سی لنگرگاہ ساری دنیا میں میری نظر سے نہیں گذری، سوا ہندوستان میں، کولم اور کالی کٹ کے، بالکفار کی لنگرگاہ بلاد اتراک میں یہ مقام سرادق یا پھر زیتون کی لنگرگاہ جو ملک چین میں واقع ہے، —— ان سب کا ذکر آگے چل کر میں کروں گا۔

منارۂ اسکندریہ

منارۂ اسکندریہ کی شہرت سن کر اسے دیکھنے گیا تو دیکھا کہ اس کا ایک جانب منہدم ہے، یہ منارہ

ایک وسیع اور بہت بلند عمارت ہے، جو اونچا ہوتا چلا گیا ہے، اس کے دروازے کے عین سامنے ایک اور عمارت مرتفع ہے، جس کی بلندی دروازہ ہی کی طرح ہے، اس عمارت اور منارہ کے دروازہ کے درمیان لکڑی کے تختے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جن کے اوپر سے گذر کر مینار کے دروازہ میں جا سکتے ہیں۔ اگر یہ تختے اٹھا لئے جائیں تو پھر مینار کے دروازہ میں جانے کا کوئی راستہ نہیں، اس منارہ کے دروازہ میں محافظوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ اس کے اندر آمد و رفت کا دروازہ نو بالشت چوڑا ان دس بالشت طویل ہے چاروں پہل ایک سو چالیس بالشت کے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑے ٹیکرے پر بنایا گیا ہے۔ اور اس کے اندر بہت سے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ایسے مستطیل میدان میں واقع ہے جس کے تین اطراف کو دریا نے اس طرح گھیرا ہے کہ وہ شہر پناہ سے مل گیا ہے۔ اس لئے ماسوا شہر کے کسی اور باب سے خشکی کا راستہ نہیں، اسی مستطیل میدان میں منارہ کے قریب اسکندریہ کا قبرستان ہے۔ ۷۵۰ھ میں بلاد و مغرب کی سیاحت سے فارغ ہو کر واپس آیا تو پھر اس مینار کو دیکھنے گیا۔ اس وقت میں نے اسے اتنی خراب اور شکستہ حالت میں پایا کہ اس کے دروازہ تک چڑھنا اور پہنچنا غیر ممکن تھا۔ اس منارہ سے متصل ملک ناصر نے ایک اور مینار کی بنا ڈالی تھی۔ لیکن تکمیل سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اور بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔

جب میں اسکندریہ میں وارد ہوا تو وہاں کا امیر ایک شخص صلاح الدین تھا۔ اسی زمانے میں افریقہ کا معزول سلطان زکریا ابو یحیٰی ابن احمد بن ابی حفص معروف بہ لحیانی بھی وہاں موجود تھا۔ اور ملک ناصر کے حسب الحکم اسکندریہ کے خاص ایوان شاہی میں اسے اتارا گیا تھا۔ اور اس کے مصارف کے لئے بطور وظیفہ روزانہ سو درہم مقرر کئے گئے تھے۔ اس معزول سلطان کے ساتھ اس کے بیٹے عبدالواحد اور مصری، اور اسکندری، اور اس کا حاجب ابوذکریا ابن یعقوب اور اس کا وزیر عبداللہ ابن یاسین بھی تھا، سلطان یحییٰ اور اس کے بیٹے اسکندری کا یہیں انتقال ہوا اور اس کا بیٹا مصری اب تک موجود ہے۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ یہ کتنی عجیب بات اور کیسا حیرت انگیز اتفاق ہے کہ لحیانی کے بیٹوں کے نام کا اثر بالکل وہی مرتب ہوا۔ اسکندری اسکندریہ میں رہا۔ اور مصری گو ایک عرصہ تک زندہ رہا۔ لیکن اسے مصر رہنے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔ اور عبدالواحد۔ اندلس۔ مغرب اور افریقہ تمام مقامات میں پھرتا رہا اور پھر یہیں جزیرۂ جزیرہ میں انتقال کیا۔

ذکر بعض علماء اسکندریہ و مشاہیر و فضلا

یہاں کے مشاہیر علماء میں سے قاضی عماد الدین کندی ہیں۔ علم اللسان میں انہیں امام الائمہ کا درجہ حاصل ہے۔ اس قدر بڑا عمامہ باندھتے تھے۔ کہ اپنی سیاحت کے دوران میں نے مشرق سے مغرب تک کسی کا اتنا بڑا عمامہ نہیں دیکھا۔ ایک دن فاضل موصوف صدر محراب میں تشریف فرما تھے تمام محراب ان کے عمامہ سے پر معلوم ہوتی تھی۔

منجملہ فضلائے اسکندریہ کے فخر الدین ابن الریغی بھی ہیں۔ یہ اسکندریہ میں عہدہ قضا پر مامور تھے فاضل شخص ہیں۔ اور اہل علم میں گنے جاتے ہیں۔

ایک پر لطف اور دلچسپ حکایت، قاضی فخر الدین کی

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی فخر الدین الریغی کے دادا ریغہ کے رہنے والے تھے۔ پہلے ان کا شغل تحصیل علم رہا۔ پھر حجاز کا سفر کیا۔ چنانچہ رات کے وقت اسکندریہ پہنچے۔ جیب خالی تھی۔ اس لئے پہلے تو یہ ارادہ کیا کہ ابھی شہر کے باہر ہی قیام کرنا چاہیے۔ جب کوئی مناسب فال سننے میں آئے۔ تب شہر کا قصد کرنا چاہیے۔ چنانچہ اسکندریہ کے دروازہ کے قریب ہی بیٹھے رہے۔ جب شہر کے اندر جانے والے سب لوگ داخل ہو چکے۔ اور دروازہ بند ہونے کا وقت قریب آیا۔ اور ان کے سوا کوئی باہر باقی نہ رہا تو دروازہ کا محافظ اس تاخیر سے بہت بگڑا اور نہایت سخت لہجہ میں کہا "جناب قاضی صاحب یہاں کیوں تشریف فرما ہیں۔ اندر جائیے" قاضی نے جواب میں "ان شاء اللہ" کہا اور جا کر ایک مدرسہ میں علماء و فضلاء کے طریقہ کے مطابق تعلیم دینا شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ ان کی تدریس کا شہرہ ہوا اور ان کی شہرت سے شہر کے بام و در گونجنے لگے۔ چنانچہ علماء و فقہا کا انبوہ جمع تھا۔ یہاں تک کہ اس کا چرچا بادشاہ مصر تک پہنچا۔ اتفاق کی بات اسی زمانہ میں اسکندریہ کے قاضی کا انتقال ہو گیا تھا ان میں سے ہر ایک لائق و فائق تھا۔ اور مستحق تھا کہ یہ عہدۂ قضا اسے عطا ہو۔ اور ہر شخص کے متعلق اس کے کمال و خیال سے یہ گمان ہوتا تھا کہ عہدہ قضا پر یہی فائز ہوگا۔ اور قاضی فخر الدین کے دادا کی طرف ان حضرات کے مقابلہ میں کسی کو وہم بھی نہ تھا کہ یہ عہدہ ان کی قسمت میں ہے سلطان نے ان کے نام عہدہ قضا پر تقرر کا پروانہ بھیجا۔ آپ نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ تمام لوگوں میں منادی کر دو جو کوئی بھی کسی قسم کی نزاع و خصومت کے سلسلہ میں انصاف کا طالب ہو پیش ہو۔ اور فوراً ہی مسند قضا پر متمکن ہو گئے۔

اسی اثنا میں شہر کے فقہا اور دوسرے سربرآوردہ حضرات مجتمع ہوئے۔ اور بالاتفاق ایک شخص کے لئے جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ یہی عہدہ قضا پر متمکن ہوگا۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا شخص حق دار نہیں سلطان کو لکھنے کا فیصلہ کیا، کہ اپنا حکم واپس لے لے۔ کیونکہ جس شخص کو قاضی مقرر کیا گیا ہے۔ لوگ اس کے خلاف ہیں۔ اس مجلس میں ایک کامل نجومی بھی موجود تھا۔ اس نے کہا خبردار ایسا نہ کرنا کیونکہ میں نے اس نئے قاضی کے دور ولایت کا طالع دریافت کیا ہے، از روئے علم نجوم یہ ثابت ہوا کہ چالیس سال تک یہ شخص ضرور حکومت کرے گا۔ چنانچہ اس نجومی کے باعث سب لوگ اپنے ارادہ سے باز آگئے۔ اور سلطان کی خدمت میں حکم کی منسوخی کے لئے نہ کوئی عرضی پیش کی۔ اور نہ کوشش کی۔ الغرض جیسا اس نجومی نے کہا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔ اور ان کا عہد قضات نہایت عدل و نزاہت کے ساتھ بسر ہوا۔

منجملہ فضلائے اسکندریہ کے وجیہ صنہاجی ہیں۔ جو علم و فضل میں شہرۂ آفاق ہیں۔ اسی طرح شمس الدین بھی مرتبۂ شہرت پر فائز ہیں۔

اسکندریہ کے اصحاب باطن اور اہل اللہ کا تذکرہ

اسکندریہ کے صالحین اور اولیاء میں سے شیخ ابوعبداللہ فارسی بھی تھے۔ جن کا شمار کبار اولیاء اللہ میں تھا۔ مشہور ہے کہ جب آپ نماز کا سلام پھیرا کرتے تو آپ کو غیب سے اس سلام کا جواب ملا کرتا۔

اس طرح وہاں کے اولیائے کرام میں ایک بزرگ خلیفہ تھے۔ یہ بہت بڑے صاحب علم اور زاہد و متقی تھے۔ صاحب کشف و کرامت بھی تھے۔

شیخ خلیفہ کی کرامت، خواب میں دیدار رسول ؐ

مجھ سے بعض ثقات نے بیان کیا کہ شیخ خلیفہ نے آنحضرت صلعم کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ تم میری زیارت کو آؤ! چنانچہ یہ فوراً ہی راہی مدینہ ہوئے اور مسجد نبوی ؐ کے باب اسلام میں داخل ہوکر تحیۃ المسجد ادا کی۔ اور آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا۔ اور ایک ستون سے ٹیک لگا کر اپنے دونوں گھٹنوں میں سر رکھ کر بطور مراقبہ حضرات صوفیائے کرام کے طریقہ کے مطابق بیٹھے رہے، جب سر اٹھایا تو دیکھا کہ ان کے سامنے چار روٹیاں ایک برتن میں دودھ اور ایک طبق کھجوروں کا

رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اور ان کے ہمراہیوں نے کھایا اور اسکندریہ واپس چلے گئے۔ اور اس سال حج نہ کیا۔

ایک اور صاحب کرامت بزرگ، میرے بارے میں پیش گوئی

اسکندریہ کے اولیائے کرام میں جو اس زمانہ میں موجود تھے۔ امام وقت عالم یکتا زاہد و متقی خدا سے ڈرنے والے ایک بزرگ برہان الدین اعرج تھے جن کا شمار وقت کے بہت بڑے عابدوں اور زاہدوں میں ہوتا تھا۔ اپنے زمانہ قیام اسکندریہ میں مجھے ان سے ملنے کا موقع ملا تھا۔ اور تین دن تک میں ان کا مہمان بھی رہا تھا۔ یہ بھی صاحب کرامت بزرگ ہیں۔

میں ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم بلاد دور و دراز کی سیاحت کرو گے، تمہارا تمام بلاد کی سیاحت اور گشت کا ارادہ ہے، میں نے عرض کیا ارادہ تو ہے حالانکہ اس زمانہ میں اس قدر ممالک دور دراز مثلاً ہند اور چین اور اسپین وغیرہ کی سیاحت کا خیال بھی نہ تھا۔ فرمایا انشاءاللہ تم میرے بھائی فریدالدین سے ہندوستان میں رکن الدین ذکریا سے سندھ اور برہان الدین سے چین میں ضرور ملو گے، تو ان سے میرا اسلام کہنا۔ مجھے آپ کے اس ارشاد سے بڑا تعجب ہوا اور اس مسافت بعیدہ کا خیال کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ غرض شیخ کے حسب ارشاد واقعی مجھے یہ سیاحت پیش آئی، ان مقامات میں میرا گذر بھی ہوا، اور ان حضرات سے ملا بھی، اور آپ کا سلام بھی ان حضرات تک پہنچا دیا۔

رخصت ہوتے وقت آپ نے چند درہم بطور زاد راہ عنایت فرمائے تھے۔ اور ان درہموں کو میں نے بڑی احتیاط سے رکھا۔ اور جب تک یہ میرے پاس رہے مجھے خرچ کی کبھی کمی نہیں پڑی اور نہ ان درہموں کے صرف کرنے کی نوبت پیش آئی۔ بحری سفر میں کفار ہند نے جہاں میرا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اس میں وہ درہم بھی لوٹ لیے۔

منجملہ صالحین اولیائے اسکندریہ کے شیخ یاقوت حبشی بھی ہیں، یہ بہت بڑے بزرگ اور عبدالعباد مرسی کے مریدین میں سے تھے۔ انہیں حضرت ابی الحسن شاذلیؒ سے بیعت حاصل تھی۔ جو بہت بڑے صاحب کرامات جلیلہ اور مقامات عالیہ گذرے ہیں۔

شیخ ابوالحسن شاذلی کی وفات عجب طرح سے

شاذلی کی کرامت کے متعلق شیخ یاقوت بہ سند اپنے مرشد شیخ ابی العباس مرسی بیان کرتے ہیں کہ آپ ہر سال سعید مصر کی راہ سے حج کرنے تشریف لے جایا کرتے اور ماہ رجب سے تاانقضائے حج مکہ معظمہ کی مجاورت کیا کرتے پھر روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر براہ رب کبیر اپنے وطن واپس تشریف لاتے۔ ایک سال جو آپ کی حیات کا آخری سال تھا۔ آپ اپنے شہر سے نکلے اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک کلہاڑی، ایک ٹوکری، کچھ حنوط اور میت کی تجہیز و تکفین کا سامان ساتھ لیتے آنا۔ خادم نے عرض کیا یا سیدی یہ سامان آپ کیوں طلب فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مقام حمیثرا میں معلوم ہو جائے گا۔ جب شیخ ابوالحسنؒ اور آپ کا خادم وہاں پہنچے تو آپ نے غسل فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ دوسری رکعت کے آخری سجدہ میں جان بحق تسلیم کیا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔ مجھے آپ کے مزار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور تعویذ پر آپ کا اسم مبارک اور نسب نامہ لکھا ہے۔ جو امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ملتا ہے۔

اسکندریہ میں عیسائیوں کا زور

۷۲۷ھ مقام اسکندریہ ایک واقعہ کی خبر ہمیں مکہ معظمہ میں ملی، یہاں کے مسلمان اور عیسائی تاجروں میں سخت جھگڑا ہوا۔ اس وقت یہاں کا امیر ایک شخص مسمی کرکی تھا۔ یہ نصاریٰ کی حمایت پر کمر بستہ تھا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا۔ کہ سب لوگ دونوں فصیلوں کے درمیان جمع ہوں۔ جب تمام مسلمان وہاں جمع ہو گئے تو اس نے ان کے نکلنے کے تمام دروازے سزا کے طور پر بند کر دیئے، لوگوں کو اس کی یہ کاروائی بہت نامرغوب اور بری معلوم ہوئی۔ مسلمانوں نے دروازہ توڑ ڈالا، حاکم اسکندریہ کی قیام گاہ پر دھاوا بول دیا۔ آخر امیر اسکندریہ بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ اور وہیں مقابلہ کرنے لگا۔ اس واقعہ کی خبر نامہ بر کبوتر کے ذریعہ ملک ناصر کو ہا۔ اس نے ایک بہت بڑا افسر جس کا نام جمالی تھا۔ اسکندریہ روانہ کیا۔ اور اس کے بعد ایک اور دوسرا افسر روانہ کیا۔ جس کا نام طوغان تھا۔ یہ نہایت جابر اور سنگ دل نیز دین میں متہم تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ آفتاب پرست تھا۔ ہر دو اشخاص اسکندریہ پہنچے۔ اور یہاں کے بڑے بڑے مسلمان عمائد اور نامی نامی تجار کو یعنی آل کو یک اور دوسرے لوگوں کو ماخوذ کر لیا، اور ان سے بہت سارا مال ہتھیالیا

قاضی عمادالدین کے گلے میں طوق ڈال دیا۔ اور چھتیس آدمیوں کو بذریعہ سولی دو صفیں کر کے قتل کر دیا۔ اور ہر فرد کے دو دو ٹکڑے کر دیئے۔ مسلمانوں پر یہ سارے مظالم جمعہ کے دن ٹوٹے۔ جب لوگ حسب عادت جمعہ سے فارغ ہو کر زیارت قبور کے لئے نکلے تو کشتوں کے پشتے دیکھ کر سب کو نہایت افسوس ہوا۔ جو لوگ سولی دیئے گئے۔ ان میں ایک بہت بڑا کبیر المنزلت سوداگر تھا۔ جسے لوگ ابن رواحہ کہتے تھے۔ اس سوداگر کے یہاں ایک سلاح خانہ تھا۔ اس میں بکثرت اسلحہ رہا کرتا تھا۔ جب کسی طرح کا اندیشہ ہوتا تو اس سلاح خانہ سے سو دو سو آدمیوں کو مسلح کر سکتا تھا۔ صرف اسی کا نہیں بلکہ اسکندریہ میں بہت سے لوگوں کے اسی طرح کے سلاح خانے تھے۔ دونوں سرداروں کے سامنے ابن رواحہ کے منہ سے اتفاقیہ یہ نکل گیا کہ میں اس شہر کا ذمہ دار اور ہر طرح کے فتنہ و فساد کا ضامن ہوں۔ اس بلوہ کو رفع کرنے کے لئے جو سلطانی فوج مقرر ہوئی ہے میں اس کی تنخواہ بچا سکتا ہوں۔ ان دونوں سرداروں کو ابن رواحہ کی یہ بات بہت ناگوار گذری یہ کہہ کر کہ تیرا سلطان پر یورش کرنے کا ارادہ ہے؟ اسے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ اس غرض سے اس مرحوم کا مطلب سلطان کی خیر خواہی اور خدمت گذاری تھی۔ جو اس کے قتل کا باعث بنی۔

ایک صاحب کرامت بزرگ

اپنے زمانہ قیام اسکندریہ میں لوگوں سے سنا کرتا تھا کہ ایک صاحب کشف و کرامت بزرگ شیخ صالح عابد تارک الدنیا، اور ساری دنیا سے بے نیاز ابو عبداللہ المرشدی ایک زاویہ میں رہائش پذیر ہیں۔ جو ان کے کسی مرید نے بنوا دیا ہے وہاں گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے ہیں۔ نہ رفیق نہ خادم تمام وزرا، امرا اور قبائل اقوام ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ شیخ مذکور جو شخص جس چیز کی نیت کر کے آتا ہے۔ خواہ شیرینی، خواہ میوہ اور خواہ کھانا اسے وہی کھلاتے ہیں۔ اکثر لوگ بے فصل کی چیزوں کی نیت کر کے آتے ہیں۔ ان کو بھی نیت کی ہوئی چیزیں ملتی ہیں بڑے بڑے فقہا بغرض استمداد و حصول مناصب آتے ہیں۔ کسی کو عہدہ پر ماموری کا حکم دیتے ہیں۔ اور کسی کو عہدہ سے معزولی کا الغرض جو بات آپ کی زبان سے نکل جاتی ہے۔ وہی ظہور میں آتی ہے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، متواترات میں سے ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ سمجھنا چاہئے۔ آپ کی خدمت میں ملک ناصر بھی بارہا حاضر ہوا ہے۔

مجھے شوق دیدار کشاں کشاں لے چلا

چنانچہ شہر اسکندریہ سے ان بزرگ کی خدمت میں سعادت اندوز ہونے کے لئے میں بھی چل پڑا اور قطع مسافت کرتا ہوا ایک قصبہ میں جس کا نام تروجہ تھا۔ پہنچا۔ اس قصبہ کی اسکندریہ سے نصف دن کی مسافت ہے۔ یہ اتنا بڑا قصبہ ہے کہ یہاں قاضی امیر اور ناظر سب لوگ مامور ہیں۔ یہاں کے لوگ بااخلاق بامروت تھے۔ یہاں کے قاضی صفی الدین اور خطیب فخر الدین نیز ایک اور فاضل سے کہ جنکا نام مبارک الدین اور زین الدین لقب تھا ملا۔ یہاں کے ایک بہت بڑے۔ جلیل القدر۔ فاضل۔ عابد، زاہد اور بزرگ کے یہاں فروکش ہوا جن کا نام عبدالوہاب تھا۔ یہاں کے ناظر زین الدین ابن الواعظ نے میری ضیافت کی اور دریافت فرمایا کہ آپ کے شہر کی کیا آمدنی ہے۔ میں نے عرض کیا بارہ ہزار دینار سرخ۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئے اور فرمایا کہ اس قصبہ کے محاصل بہتر ہزار دینار ہیں۔ مصر کی آمدنی جو زیادہ ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ساری آمدنی بیت المال کی ہے۔

شہر دمنہور، میری آمد اور میرے تاثرات و مشاہدات

ترو جہ سے روانہ ہو کر شہر دمنہور پہنچا۔ یہاں کے محاسن بکثرت اور خوبیاں بیحد ہیں۔ اگر اس شہر کو تمام سواحل کے بلاد کا ام مدن کہا جائے تو درست ہے۔ کیونکہ سواحل پر جتنے بلاد ہیں سب کا دارو مدار اسی شہر پر ہے اس زمانہ میں اس شہر کے قاضی فخر الدین ابن مسکین تھے۔ یہ فقہائے شافعیہ میں سے تھے عماد الدین کندی اسکندریہ کے عہدہ قضائت سے معزول کر دیئے گئے تھے۔ تو ان کی جگہ یہی مامور ہوئے۔ مجھے ایک معتبر شخص سے خبر ملی ہے کہ اس عہدے کو حاصل کرنے کے لئے فخر الدین ابن مسکین نے پچیس ہزار درہم یعنی ہزار اشرفیاں صرف کیں۔

شہر فوا پر ایک نظر، ایک فرحت افزا اور پر رونق مقام

یہاں سے ہم شہر فوا روانہ ہوئے۔ یہ عجیب المنظر شہر بہت بھایا، یہ باغات کثیرہ اور فوائد خطیرہ کا حامل ہے۔ شیخ ابی النجاۃ ولی کا شہر میں مزار ہے۔ یہ بہت بڑے نامی اور کبار اولیاء اللہ میں سے تھے۔ انہیں ان ممالک کا "خبیر" کہتے ہیں۔ یہاں سے شیخ ابی عبداللہ مرشدی کا زاویہ بہت قریب ہے جنکی زیارت کے لئے میں روانہ ہوا تھا۔ شہر اور اس زاویہ کو ایک خلیج جدا کرتی ہے۔ جب میں اس شہر میں پہنچا تو

خلیج پار کر کے قبل نماز عصر شیخ کے زاویہ میں پہنچا اس وقت آپ کی خدمت میں امیر سیف الدین یلک خاصگی حاضر تھے۔ اور زاویہ کے باہر اپنے لشکر سمیت اترے تھے۔ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے اٹھ کر معانقہ کیا اور کھانا منگا کر کھلایا، وہ سیاہ بالوں کا جبہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ جب نماز عصر کی جماعت تیار ہوئی تو مجھے امام بنایا، جب تک میں وہاں موجود رہا اسی طرح برابر مجھے جماعت نماز کا امام بناتے رہے۔ جب مجھے نیند آنے لگی تو فرمایا چھت پر جاکر سو رہو موسم گرما کی وجہ سے نیچے بہت گرمی ہوتی ہے۔ میں نے امیر سیف الدین سے کہا آپ بھی چلئے چھت پر فرمایا کہ ہم صرف اپنی جگہ ہی پر سوتے ہیں غرض میں سونے گیا تو دیکھا کہ یہاں ایک بوریہ۔ ایک چمڑہ کا فرش، وضو کرنے کے لئے ایک برتن اور پینے کے پانی کا ایک گھڑا میرے لئے رکھا تھا۔ میں لیٹا اور سو گیا۔

شیخ رشدی کی کرامت اور زیارت

جس رات میں زاویہ کی چھت پر سویا خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے پرندے پر سوار ہوں۔ وہ پرندہ پہلے تو مجھے قبلہ کی سمت اڑا لے گیا۔ پھر دائیں طرف یعنی جانب مشرق۔ پھر بائیں جانب یعنی جانب جنوب۔ پھر دور تک جانب شرق اڑا لے گیا۔ اور ایک اندھیرے سبزہ زار میں اتار کر چھوڑ دیا۔ اس خواب سے میں بہت متحیر ہوا اور دل میں سوچا اگر شیخ نے میرے رویا کا مکاشفہ کیا تو بیشک وہ ولی ہی ہیں جیسے مشہور ہیں۔

فجر کی نماز کو اٹھا تو آپ نے مجھے امامت کے لئے آگے بڑھایا اس کے بعد امیر یلک شیخ سے رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوا آپ نے اسے رخصت فرمایا۔ نیز تمام حاضر زائرین کو بھی رخصت فرمایا۔ اور سب کو ناشتہ کے لئے چھوٹی چھوٹی روٹی کی ٹکیاں عنایت فرمائیں۔ جب میں اشراق کی نماز پڑھ چکا تو شیخ نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ کیا تم نے کوئی خواب دیکھا ہے میں نے بالتفصیل سارا خواب عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو حج اور زیارت نبی صلعم نصیب ہو گی۔ اور بلاد یمن۔ ملک عراق۔ بلاد ترک کی سیاحت کرو گے۔ اور ہندوستان میں میرے بھائی دلشاد ہندی سے تمہاری ملاقات ہو گی۔ یہاں تم پر ایک مصیبت بھی آئے گی۔ جس سے وہ تمہیں بچالیں گے پھر آپ نے مجھے ٹکیاں اور چند درہم عنایت فرمائے۔ اور میں رخصت ہوا اور اثناء سفر میں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئی۔ البتہ آپ کی بہت سی برکات مجھ پر ظاہر ہوئیں۔ اگرچہ سفر میں بہت سے حضرات کبار سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ مگر آپ جیسا کوئی بزرگ نہ ملا۔ سوا ہندوستان کے ایک ولی کامل سیدی محمد مولہ کے،

قاہرہ کی طرف کوچ

اب میں قاہرہ کی طرف بڑھ رہا تھا!

شیخ ابن عبداللہ المرشدی سے رخصت ہو کر میں شہر تحرار یہ میں داخل ہوا۔ اچھا شہر ہے۔ نیا نیا بسا ہے بازار بڑے خوش منظر ہیں، یہاں کا امیر کبیر القدر ہے نام سعدی ہے۔ اس کا لڑکا فرمانروائے ہندوستان کی خدمت میں رہتا ہے جس کا ذکر آگے چل کر میں کروں گا۔

اس شہر کے قاضی صدرالدین سلمانی مالکی ہیں جن کا کبار علمائے مالکیہ میں شمار ہوتا ہے یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے ملک ناصر کی طرف سے سفر عراق کیا تھا۔ اور بلاد حدبیہ کی قضائت پر مامور رہے تھے۔ ہیئت جمیلہ اور صورت حسنہ کے مالک ہیں یہاں کے خطیب شرف الدین سخاوی زمرہ صالحین میں سے ہیں۔

آبیار کا قدیم شہر اور وہاں کے عجیب رواج

اب شہر آبیار روانہ ہوا۔ یہ ایک قدیم شہر ہے۔ اور خوب سر سبز و شاداب ہے مساجد عالی شان بکثرت ہیں یہ شہر اتحرادیہ سے بہت قریب ہے دونوں شہروں کے مابین دریائے نیل واقع ہے یہاں بہت عمدہ عمدہ کپڑے بنے جاتے ہیں جو شام و عراق اور مصر میں بہت گراں قیمت پر فروخت ہوتے ہیں ایک عجیب بات یہ ہے کہ گو تحراریہ آبیار سے بہت قریب ہے مگر حیرت اس پر ہے کہ یہاں کے بنے ہوئے کپڑے تحراریہ کے باشندے بالکل نہیں پسند کرتے۔ یہاں کے قاضی عزیز الدین ملیجی شافعی سے ملاقات ہوئی۔ آپ بڑے مرتبہ کے شخص اور نہایت کریم الاخلاق ہیں۔ میں آپ کے پاس "یوم الرکبہ" میں حاضر ہوا تھا۔ یہاں کے لوگوں نے اس دن کا نام "یوم ارتقاب ہلال رمضان" رکھا ہے۔ یعنی رمضان کا چاند دیکھنے کا دن انتیسویں شعبان کو دستور ہے کہ تمام فقہا اور اعیان شہر قاضی کی ڈیوڑھی پر جمع ہوتے ہیں۔ دروازہ پر ایک شخص جس کا لقب "نقیب المتعممین" ہے پر تکلف لباس پہنے سرکاری تمغے لگائے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔ جب کوئی فقیہ یا سربرآوردہ آدمی آتا ہے تو نقیب مذکور اس آنے والے کے آگے ہو کر باواز بلند "بسم اللہ سیدنا فلاں" یعنی اس کا نام لے کر کہتا ہوا چلا جاتا ہے۔ تاکہ قاضی اور دوسرے لوگ معلوم

کرلیں کہ فلاں آدمی آیا ہے۔ پھر قاضی صاحب اور دیگر حاضرین اس آنے والے کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور نقیب اسے مناسب جگہ پر بٹھا دیتا ہے۔ جب سب جمع ہو جاتے تو قاضی اور عمائدین شہر سوار ہوتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے پیچھے شہر کے تمام لوگ مرد۔ عورتیں اور لڑکے روانہ ہو کر اس بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں جو رویت ہلال کے لئے مخصوص ہے یہاں فرش وغیرہ کل سامان تیار رہتا ہے، یہ سب چاند دیکھتے ہیں۔ اور مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے واپس آتے ہیں۔ اس وقت سب کے آگے شمعیں، قندیلیں، اور مشعلیں بکثرت روشن ہوتی ہیں۔ دکاندار سرِ راہ اپنی دکانوں میں بھی خوب چراغاں کرتے ہیں۔ سب لوگ قاضی کی معیت میں اس کے مکان تک ساتھ جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانات چلے جاتے ہیں۔ ہر سال یہ رسم دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔

شہر محلۃ الکبیرہ کی ایک خانقاہ

پھر یہاں سے شہر محلۃ الکبیرہ کی طرف چلا، یہ شہر بہت بڑا اور خوب آباد اور جامع محاسن ہے اس کا نام بھی نہایت سیدھا اور صاف ہے۔ اس شہر کا ایک قاضی قاضی القضاۃ اور امیر الامراء بھی ہے، جب اس شہر میں میرا ورود ہوا تو یہاں کے قاضی القضاۃ عز الدین ابن الاشمرین تھے۔ جو یہاں سے دو فرسخ کے فاصلہ پر بیماری کی وجہ سے ایک باغ میں مقیم تھے۔ میں ابو القاسم بن بنون مالکی تونسی جو قاضی کے نائب اور شرف الدین دمیری قاضی محلہ منوف کے ساتھ ملنے گیا، اور ایک روز وہاں قیام بھی کیا قاضی القضاۃ سے میں نے صالحین اور اولیاء کے دوران گفتگو میں سنا کہ شہر محلہ کبیرہ سے ایک دن کی مسافت پر بلاد برلس۔ اور نستر واقع ہیں۔ یہ بلاد صالحین کہلاتے ہیں۔ یہاں شیخ مرزوق صاحب مکاشفات کا مزار ہے۔ یہ سن کر میں ان شہروں میں گیا۔ اور شیخ مرزوق رحکی خانقاہ میں اترا یہاں کھجور کے باغات بکثرت ہیں، اور فواکہات کی بڑی بہتات ہے۔ دریائی پرندے بے شمار اور ایک قسم کی مچھلی جسے وہاں بلوری کہتے ہیں۔ بہت ہوتی ہے۔ جو شہر خاص حضرات صالحین کی طرف منسوب ہے اسے ملطین کہتے ہیں۔ یہ شہر اس بحیرہ پر واقع ہے جس میں نیل اور سمندر دونوں کے پانی مجتمع ہوتے ہیں۔ اس بحیرہ کا نام بحیرہ تنیس اور تستر ہے۔ بحیرہ کے قریب اسی مقام پر شیخ شمس الدین فلوی رح کے زاویہ میں فروکش ہوا جو بڑے بزرگ ہیں۔ تنیس کسی زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا لیکن اب ویران ہے۔

برلس یہ شہر دریا کے کنارہ پر واقع ہے۔

ہاتف غیب کی صدا، ایک حکایت عجیبہ و غریبہ

اور یہاں کے اتفاقات عجیبہ میں سے وہ حکایت ہے۔ جو ابو عبداللہ رازی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ یہاں کا قاضی جو منجملہ علمائے صالحین کے تھا۔ ایک مرتبہ رات کو دریا کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں وضو کر کے نماز پڑھ رہا تھا کہ کان میں یہ آواز آئی۔

لولا رجال لہم سرد یصومونا ۔ و آخرون لہم ورد یقومونا
لزلزلت ارضکم من تحتکم سحرا ۔ لانکم قوم سوء لا تبالونا

یعنی:۔

اگر ایسے لوگ نہ ہوتے جو برابر روزے رکھتے رہتے ہیں۔ اور اوراد و نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔

تو صبح کو جب تم اٹھتے تو زلزے کے جھٹکے تہ و بالا کر دیتے، کیونکہ تم برے اور ڈھیٹ لوگ ہو۔!

نماز ختم کر کے میں نے اِدھر اُدھر دیکھا، مگر وہاں کون تھا؟ کسی کی چاپ تک نہ سنائی دی۔ میں سمجھ گیا یہ ہاتف غیبی کی تنبیہ تھی۔

جدید اور قدیم دمیاط اور وہاں کے قابل ذکر واقعات

اب میں رملہ گیا وہاں سے دمیاط روانہ ہوا، یہ وسیع اور کشادہ شہر ہے۔ یہاں مکانات اور باغات عجیب ترتیب سے ہیں۔ ہر طرح کی خوبیوں سے یہ شہر مالا مال ہے طرح طرح کے پھل اور میوے ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے مکانات لب دریا واقع ہیں۔ وہ بذریعہ ڈول دریا سے پانی بھر کر استعمال کرتے ہیں۔ اکثر مکانات تو اس طرح واقع ہیں کہ ان کا ایک درجہ پانی میں رہتا ہے۔ گویا گھر کے اندر ہی دریائے نیل میں اتر جاتے اور نہا لیتے ہیں۔ یہاں موز کے درختوں کی بڑی کثرت ہے۔ لوگ کشتیوں پر لاد کر بطریق تجارت مصر لے جاتے ہیں۔ اس شہر میں بھیڑوں کی وہ فراوانی ہے کہ دن رات چھٹی ہوئی پھیرا کرتی ہیں۔ اور بکریوں کی وہ فراوانی ہے کہ اس شہر کے متعلق یہ مشہور ہے کہ دمیاط کی فصیل شیرینی اور کتے بکریاں ہیں۔

جب اس شہر میں کوئی مسافر داخل ہوتا ہے تو بلا اجازت اور حاکم کی مہر کے یہاں سے نکلنے نہیں پاتا۔ معززین کے لئے یہ طریقہ ہے کہ کاغذ کے ایک پرچہ پر مہر کر دی جاتی ہے۔ وہ اسے پھاٹک کے پہرے والوں کو دکھا دیتا ہے۔ اور عوام کے واسطے مہر صرف کلائی پر چھاپ دیتے ہیں۔ جب دروازے

سے باہر نکلنے لگتا ہے. تو اسے دربان کو دکھا دیتا ہے۔ یہاں دریائی پرندے بکثرت اور بہت موٹے تازے ہوتے ہیں۔ اور جیسا خوش ذائقہ اور بلا حلاوت یہاں بھینس کا دودھ ہوتا ہے۔ ویسا کہیں نہیں ہوتا۔ بوری مچھلی یہاں بھی ہوتی ہے۔ شام و بلادِ روم میں تجارت کے لیئے لے جاتے ہیں بیرون شہر سمندر اور نیل کے مابین ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ جسے برزخ کہتے ہیں۔ یہاں ایک زاویہ اور مسجد بھی ہے۔ یہاں کے شیخ امر بن تقل ہیں۔ بغرض دیدار شب جمعہ کو میں حاضر ہوا تھا۔ آپ کے ساتھ فقرا کی بھی ایک جماعت تھی۔ جو اخیار و ابرار پر مشتمل تھی۔ ان کی ساری رات تلاوت قرآن، عبادت اور ذکر و شغل میں بسر ہوتی تھی۔

موجودہ شہر دمیاط نیا ہے۔ اور خوب آباد ہے۔ قدیم دمیاط اب ایک ویرانے سے زیادہ نہیں، اسے ملک صالح کے زمانہ میں فرنگیوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

طائفہ اور قلندریہ کا ذکر، بانیٔ طائفہ کے حالات اور واقعات

یہاں شیخ جمال الدین الساوی طائفہ قلندریہ کے پیشوا کا زاویہ ہے۔ اس گروہ کا یہ طریقہ ہے، کہ داڑھی مونچھ اور بھویں سب منڈاتے ہیں۔ میرے زمانے میں یہاں کے شیخ فتح تکروری تھے شیخ جمال الدین ساویؒ کی داڑھی اور بھویں وغیرہ منڈوانے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ حد درجہ حسین و خوب رو تھے۔ ساوہ کی ایک عورت فریفتہ ہو گئی، پیام سلام بھیجتی اور راستے میں آپ کو چھیڑتی۔ اور آپ سے ملنے کی آرزو مند رہتی۔ لیکن یہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتے۔ جب ہر طرح سے تھک گئی تو ایک کٹنی کو مامور کیا۔ مسجد کے راستے میں عورت کا مکان تھا وہ کٹنی دروازہ پر ایک لفافہ ہاتھ میں لے کر کھڑی ہو گئی۔ جب گذرے تو اس نے عرض کیا۔ "یا سیدی آپ اچھی طرح پڑھ بھی سکتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "ہاں" تب اس نے وہ لفافہ پیش کر کے عرض کیا کہ "میرے بیٹے کے پاس سے یہ خط آیا ہے ذرا پڑھ کر سنا دیجئے" شیخ نے فرمایا "اچھا" لفافہ کھولا ہی تھا کہ کہنے لگی میری بہو کھمبے کی آڑ میں کھڑی ہے۔ ذرا آپ اسے وہاں بڑھ کر سنا دیں کہ وہ بھی سن لے بڑا کرم ہو گا۔ شیخؒ نے منظور فرمایا۔ جب آپ ڈیوڑھی کے اندر گئے تو کٹنی نے مکان کا دروازہ بند کر لیا اور وہ عورت جو فریفتہ تھی۔ سامنے نکل آئی۔ اور اس کی چھوکریاں بھی نکل کر جمع ہو گئیں، عورت نے دگاوٹ شروع کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ اب میں کسی طرح ——— نہیں بچ سکتا۔ تو اس سے کہا کہ اب تو میں تمہارے بس میں ہوں۔ لیکن ذرا بیت الخلاء ہو آؤں۔ عورت نے شیخ کو بیت الخلاء

بلا لیا۔ آپ اپنے ساتھ پانی لے کر اندر گئے۔ استرا پہلے سے پاس تھا۔ فوراً اپنی ڈاڑھی مونچھ بھویں ابرو کا صفایا کر دیا۔ اور پھر نکل آئے۔ اسے ایک قبیح صورت دیکھ کر نفرت پیدا ہو گئی اور حکم دیا کہ آپ کو باہر نکال دیا جائے۔ اس طرح اللہ نے آپ کو بچا لیا۔ چنانچہ شیخ نے اپنی وہی ہیئت قائم رکھی۔ اور آپ کے سلسلہ کے ہر شخص نے آپ کی پیروی کرتے ہوئے چار ابرو کا صفایا کر دیا۔

شہر دمیاط کے باہر ایک مزار معروف بہ شطا ہے۔ یہاں کی برکات کثیرہ بہت نمایاں اور آشکارا ہیں یہاں بلاد مصر سے لوگ بقصد زیارت حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے لئے سال میں کچھ دن بھی مقرر ہیں ان تاریخوں میں زائرین کا یہاں زبردست ہجوم ہوتا ہے۔

ایک اور منزل سفر پر قیام، امیر شہر سے ملاقات کی کیفیت

پھر میں دمیاط سے شہر فارس کو پہنچا۔ یہ شہر بھی نیل کے کنارے آباد ہے یہاں شہر کے باہر اترا مجھے امیر محسنی کا بھیجا ہوا ایک سوار ملا اور دریافت کیا کہ امیر نے آپ کا حال دریافت کیا ہے۔ آپ کے محاسن اور خوبیوں کا اسے علم ہے۔ اور آپ کے خرچ کے لئے یہ درہم بھیجے ہیں۔ اللہ برتر و بالا اس امیر کو جزائے خیر دے۔

یہاں سے میں شہر اشمون الرمان روانہ ہوا۔ اور شہر کے باہر قیام کیا۔ چونکہ اس شہر میں اناروں کی پیداوار بہت ہے اس لئے اسے "اشمون الرمان" کہتے ہیں۔ لوگ یہاں سے انار بار کر کے مصر بغرض تجارت لے جاتے ہیں۔ یہ شہر بہت پرانا۔ بڑا اور خلیج نیل پر واقع ہے۔ اس میں ایک چوبی پل بھی ہے۔ وہیں آکر ساری کشتیاں لنگر انداز ہوتی ہیں۔ جب ہر طرف سے کشتیاں آکر جمع ہو جاتی ہیں۔ تو پل کی قفلی کھولی جاتی ہے۔ جن کشتیوں کو چڑھاؤ پر جانا ہوتا ہے۔ وہ چڑھاؤ پر اور جن کو اتار پر جانا ہوتا ہے۔ وہ اتار پر روانہ ہو جاتی ہیں۔ یہاں ایک قاضی القضاۃ اور والی الاولاۃ بھی رہتا ہے۔

کشتیوں کا ایک بڑا گھاٹ

اشمون الرمان سے آگے بڑھا۔ اور شہر ممنوو میں پہنچا۔ یہ بھی دریائے نیل کے کنارے واقع ہے۔ اور کشتیوں کی بہت بڑی گذرگاہ ہے۔ اور یہاں کے بازار بہت خوش نما ہیں۔ اس شہر اور شہر محلہ کبیر کے مابین تین فرسخ کا فاصلہ ہے۔

قاہرہ میں آمد

قاہرہ کے مقامات، آثار، مشاہد، رجال اور عجیب و غریب

سمندر سے میں نیل کے راستے چڑھاؤ کی طرف بہ جانب مصر[1] روانہ ہوا۔

سمندر اور مصر کے مابین نیل کے بہت سے شہر اور قصبے پاس پاس ایک دوسرے سے بالکل متصل ملتے ہیں، مسافر نیل کو اپنے ساتھ کسی زادِ راہ کی ضرورت نہیں۔ جہاں دل چاہے اتر جائیے۔ وضو کر کے نماز پڑھئے۔ بھوک لگے تو ہر چیز موجود جو چاہے خرید لیجیے۔ اسکندریہ سے مصر تک، اور مصر سے اسوان[2] تک مسلسل بازار ملتے ہیں۔

شہر مصر میں کاروان شوق کا داخلہ

بالآخر میں مصر پہنچ گیا۔!

مصر ــــ جسے ام البلاد کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ جو فرعون ذی الاوتاد (باجبروت فرماں روا)

---

[1] مصر یوں تو بہت ہی قدیم شہر ہے۔ بلکہ دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ اہرام مصر اور ابوالہول کی قدامت کا اب تک صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکا، لیکن موجودہ قاہرہ خلافت فاطمیہ کے عہد میں تعمیر ہوا تھا، اور یہ کام ایک غلام جوہر کا کارنامہ ہے، جو سسلی کا نو مسلم تھا۔ اور جسے بارگاہِ خلافت میں وہ مرتبہ ملا جو کسی غلام کو کم ملا ہوگا۔ جوہر بہت بڑا فاتح بھی تھا۔ اس نے نہ صرف مصر چھینا۔ بلکہ بڑھتے بڑھتے شام تک پہنچ گیا، اور یہ سارے علاقے خلافت فاطمیہ کے ماتحت کر دیئے۔

جوہر کا کارنامہ صرف قاہرہ ہی نہیں ہے۔ جامع ازہر بھی ہے۔ یہ بھی اس کی یادگار ہے، جوہر پر مصر سے ایک بڑی عمدہ کتاب حسن علی ابراہیم کی شائع ہو چکی ہے۔

[2] یہ اسوان وہی جگہ ہے جسے آغا خان مرحوم نے اپنی آخری آرام گاہ قرار دیا ہے۔ یہیں ان کا مزار بنا ہے، جو ندرت تعمیر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔!

(رئیس احمد جعفری)

کا جائے قرار رہ چکا ہے۔ مضافات مصر میں، اقالیم وسیعہ اور بلاد عریضہ واقع ہیں، عمارتوں کی کثرت حد بیان سے خارج ہے۔ حسن و نضارت میں ان کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں وارد و صادر کا ہجوم رہتا ہے۔ ضعیف و توانا پہلو بہ پہلو چلتے ہیں، عالم و جاہل، درشت و بد وضع، ذہین اور غبی، حلیم و سفیہ، وضیع اور نبیہ، شریف و مشروف، منکر اور معروف امواج دریا کی طرح باہم پیوست، سب طرح کے لوگ موجود ہیں۔ شہر کی وسعت حد سے زیادہ۔ لیکن کثرت ہجوم دیکھ کر تنگ دامانی کا اندیشہ بھی معلوم ہونے لگتا ہے۔ سارے شہر پر نشاط و شباب کی کیفیت طاری ہے، کوکب اقبال منزل سعد میں فروکش ہے۔ اس ملک کی حکومت کے حلقہ اطاعت میں بڑی بڑی قومیں اور ملتیں موجود ہیں، ملک و عرب و عجم سب اس کے مطیع و منقاد ہیں۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت نیل ہے جس نے اس شہر کو روئے زمین پر امتیاز و تفوق عطا کر رکھا ہے، اور بارش سے یکسر بے نیاز بنا دیا ہے۔ اس کی زمین ایک مہینہ کی مسافت کے برابر طویل و عریض ہے، اور حد درجہ زرخیز، جو غریب الوطن یہاں آجائے پھر جانے کا نام نہیں لیتا۔

ابن جبزی نے مصر کی مدح میں کسی شاعر کے واردات بیان کئے ہیں۔

لعمرك ما مصر بمصر وانما　　هي الجنة الدنيا لمن يتبصر

فاولادها الولدان والحور عينها　　وروضتها الفردوس والنيل كوثر

یعنی:۔

مصر کیا ہے؟ مصر تو،

چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو جنت ہے۔ یہاں کے لڑکے غلمان، اور عورتیں حور کی مانند ہیں۔

یہاں کے باغات، فردوس، اور نیل آب کوثر۔

اس شہر کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ان سقوں کی تعداد جو اونٹوں پر پکھال لاد کر پانی پلاتے ہیں بارہ ہزار ہے۔ اور تیس ہزار دکانیں لکڑیوں کی ہیں۔ مصر کے نیل میں جن سرکاری اور عوامی کشتیوں کی چہل پہل اور صعید تک آمد و رفت رہتی ہے۔ اور آثار پر اسکندریہ اور دمیاط تک ان کی تعداد چھتیس ہزار ہے۔ ان کشتیوں سے طرح طرح کی خیرات۔ میراث اور مراعات جاری رہتی ہے۔ اور مصر کے مقابل دریائے نیل کے اس کنارہ پر ایک مقام ہے۔ جسے یہاں کے لوگ روضہ کہتے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ تفریح گاہ اور پر فضا مقام ہے یہاں عمائد مصر کے عمدہ عمدہ اور دل چسپ باغات ہیں۔ اہل مصر کو سرور و طرب اور عیش و نشاط بہت مرغوب ہے، ایک مرتبہ ملک ناصر کے ہاتھ میں کچھ چوٹ آگئی تھی۔ جب

اسے صحت ہوئی تو لوگوں نے نہایت اہتمام سے جشن طرب منایا۔ مجھے بھی اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا تمام شہر کے بازار آراستہ کیے گئے اور ہر شخص نے اپنی اپنی دکانیں خوب سجائی تھیں۔ اور عمدہ عمدہ ریشمی اور قیمتی کپڑے اور گراں بہا زیورات لٹکائے تھے۔ اور چراغاں کیا تھا۔ یہ بازار جشن کئی دن تک برابر گرم رہا۔

مسجد عمرو بن العاص، مدارس، بیمارستان، اور زاویئے

یہاں کے خاص مقامات میں مسجد عمرو بن العاص کبیر القدر اور شہیر الذکر چیز ہے۔ جمعہ کی نماز

لے عمرو بن العاصؓ اپنے وقت کے بہت بڑے مدبر، سیاستدان، اور فنِ حکمت کے ماہر تھے۔ اگر انہوں نے امیر معاویہ کا ساتھ نہ دیا ہوتا۔ تو شاید یزید کو اپنا جانشین بنانے اور خلافت اسلامیہ کو موروثی کر دینے کی جرأت نہ کرتے، ان کی تدبیر اور نکتہ سنجی ہی نے، عین اس وقت جب امیر معاویہ علیؓ کے ہاتھ سے شکست کھانے کے قریب تھے، اور ان کی ساری جنگی تدبیریں حسرت انگیز مایوسی پر ختم ہونے والی تھیں، عمرو بن العاصؓ نے وہ ترکیب کی کہ پانسہ پلٹ دیا۔

عمرو بن عاص کے مشورہ سے امیر معاویہ نے قرآن نیزوں پہ بلند کیا، اور استدعا کی کہ قرآن کے مطابق ثالثی سے فیصلہ کر لیا جائے۔ حق اور ناحق کی جب لڑائی ہو رہی ہو تو سوال ثالثی کا پیدا ہوتا ہے۔ نہ مفاہمت کا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ وہ ایک صوبے کے گورنر کو جو ہمیشہ سے خلافت اسلامیہ کے ماتحت رہتا چلا آیا تھا۔ یہ حق دینے کے لیے بھی تیار نہ تھے کہ اسے فریق مقابل تسلیم کر لیں۔ وہ امیر معاویہ سے جنگ اس لئے نہیں کر رہے تھے، کہ انہیں اپنا حریف سمجھتے تھے۔ اس لئے کر رہے تھے کہ ایک باغی کو سزا دینا چاہتے تھے۔ لیکن خارجیوں نے جو لشکر علی میں موجود تھے، مطالبہ کیا کہ یہ بات مان لی جائے حضرت علیؓ لاکھ لاکھ کہتے رہے قرآن ناطق میں ہوں۔ میری سنو! میری مانو! میری طرف دیکھو لیکن وہ نہ مانتے اور بالآخر امن وامان کے حامی حضرت علیؓ کو یہ بات ماننی پڑی۔

اور جب یہ حکمین تصفیہ کرنے بیٹھے تو عمرو بن العاص کو اپنی کرشمہ سنجیوں کے اظہار کا بہترین موقعہ میسر آگیا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کے وکیل سے مشورہ کیا کہ علیؓ اور معاویہ دونوں نااہل ہیں۔ اس لئے دونوں کو معزول کر دیا جائے ـــ اور یہ بات حکمین کے حدود اختیار سے متجاوز تھی ـــ اور جب اجتماع عام میں اعلان کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت علیؓ کے نمائندے کو اس کی تعظیم و تکریم کر کے بڑے ادب سے آگے بڑھایا، اور طے شدہ اعلان (باقی اگلے صفحہ پر)

یہیں ہوتی ہے۔ اس کا ایک راستہ مشرق سے مغرب کی سمت گیا ہے۔ اور مشرق کی جانب زاویہ بھی ہے۔ جس میں حضرت امام شافعیؒ درس دیا کرتے تھے۔ رہے مدرسے تو وہ حدودِ شمار سے خارج ہیں۔ کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہی زیادہ ہے۔ اور وہ شفاخانہ جو دونوں قصروں یعنی ملک المنصور۔ قلادون کی قبر کے قریب واقع ہے۔ اس کی خوبیاں احاطۂ بیان سے باہر ہیں۔ بیماروں کی راحت اور ان کے علاج کا سامان اس قدر بہتات سے ہے۔ کہ تعریف کرنے والا تعریف سے قاصر ہے اس شفاخانہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار ہے۔ یہاں زاویئے بکثرت ہیں۔ اور امراء علی العموم زاویئے بنوانے کے بڑے شوقین ہیں۔ اور ہر زاویہ فقرا کی ایک خاص جماعت کے لئے مخصوص ہے۔ اکثر فقرا عجمی ہیں یہ آدابِ سلوک اور تصوف کے بڑے ماہر اور عارف ہیں ہر زاویہ کا ایک شیخ اور مہتمم ہوتا ہے ان کی ترتیب امور عجیب انگیز ہے۔ ان کی عادت ہے کہ صبح ہوئی اور خادم ان فقرا کے پاس آتے ہیں جو زاویئے میں موجود ہیں۔ ان سے کھانے کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ جو جیسا کھانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے ویسا ہی تیار ہوتا ہے۔ پھر سب دسترخوان پر کھانا کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے روٹی اور سالن وغیرہ علیحدہ علیحدہ رکھا ہوتا ہے۔ ایک کے کھانے میں دوسرا شریک نہیں ہوتا۔ اس طرح دن میں دو مرتبہ کھانا کھلاتے ہیں۔ روزانہ کھانے کے علاوہ جاڑے اور گرمی دونوں موسموں کے کپڑے کے مصارف بھی ہر درویش کے زاویئے سے ملتے ہیں۔ اور ہر درویش کو متفرقات جیب خرچ کے لئے بھی دس درہم ماہوار سے تیس درہم ماہوار تک ملتا ہے ہر پنج شنبہ کی شب کو شکر وغیرہ شیرینی کھانے کے لئے اور صابون، دھوبی کی دھلائی۔ روشنی، حمام کرنے کی اجرت۔ روشنی کے لئے روغن زیتون اور حجامت وغیرہ کے مصارف ماسوا ہیں۔ یہ بھی سب زاویے کی طرف سے ملتے ہیں۔ یہ تمام درویش تجرد کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو درویش

(بقیہ گذشتہ صفحہ ۴۴) کرا دیا۔ پھر یہ کھڑے ہوئے اور انہوں کہا کہ علی کے نمائندے نے علی کو معزول کر دیا۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ اور معاویہ کے نمائندے کی حیثیت سے انہیں بحال رکھتا ہوں۔ اس بات پر بڑا ہنگامہ ہوا۔ لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا خلافت اسلامیہ ایک مخصوص خاندان کی جائیداد بن گئی۔

ان خدمات کے معاوضہ میں عمرو بن العاص نے امیر معاویہ سے مصر جیسے زرخیز صوبے کی گورنری کی سند اپنے نام پہلے ہی سے لکھالی تھی۔ چنانچہ وہ اس "سند" سے زندگی بھر فائدہ اٹھاتے رہے۔ عمرو بن العاص کے برعکس ان کے بیٹے عبداللہ بڑے زاہد، متقی اور عابد شخص تھے۔ شرف صحابیت سے بھی ممتاز تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

مجرد نہیں بلکہ گھر گرہستی والے ہیں۔ ان کے لیے جداگانہ زاویے ہیں۔ ان تمام درویشوں کے لیے یہ امر لازمی ہے کہ مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعۃ ادا کریں۔ اور شب کو زاویہ سے باہر ان کا کہیں نہ قیام ہو۔ اور زاویہ کے قبہ کے اندر بھی جمع ہوں ان کا روزانہ طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے خاص سجادہ پر بیٹھتا ہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد سورہ "فتح"، سورہ "ملک"، اور سورہ "عم"، کا وظیفہ پڑھتا ہے۔ پارہ پارہ علیحدہ کلام مجید تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اس کا ختم ہوتا ہے۔ جب قرآن شریف ختم ہو جاتا ہے تو اذکار و اشغال میں مصروف ہوتے ہیں۔ پھر اہل مشرق کے طریقہ پر قاری قرأت کرتے ہیں۔ اسی طرح نماز عصر کے بعد روزانہ ورد ہوتا ہے۔

زاویہ میں آنے والے نئے لوگ

جب کوئی نیا درویش زاویہ میں آتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ کمر بستہ۔ داہنے ہاتھ میں لمبی جریب جس میں نوکدار لمبی لوہے کی شیام لگی ہوئی، بائیں ہاتھ میں لوٹا اور کندھے پر جائے نماز زاویہ کے دروازہ پر پہنچا۔ دربان نے فوراً مہتمم کو اطلاع دی۔ مہتمم فوراً نکل آیا۔ اور اس سے سارا حال دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ کن کن زاویوں میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور ان کے شیوخ کا کیا نام ہے۔ جب اس کے بیان کی صحت معلوم ہو گئی تو اندر لے جاتے اور مقام مناسب پر اس کے لیے سجادہ بچھاتے ہیں۔ اور اسے طہارت کی جگہ بتاتے ہیں یہ نو وارد درویش داخل ہونے کے بعد تجدید وضو کرتا اور اپنے سجادہ پر آتا ہے اور کھڑا ہو کر دو رکعتیں نماز نفل ادا کرتا ہے۔ اس کے بعد شیخ اور تمام حاضرین سے مصافحہ کرتا اور ان کے درمیان بیٹھ جاتا ہے۔

ان لوگوں کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ جمعہ کے دن زاویے کے خدمتگار تمام درویشوں کے سجادے ان کی جگہوں سے اٹھا لے جاتے ہیں۔ اور لے جا کر ان کے لیے مسجد میں بچھا دیتے ہیں۔ جب تمام درویش جمع ہو کر شیخ کے ہمراہ مسجد میں جاتے ہیں تو ہر درویش اپنے سجادہ پر نماز پڑھتا ہے۔ نماز جمعہ کے بعد حسب عادت قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور پھر سب اکٹھے ہو کر شیخ کی معیت میں خانقاہ میں واپس آتے ہیں۔

قرافہ مصر، اور انکے مزارات

مصر میں ایک عظیم الشان قرافہ ہے۔ جسے وہاں کے لوگ بہت بابرکت سمجھتے ہیں۔ اس کی

فضیلت میں ایک روایت آئی ہے۔ جس کا قرطبی وغیرہ نے استخراج کیا ہے۔ کیونکہ وہ مقام منجملہ جبل مقطم کے ہے جس کے متعلق اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ باغات جنت میں سے ایک باغ ہے، یہاں کے باشندے قرافہ میں بڑے بڑے عالیشان گنبد، باغات اور مکانات بنوانتے ہیں۔ اور تیار کراتے ہیں۔ ان گنبدوں اور مکانات میں قاری ملازم رہتے ہیں۔ جو شب و روز نہایت خوش الحانی سے کلام مجید تلاوت کیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے یہاں کے مقابر کے قریب زاویے اور مدرسے بنوائے ہیں۔ اور بنواتے چلے جاتے ہیں۔ ہر جمعرات کو مصر کے لوگ مع عیال واطفال کے وہاں جاتے۔ اور شب باش رہتے اور نامی مزارات کی زیارتیں کرتے پھرتے ہیں۔ نیز شب برات کو بھی بہت سے لوگ زیارت کے لئے مصر آتے ہیں۔ اور دکاندار طرح طرح کے کھانے پینے اور ہر قسم کی دکانیں سجاتے ہیں،

حسین علیہ السلام کا سر مبارک

منجملہ مزارات کے یہاں ایک عظیم الشان مشہد مقدس ہے۔ یہ وہ متبرک مقام ہے جہاں حضرت امام حسینؓ کا سر دفن ہے۔ یہاں ایک بہت بڑی رباط بنی ہے۔ اس کی عمارت بڑی حیرت انگیز اور پاکیزہ ہے۔ اس کے دروازوں کی زنجیریں کنڈے اور کڑے سب چاندی کے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہئے کہ یہ مقام ہر طرح احترام واجلال کا سزاوار ہے۔

مزار سیدہ نفیسہ بنت زید بن علی بن حسینؓ

منجملہ مزارات مقدسہ جلیلہ حضرت سیدہ نفیسہ بنت زید بن علی بن حسین بن علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تربت ہے۔ یہ درگاہ مقام اجابت دعا اور بہت بڑا عبادت خانہ ہے اس مقبرہ عالی کی عمارت وساخت نہایت نادر و پاکیزہ اور بارونق و نورانی ہے۔ اور یہاں بھی ایک بہت بڑی رباط بنی ہوئی ہے۔

تربت امام شافعی رضی اللہ عنہ اور اس کا حال

منجملہ دوسرے مزارات کے امام ابن عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت بھی ہے۔ یہاں بھی ایک بہت بڑی رباط بنی ہوئی ہے۔ اس رباط کے مصارف کے لئے بہت بڑی

رقم وقف ہے۔ اس کا گنبد بدیع الاتقان اور عجیب البیان ہے۔ حد درجہ محکم اور مضبوط۔ اور گنبد کی وسعت تیس گز سے زیادہ ہے۔

دوسرے علماء اور صالحین کے مزارات مقابر پُر انوار

ان مزارات کے علاوہ قرافہ میں اور بھی بکثرت مزارات ہیں کہ جن کا حصر ممکن نہیں۔

صحابہ کرام اور اکابر اسلاف کے مزارات عالیہ و مبارکہ

بہت سے صحابہ کے مزارات بھی ہیں۔ نیز وہ مزارات بھی جو بجا طور پر صدر سلف اور خلف کہے جا سکتے ہیں۔ یہ مزارات مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم، اشہب ابن عبدالعزیز۔ اصبغ بن ابی الفرج ان کے دونوں بیٹوں عبدالحکیم اور ابوالقاسم بن شعبان اور ابو محمد بن عبدالوہاب رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ مزارات معروف اور مشہور نہیں ہیں۔ ان کی معرفت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جس پر عنایت ربی ہو، پھر ان مزارات کی شناخت اور پتہ لگانا غیر ممکن ہے۔

مصر کا دریائے نیل مصر

مصر کے دریائے نیل کو تمام دنیا کے دریاؤں پر بلحاظ اپنے پانی کی شیرینی کی فضیلت ہے کہ کسی دریا کا پانی اس قدر شیریں نہیں۔ پھر خوشبو اور ذائقہ اتنا کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ یہ دریا وسیع اور طولانی ہے۔ کوئی دریا اتنا لمبا چوڑا نہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جس قدر لوگ اس دریا سے منتفع ہوتے ہیں۔ جتنے شہر اور قصبات اس دریا کے کنارے ملے جلے اور بالترتیب آباد ہیں۔ وہ بھی اپنی مثال آپ ہے نہ دنیا بھر میں اسقدر انتفاع کسی دریا سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ کسی کے کنارے اس قدر بستیاں ہی ہیں اس کے علاوہ کوئی ندی نہیں ہے جسے دریا کہا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ — اگر تجھے اندیشہ ہو تو موسیٰ کو "یم" میں ڈال دے۔

"یم" سے مراد دریا ہے۔ دریائے نیل کے بارے میں حدیث صحیح ہے:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصل لیلۃ الاسراء الی — "رسول اللہ صلعم شب معراج میں جب سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ اس کی جڑ سے

سدرۃ المنتہیٰ فاذا فی اصلہا اربعۃ انہار نہران ظاہران ونہران باطنان فسائل عنہا جبرئیل علیہ السلام فقال اما الباطنان ففی الجنۃ واما الظاہران فالنیل والفرات۔

چار نہریں (دریا) نکلی ہیں۔ دو نہریں ظاہر کی جانب ہیں۔ اور دو اندر کی جانب۔ پس آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے ان چاروں کا حال دریافت فرمایا۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ دونوں نہریں جو اندر کی جانب ہیں۔ وہ جنت میں ہیں اور دو جو باہر کی جانب ہیں وہ نیل اور فرات ہیں"

دوسری حدیث میں ہے

ان النیل والفرات وسیحان وجیحان کل من انہار الجنۃ۔

"نیل۔ فرات۔ سیحون اور جیحون یہ جنت کی نہروں میں سے ہیں"

نیل کا بہاؤ جنوب سے شمال کی طرف ہے اور دوسرے دریاؤں کے بالکل برعکس[لے] ہے اس دریا کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ جس زمانے میں دوسرے دریا چڑھاؤ پر ہوتے ہیں۔ یہ اتار پر ہوتا ہے اور جب دوسرے دریا یعنی گرمیوں میں اتار پر ہوتے ہیں۔ نیل بے انتہا چڑھاؤ پر ہوتا ہے۔ دریائے سندھ کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ جس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔ نیل کے چڑھاؤ کا آغاز حزیران کے مہینہ میں ہوتا ہے، اسے یونیہ کہتے ہیں۔ جس سال نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوتا ہے۔ ارضی پیداوار معتدل درجہ پر ہوتی ہے۔ یعنی اس پیداوار سے خراج سلطان بیباق ہو سکتا ہے۔ اگر حد مذکورہ سے گز بھر بھی زیادہ پانی بڑھ گیا تو اس سال پیداوار کی بہت فراوانی اور آب و ہوا کی عمدگی ہوتی ہے۔ یعنی اچھی فصل ہوتی ہے۔ اور اگر کہیں اٹھارہ گز تک پانی چڑھ گیا تو اس سال تمام چیزوں میں سخت نقصان ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہوا میں بھی وبائی مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر سولہ گز سے ایک گز کم پانی چڑھا تو پیداوار میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔ یعنی اس سے خراج سلطان بھی نہیں دیا جا سکتا اور اگر سولہ گز سے دو گز کم پانی چڑھا تو پیداوار میں بہت زیادہ کمی ہو جاتی ہے۔

دنیا میں پانچ دریا سب سے بڑے ہیں۔ نیل۔ فرات۔ دجلہ۔ سیحون اور جیحون۔

ہندوستانی دریا گنگا اور جمنا کا ذکر اور اس کی ضروری تفصیل

ہندوستان میں ملک سندھ کے پانچ دریا یعنی پنج آب انہیں پانچوں دریاؤں کے مماثل ہیں۔ اور

لے خلافا لجمیع الانہار۔

دریائے گنگا جہاں ہندوؤں کا تیرتھ ہے۔ اور جلانے کے بعد اپنے مُردوں کی راکھ اس میں ڈال دیتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ یہ جنت سے نکلی ہے۔ اور جمنا بھی انہیں پانچوں ندیوں کے مماثل ہے۔ صحرائے قبچاق میں ایک دریا ہے جس کا نام اتل ہے۔ جس کے کنارہ شہر سرا آباد ہے، اور دریائے سرو جو سرزمین خطا میں ہے اس کے کنارے پر شہر خان بالق^۱ آباد ہے ان کو بھی ایسا ہی کہنا چاہیئے۔ یہ دریا شہر خان بالق کے نیچے سے بہتا ہوا شہر خنسار کے نیچے پہونچا ہے۔ پھر سرزمین چین میں شہر زیتون تک چلا گیا ہے، انشاء اللہ یہ تمام اذکار اپنے موقعوں پر آئیں گے۔

آگے چل کر دریائے نیل تین شاخوں پر منقسم ہوگیا ہے، ہر شاخ میں اس قدر کثرت سے پانی رہتا ہے کہ خواہ گرمیاں ہوں یا جاڑے بغیر کشتی کے عبور ممکن نہیں۔ ہر شہر والوں کے لئے جو نہریں دریائے نیل سے نکلتی ہیں۔ جب آب رسانی منظور ہوتی ہے تو ان سے حوض کھول دیتے ہیں، پانی خود بخود کھیتوں میں پہنچ جاتا ہے

مصر کے اہرام دبرابی، ان کے تفصیلات ضروری

اہرام بھی عجائبات میں سے ہیں۔ لوگوں نے ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اور غور و خوض کیا ہے کہ ان کی تعمیر و تاسیس کب ہوئی ہے کہتے ہیں کہ طوفان نوح سے قبل جتنے علوم ظاہر ہوئے ہیں وہ سب ہرمس اول سے لے گئے ہیں۔ ان کا مسکن سعید مصر اعلیٰ تھا جن کو خنوق کہتے ہیں۔ یہی حضرت ادریس پیغمبر علیہ السّلام ہیں انہی نے پہلے حرکات فلکیہ اور اجرام علویہ سے بحث کی ہے۔ یہی وہ پہلے شخص بھی ہیں جنہوں نے ہیکل قائم کئے۔ اور جو نمونۂ شان الٰہی تھا۔ انہی ادریس علیہ السّلام نے طوفان نوح کی پیش گوئی سے لوگوں کو ڈرایا اور اس امر کا اندیشہ کیا کہ جب طوفان نوح آئے گا تو تمام علوم نیست و نابود اور کل عمارات و کارخانے منہدم ہوجائیں گے۔ اسی طوفان سے حفاظت کے لئے اہرام و برابی قائم کئے گئے اور جملہ صنائع اور آلات کی صورتیں اور نقشے ان عمارات میں ثبت کئے اور ان عمارات میں تمام علوم مرتسم کئے تاکہ ان کو دوامی اور پائیداری حاصل رہے۔ ^۲

۱؎ یہ شہر پیکن ہے۔

۲؎ اہرام مصر کی قدامت کا زمانہ اب تک صحیح طور پر متعین نہیں ہوسکا، لیکن یہ بات متفق علیہ ہے، کہ ان کی عمر چھ ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱ پر)

مشہور ہے کہ اگلے زمانہ میں مصر کا دار العلم اور پایۂ تخت شہر منوف تھا۔ جو فسطاط سے ایک منزل کی مسافت پر ہے۔ جب شہر اسکندریہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور منوف کے تمام لوگ اجڑ کر وہاں آ بسے تو اس کی طرح اسکندریہ ملک کا پایۂ تخت بن گیا۔ یہاں تک کہ اسلام آیا حضرت عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا۔

(بقیہ گذشتہ صفحہ ۵۰ کا) یہ اہرام درحقیقت فراعنہ مصر کے مقبرے ہیں۔ فرعون کا لقب مصر کے بادشاہ کے لئے اسی طرح مقرر تھا۔ جیسے چین کے بادشاہ کو خاقان کہتے تھے۔ یہ کسی ایک شخص کا نام نہ تھا۔ خاندانی لقب تھا۔ یہ فراعنہ صرف بادشاہ نہ تھے، بلکہ ان کی مطلق العنانی نے ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ اور بعض تو ان میں سے خدائی کے مدعی بھی تھے۔ ان ہی میں وہ فرعون بھی تھا۔ جس سے حضرت موسیٰؑ کا واقعہ پیش آیا تھا، اور جو غرق دریا ہو گیا تھا۔ اس فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم تیری لاش کو "عبرۃ للناظرین" چشم بینا رکھنے والوں کے لئے سامان عبرت بنا کر باقی رکھیں گے۔

فرعون کی حضرت موسیٰ سے کشمکش ہوئی۔ وہ غرق دریا ہو گیا۔ پھر تزک و احتشام کے ساتھ پیوند زمین ہو گیا۔ تھوڑے دنوں میں اس کی لاش کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن گئی۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ ہم اس کی لاش کو محفوظ رکھیں گے۔ یہ کیا معمہ ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟۔

ہر دور کے مفسرین نے سوچا اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کو بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ اور ہر ایک نے اپنی ذہانت و فطانت کے مطابق تفسیر کی بھی، لیکن دل کو لگتی ہوئی کوئی بھی نہ تھی۔

قرآن کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسکی متعدد باتیں زمانہ کی ترقی کے ساتھ منکشف ہو جاتی ہے چنانچہ یہ بات بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں منکشف ہوئی۔ اہرام مصر کی کھدائی ہوئی۔ اور فرعون کی لاش اس میں سے اپنے تمام ساز و سامان طلائی ظروف و زیورات اور اہم ترین نوشتوں کے ساتھ برآمد ہوئی۔ اور اب ممی کی ہوئی لاش مصر کے عجائب خانہ میں اس طرح رکھی ہوئی ہے جیسے فرعون مرا نہیں سو رہا ہے۔ ناخن اور بال تک سلامت۔ جو اناج ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ وہ بھی موجود ہے۔ اور اس میں اب تک اتنی قوت نمو ہے کہ اگر بویا جائے تو اُگ سکتا ہے۔ چنانچہ گیہوں پر تجربہ بھی کیا ہے۔ اور کامیاب رہا۔ میں نے ہڑپہ (منٹگمری) آثارِ قدیمہ کے میوزیم میں برآمد شدہ گیہوں دیکھ کر اس کے منتظم سے پوچھا کیا یہ اُگ سکتے ہیں؟ اس نے جواب دیا، "نہیں"۔۔۔ لیکن کھائے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ ہڑپہ کی عمر اہرام مصر کے مقابلہ میں کافی کم ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

اور شہر فسطاط کی بنیاد ڈالی جو اب تک مصر کا پایہ تخت ہے۔ [۱]

اہرام کی عمارت نہایت سخت پتھر کی ہے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہ عمارتیں انتہائی بلند اور مخروطی شکل کی ہیں یعنی ان کی بنا چوڑی اور اوپری حصہ پتلا ہے، نیچے سے اوپر تک گول چلی گئی ہیں، ان میں دروازے بالکل نہیں، اور نہ ان کی بنا کی کیفیت کچھ معلوم ہوتی ہے، کہ کیونکر بنائی گئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ قبل طوفان حضرت نوح علیہ السلام مصر کے کسی بادشاہ نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے ضرورت پڑی کہ نیل کی جانب مغرب ان اہرام کی عمارت قائم کرے تاکہ ان میں تمام علوم، اور بادشاہوں کی نعشیں امانت رکھی جائیں۔ جب اس بادشاہ نے یہ عمارتیں بنوائیں تو نجومیوں سے دریافت کیا کہ آیا کبھی ان عمارات میں کسی عمارت کی کوئی جگہ کھود کر کھولی جائے گی یا نہیں۔ نجومیوں نے جواب دیا کہ ہاں شمال کی جانب فلاں مقام ہیں اور اس میں کھلوانے والے کا اس قدر مال خرچ ہوگا۔ تب اس بادشا

---

[۱] عہد اسلامیہ میں جب عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا تو فسطاط دار الحکومت قرار پایا، اب تک قاہرہ جیسے عظیم و جلیل شہر کی تعمیر و تاسیس نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو کئی سو سال کے بعد جوہر صقلی کے ہاتھوں عالم وجود میں آیا۔

حضرت عمرؓ کا عہد بابرکت، ہر اعتبار سے، ایک نمونہ تھا۔ مصر ان ہی کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ اور فاتح بھی عمرو بن العاصؓ تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد تک عمرو بن العاصؓ بھی دوسرے گورنروں اور حکام و عمال کی طرح مرکز کے تمام احکامات کی نہایت سختی سے پابندی کرتے، خود رائی اور خود نمائی کو دخل نہیں دیتے تھے، ہر معاملہ میں سمع وطاعت سے کام لیتے تھے۔ اگر ذرا بھی لغزش ہوتی تھی۔ تو عتاب نامہ آتا تھا، عدل و انصاف اسلامی سادگی اور سذاجت کے راستے سے ذرا بھی ہٹتے تھے تو معزولی کا پروانہ استقبال کے لئے موجود رہتا، کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی حکم خلافت منسوخ نہیں کر سکتی تھی۔

چنانچہ عمرو بن العاص نے ایک دو بار حضرت عمرؓ سے بھی الجھنے کی کوشش کی، وہ ان کی فضول خرچی، اندازِ ملوکانہ بیت المال میں پوری رقم نہ بھیجنے سے نالاں تھے۔ یہ ٹال مٹول کرتے رہتے تھے۔ جب پانی سر سے گذر گیا تو حضرت عمرؓ نے ایک لمحہ بھی تامل کے بغیر دوسرے زیادہ اہل شخص کو منصب پر مامور کر دیا۔ اور انہیں ان کے سخت احتجاج اور التجا و استدعا کے باوجود معزول کر دیا۔ حضرت عمرؓ امیر معاویہ تو تھے نہیں کہ اپنے اقتدار و اختیار کو قائم رکھنے کیلئے غلط اصولوں اور غلط بنیادوں پر دوسرے سے سمجھوتے کرتے اور انہیں انعامات و نوازشات سے مالا مال کرتے رہتے، وہ اللہ تعالے کے لئے کام کر رہے تھے، اور اللہ تعالیٰ ان کا نگہبان اور حامی و ناصر تھا۔

فسطاط کا واقعہ یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے فتح مصر کے وقت ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ جس خیمہ میں عربی زبان میں خیمہ کو فسطاط کہتے ہیں ـــ ٹھہرے تھے۔ اسے وہیں اسی حالت میں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ (باقی صفحہ ۵۳ پر)

اسی جگہ کو کھلوا کر جتنا مال نجومیوں نے بتایا تھا۔ رکھوا دیا۔ پھر تعمیر میں انتہائی جدوجہد کی۔ حتٰی کہ آٹھ سال کی مدت میں تکمیل ہو گئی۔ اور مدت تکمیل کا عرصہ بھی کندہ کرا دیا۔ اس کے استحکام کی یہ کیفیت ہے کہ کھودنے والا انہیں چھ سو برس میں بھی نہیں کھدوا سکتا، حالانکہ بہ نسبت بنانے کے کھودنا زیادہ آسان ہے۔

خلیفہ مامون نے اپنے عہد خلافت میں اہرام کی عمارتوں کو گرانا چاہا۔ لیکن بعض مشائخ مصر نے اس اقدام سے منع کیا۔ لیکن مامون الرشید ان کے کھودنے پر بضد رہا اور کھودنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ سخت آگ جلائی جاتی تھی، اور دور سے بذریعہ منجنیق آگ پر سرکہ ڈالا جاتا تھا۔ اس طرح نہایت مشکل سے کچھ رخنہ ہو سکا جو بدستور آج تک موجود ہے۔ اس میں سے کچھ تھوڑا سا مال بھی ہاتھ آیا۔ خلیفہ مذکور نے کھودنے میں جو رقم صرف کی تھی اس مال کا جو تخمینہ کرایا تو اسی قدر رقم نکلی جتنی کھودنے یا رخنہ کرانے صرف ہوئی تھی۔ مامون الرشید کو بہت تعجب ہوا۔ دیوار اہرام کا عرض ۲۰ گز چوڑا ہے۔ [1]

(بقیہ صفحہ ۵۱ گذشتہ کا) واپس آئے تو خیمے اکھڑنے لگے۔ لیکن ایسے خیمے میں انہوں نے دیکھا کہ کبوتر نے گھونسلہ بنالیا ہے، لہٰذا اسے ویسے ہی چھوڑ دیا۔ پھر یہاں ایک شہر بس گیا۔ جو فسطاط کہلایا۔ اور اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔

انسانی نفسیات کا یہ کیسا عجیب کرشمہ ہے کہ وہ جانوروں پر رحم کھاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان اس کے اقتدار و اختیار میں مزاحم ہو تو اس سے رعایت نہیں کرتا۔ یہی عمرو بن العاص جنہوں نے کبوتروں پر اتنا رحم کھایا۔ ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے پر رحم نہ کر سکے۔ وہ جس بے دردی سے قتل کئے گئے۔ اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

[1] یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ ابن بطوطہ ایک جہاں نیاں جہاں گشت تو ضرور تھا۔ لیکن نہ وہ کوئی مورخ تھا نہ ماہر طبقات الارض، نہ آثار قدیمہ کا مکتشف نہ عہد از قبل از تاریخ کی زبان کا حرف آشنا،

گو علوم اسلامیہ میں اسے درک تھا۔ لیکن نہ کوئی بہت بڑا مفسر تھا، نہ محدث، نہ فقیہہ، نہ متکلم، ؟

وہ جو کچھ قدیم عہد کے بارے میں کہتا ہے۔ وہ زیادہ تر سنی سنائی باتیں ہیں۔ جن کا تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں جو محدثین اور روایات درج کرتا ہے، وہ بھی احتیاط کے ساتھ قبول کرنے کی مستحق ہیں۔ جو باتیں سیر و سفر کے بارے میں کہتا ہے گو وہ حد درجہ دلچسپ ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں بھی کہیں تضاد پایا جاتا ہے۔ یا واقعہ سے مطابقت نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے سفر کی یادداشتیں دوران سفر میں نہیں لکھی تھیں، اختتام سفر کے کچھ عرصہ کے بعد محض یادداشت سے سارا سفرنامہ لکھ ڈالا۔ بجائے خود یہ بہت بڑا کارنامہ ہے، لیکن جہاں روایت کا سوال ہو وہاں اس کارنامہ کی عظمت کا اعتراف کرنے کے باوجود بار بار سوچنا پڑتا ہے۔ پھر مزید ستم اس کی ضعیف الاعتقادی ہے۔ ہر ولی کے بارے میں جو کچھ سنتا ہے۔ درایت نظر انداز کر کے ہر روایت بے تامل قبول کر لیتا ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

سلطان مصر کی سیرت و شخصیت، اور عادات و خصائل

جب میں مصر وارد ہوا یہاں کا بادشاہ ملک ناصر ابوالفتح محمد ابن ملک المنصور سیف الدین قلادون الصالحی تھا۔ اس کا عرف الغی تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ملک صالح نے اسے ہزار اشرفیوں کی عوض خریدا تھا یہ در حقیقت ملک قفچاق کا باشندہ تھا۔

ملک ناصر کی سیرت کریمہ اور فضائل عظمیہ بے شمار ہیں۔ اس کے شرف و عظمت کے ثبوت میں یہی کیا کم ہے کہ اس کی طرف حرمین شریفین کی خدمت منسوب ہے، اور ہر سال بہت کچھ خیرات و میرات حرمین و شریفین میں کرتا ہے، مثلاً مصر اور شام کے دروں سے جو مساکین حج کے واسطے جاتے یا بغرض ہجرت وہاں کا قصد کرتے ہیں۔ ان سب کے واسطے سلطان کی طرف سے زاد و راحلہ کا مفت انتظام ہے، یا جو شخص راستہ چلنے یا کسی اور وجہ سے معذور ہے کہ مسافت نہیں طے کر سکتا۔ اس کے لئے سفر حج کا سلطان ہی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسی کام کے لئے سینکڑوں اونٹ مقرر ہیں۔ اور قاہرہ کے باہر مقام سرباقس میں فقرا کی پرورش کے لئے ایک زاویہ تعمیر کرایا ہے، لیکن مولانا امیر المومنین ناصر الدین کہف الفقرا و المساکین خلیفۃ اللہ فی ارضہ القائم بالجہاد بنفسہ و فرضہ نے خدائے بزرگ و برتر ان کا حامی و ناصر ہو، اور ان کیلئے فتح مبین آسان کر دے، انہوں نے اپنے پایہ تخت کے ماورا جز زاویہ بنوایا ہے۔ اتقان بنا اور حسن و صنع میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی منبت اور گلکاری ایسی ہے کہ مشرقی بلاد کے تمام کاریگر اس کے بنانے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے شفا خانوں، مدرسوں اور زاویوں کی جو عمارتیں بنوائی ہیں، ان کا ذکر آگے آئے گا۔

بعض امرائے مصر کا ذکر، ایک جنگجو قوم کا تذکرہ

امرائے مصر میں ملک ناصر کا ساقی، امیر بکتیمور ہے، یہ وہی شخص ہے جسے ملک ناصر نے زہر سے مار ڈالا تھا جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ دوسری نمایاں شخصیت ارغون الدوادار ملک ناصر کے نائب کی ہے، اس کا مرتبہ امیر بکتیمور کے قریب قریب ہے، تمیر الخشط المعروف بہ حمص اخضر ہے یہ شخص اخیار امرائے مصر میں ہے، یتیموں کیلئے بہت کچھ خیرات و میرات کرتا رہتا ہے۔ نیز وہ بچے جو قاری ہوتے ہیں، انکے وظائف وغیرہ کے مصارف اسی کے ذمہ ہیں مصر میں ایک قوم حرافیش رہتی ہے چونکہ یہ الھڑ اور جنگجو قوم ہے اسلئے لوگ اسکا بڑا لحاظ کرتے ہیں، اور امیر ان پر بہت کچھ بذل و احسان کرتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ

کسی وجہ سے امیر الخشط کو ملک ناصر نے قید کردیا تھا۔ اس قوم کے ہزارہا آدمی جمع ہوگئے اور یہ جم غفیر قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔ اور سب نے یا اعرج النحس، یعنی ملک ناصر کو اے لنگڑے منحوس کی پھبتی کہہ کر ذلت سے پکارنا شروع کیا چنانچہ اسے امیر الخشط کو قید سے رہا کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ ملک ناصر نے اسے پھر قید کردیا۔ تو تمام یتیموں نے جمع ہوکر جیسا حرافیش نے کیا تھا ویسا ہی کیا۔ چوتھا شخص جمال ملک ناصر کا وزیر۔ پانچواں بدرالدین بن البابہ۔ اور چھٹا جمال الدین نائب الکرک ساتواں التقر دمور ترکی زبان میں دمور لوہے کو کہتے ہیں۔ آٹھواں بہادر حجازی۔ نواں قوسوں، دسواں بشتک یہ کل امرا افعال خیر کی طرف بہت راغب ہیں۔ اور بکثرت مسجدیں اور زاویئے بنواتے رہتے ہیں۔ انہیں امرا میں سے نواں شخص ملک ناصر کا فوجی وزیر۔ اور دسواں اس کا منشی قاضی فخرالدین قطبی ہیں۔ یہ شخص پہلے قطبی نصرانی تھا۔ پھر مسلمان ہوا اور یکسوئی سے اپنے نئے مذہب پر قائم رہا بہت خوبیوں اور فضائل کا شخص اور شاہ کے اعلیٰ مقربین میں سے ہے۔ اور خلائق تو اس کے بار احسان سے کبھی سبکدوش ہی نہیں ہوسکتی۔ نہایت مخیر شخص ہے۔ قاضی فخرالدین کی عادت تھی کہ جب کچھ دن باقی رہ جاتا تو اپنی نشست گاہ سے ملی ہوئی ایک مسجد تھی۔ جب نماز مغرب کا وقت آجاتا تو جاکر مسجد میں نماز ادا کرتا اور پھر واپس آتا۔ کھانے کا عام دسترخوان بچھتا۔ جہاں سب کو عام اجازت تھی۔ اگر کوئی مستغیث ہوتا تو سارا حال دریافت کرتا اور فیصلہ کردیتا اگر سائل ہوتا تو اپنے غلام لوط عرف بدرالدین کو حکم دیتا کہ اسے خزانچی کے پاس لے جاؤ۔ اس کے پاس وہیں درہموں کی تھیلیاں رکھی ہوتی تھیں۔ چنانچہ بموجب حکم یہ غلام خزانچی سے سائل کو درہم دلوا دیتا۔ اس وقت قاضی کے پاس فقہا کا مجمع ہوتا تھا اور بخاری شریف پڑھی جاتی تھی۔ نماز عشاء کے بعد جاکر کہیں لوگ یہاں سے رخصت ہوتے

میرے عہد کے قضاۃ مصر، اور ان کا فضل و کمال

ان میں سے قاضی القضاۃ شافعی تھا۔ سلطان کے نزدیک اس کا تمام قاضیوں سے بہت بڑا درجہ اور دربار میں بڑی قدر و منزلت تھی، ولایت مصر کے جتنے قاضی تھے۔ سب کا عزل و نصب اس کے اختیار میں تھا۔ اس کا نام بدرالدین بن جماعت تھا۔ اس کا ایک بیٹا مسمی بہ عزیز الدین ہے جو اب اپنے والد کی جگہ پر مصر کا قاضی القضاۃ ہے۔

مصر کے قاضیوں میں قاضی القضاۃ مالکیہ امام صالح تقی الدین اخنائی اور قاضی القضاۃ حنفیہ امام عالم شمس الدین حریری ہیں یہ بہت بڑے صاحب سطوت بزرگ تھے۔ اللہ برتر کے حکم میں لامتہ لائم کی ذرا پرواہ نہ کرتے۔ جملہ امرا ان سے خائف رہتے۔ مصر ہی میں ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک دن

ملک ناصر نے اپنے مصاحبین سے کہا سوا شمس الدین حریری کے میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ پھر قاضی القضاۃ حنبلیہ ہیں جنہیں نہیں جانتا۔ لیکن اتنا معلوم ہے کہ لوگ انہیں عزیز الدین کہتے ہیں۔

حنفی اور مالکی قاضی کی نشست کا تنازعہ،

سلطان ناصرؒ کا دستور تھا کہ دوشنبہ اور پنج شنبہ کو خاص اجلاس اس غرض سے فرمایا کرتے کہ رفع مظالم اور دفع شکایات اور ازالۂ جور و ستم کریں۔ ان دونوں اجلاسوں میں ہر چہار مذاہب فقہ کے قاضی بائیں جانب بیٹھتے اور تمام عرضیاں پڑھی جاتیں۔ مولانا امیر المومنین ناصر دام اللہ ایامہ کا یہ کمال عدل اور دادرسی تھی کہ آپ مستغیث سے بذاتِ خود تحقیقات فرمایا کرتے اور وہ بلا واسطہ عرض حال کرتا۔ گویا آپ نے بارگاہِ خداوندی میں قسم کھائی تھی کہ آپ کے سامنے مستغیث کے ہوتے کوئی نہ آئے گا۔ ہر چہار قضاۃ جو آپ کے بائیں جانب تشریف فرما رہا کرتے ان کا یہ مرتبہ تھا کہ قاضی شافعیہ کی عدالت اول درجہ کی ہوتی دوسرے مرتبہ کی عدالت قاضی حنفیہ کی ہوتی۔ تیسرے نمبر پہ برہان الدین ابن عبدالحق عہدہ قضا پر ممتاز ہوئے تو سلطان ناصر سے امرائے مصر نے استدعا کی کہ قاضی مالکیہ کا اجلاس قاضی برہان الدین سے اول ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پہلے بھی قاضی مالکیہ زین الدین بن مخلوف کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ ان کا اجلاس تقی ابن دقیق العید شافعیہ کے بعد تھا۔ چنانچہ سلطان نے امرا کی حسب خواہش حکم نافذ فرما دیا۔ جب یہ اطلاع قاضی حنفیہ کو ہوئی تو انہیں بہت ناگوار گذرا۔ اور عدالت میں آنے سے پہلو تہی کرنے لگے، ادھر ملک ناصر کو اپنے حکم کی مخالفت ناگوار ہوئی۔ حکم دیا کہ قاضی برہان الدین کو زبردستی مجلس قضاۃ میں لاؤ۔ جب آپ سلطان ناصر کے سامنے پیش ہوئے، تو حاجب نے قاضی مذکور کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ پر نشست کے لئے حکم سلطانی نافذ ہوا تھا۔ بٹھلا دیا۔ پھر اس کے بعد یہی نشست کا طریقہ جاری رہا۔،

مصر کے بعض علماء اور اعیان کا تذکرہ

یہاں کے نامی علماء میں سے شمس الدین اصبہانی ہیں، جو تمام دنیا میں فن معقولات کے امام مانے جاتے ہیں۔ دوسرے شرف الدین زوادی مالکی ہیں۔ تیسرے برہان الدین بن بنت الشاذلی یہ جامع حاکم میں نائب قاضی القضاۃ ہیں۔ چوتھے رکن الدین ابن القویع تونسی یکے از ائمہ معقولات ہیں۔

پانچویں شمس الدین بن عدلان کبیر الشافعی ہیں، چھٹے بہاؤ الدین ابن عقیل فقیہ کبیر ساتویں اثیر الدین

ابو حیان محمد بن یوسف بن حیان غرناطی ہیں۔ آپ کو تمام علما پر فن نحو میں تفوق حاصل ہے۔ آٹھویں شیخ صالح بدرالدین عبداللہ منوفی نویں بدرالدین صفاقس۔ دسویں قوام الدین کرمانی ہیں، آپ کی سکونت جامع ازہر کی چھت پر ہے فقہا اور قرا کا ایک گروہ آپ کی معیت میں رہتا ہے، اور مختلف علوم و فنون کا درس دیا کرتے ہیں۔

ہر مذہب کا مفتی موٹے اونی کپڑے کی عبا پہنتا اور سیاہ اونی کپڑے کا عمامہ باندھتا ہے، دستور یہ ہے کہ بعد نماز عصر تفریح گاہوں میں تنہا برائے تفریح جایا کرتے ہیں۔

علما میں ایک اور بزرگ سید شریف شمس الدین ابن بنت الصاحب تاج الدین بن حناد ہیں بارہویں منجملہ علمائے مصر فقرا کے شیخ الشیوخ مجدالدین اقصرانی ہیں آپ دیار روم کے ایک شہر موسومہ بہ اقصرا کی طرف منسوب ہیں، اور مسکن سریاقص ہے، ایک اور ہستی شیخ جمال الدین حویزائی ہے، آپ بصرہ سے تین منزل کے فاصلہ پر حویزہ مقام کی طرف منسوب ہیں۔ اسی گروہ کے علما میں دربار مصر کے نقیب الاشرف سید شریف المعظم بدرالدین الحسینی کبار صالحین میں سے ہیں۔ ایک اور شخص مجدالدین ابن حرمی وکیل بیت المال اور مدرس قبہ امام شافعی اور سولھویں نجم الدین سہرتی ہیں آپ بہت بڑے فقیہہ اور صاحب عز و جاہ ہیں۔

مصر میں یوم محمل کا شاندار نظارہ جو کبھی دیکھنے میں نہیں

مصر کے مشہور دنوں میں سے ایک دن یہ بھی ہے جس میں تمام خلقت میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے، محمل کے گشت کی تفصیلی کیفیت اور ترتیب یہ ہے کہ پہلے چار دن قاضی القضاۃ وکیل بیت المال اور محتسب ہوتے ہیں جن کا ذکر گذر چکا۔ ان کی معیت میں تمام کبار۔ فقہا۔ امرا، روسا اور جملہ ارکان سلطنت ہوتے ہیں۔ یہ سب سوار ہو کر قلعہ کے پھاٹک پر جو سلطان کا دارالامارۃ ہے، محمل کے انتظار میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر اونٹ پر محمل کی سواری نکلتی ہے، جو حجاز ایک امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا کرتا ہے۔ جسے اسی کام کے لئے سلطنت مقرر کرتی ہے، اس امیر کے ہمراہ وہ کل فوج جو محمل کے ساتھ جانے والی ہوتی ہے، جلوس میں نکالی جاتی ہے، اور جتنے سقے محمل کے ساتھ جانے والے ہوتے ہیں۔ وہ بھی سب اپنے اونٹوں پر سوار ہمراہ ہوتے ہیں، اور ہر طرح کے مردوں اور عورتوں کا بھی مجمع ہو جاتا ہے، پھر یہ سب محمل کے ساتھ مع اس جم غفیر کے جس کا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے قاہرہ اور مصر دونوں شہروں میں گشت کرتے ہیں، اور جلوس کے آگے آگے حدی خوان حدی خوانی

کرتے جاتے ہیں۔

محمل کی یہ سواری ہر سال ماہ رجب میں نکلتی ہے، اس کے نکلتے ہی لوگوں کے دلوں میں سفر حج کا ولولہ اور شوق اور عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے رحمت الٰہی شامل حال ہوتی ہے، وہ اپنے شوق، عزم میں پکا ہو جاتا ہے، اور انہماک کے ساتھ سفر کی تیاری کرنے لگتا ہے۔

پھر کوچ، پھر سفر

اب میرا ارادہ مصر سے براہ صعید سفر حجاز کا ہوا۔ جس رات مجھے مصر سے نکلنا تھا۔ اس شب کو ایک بڑی رباط میں شب باش ہوا، جسے صاحب تاج الدین نے دیر طین میں تعمیر کرادیا ہے،

دیر طین کے تبرکات نبویؐ اور ان کی تفصیل

دیر طین کی عمارت مفاخر عظیمہ اور آثار کریمہ کی حامل ہے۔ یہاں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے، اس کے علاوہ رسالت مآبؐ کی سلائی ہے، جس سے آپ سرمہ لگایا کرتے تھے۔ وہ سوجا بھی ہے جس سے آپؐ بہ نفس نفیس اپنے نعلین مبارک سی لیا کرتے تھے، علاوہ ازیں مصحف امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بھی ہے، یعنی قرآن کا وہ نسخہ جو آپ نے خود تحریر فرمایا تھا،

کہا جاتا ہے کہ مالک رباط نے ان آثار شریفہ کا ہدیہ ایک لاکھ درہم دیا تھا۔ اور اس رباط کو تعمیر کرا کے تبرکات نبویؐ اس میں رکھے تھے، خدام کی تنخواہیں اور مصارف مقرر کئے، اور جو اس رباط میں آئے یا قیام کرے، اس کے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا ——— ان آثار شریفہ کے صلہ میں اللہ تعالیٰ بانیٔ رباط کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

راستے کے مختلف پڑاؤ اور چھوٹے چھوٹے شہر

زیارت رباط سے فارغ ہو کر میں شہر منیۃ القائد میں پہونچا۔ یہ دریائے نیل کے کنارے چھوٹا سا شہر ہے،

پھر یہاں سے میں شہر بوش پہونچا اس شہر میں دوسرے بلاد مصریہ کی نسبت السی کی بہت پیداوار ہے اور نہ صرف دیار مصر میں بلکہ افریقہ کے شہروں میں بھی یہیں سے جاتی ہے۔

پھر بوش سے روانہ ہو کر شہر دلاص میں پہونچا۔ یہاں بھی السی کی بکثرت پیداوار ہے اور بوش کی طرح مصر کے شہروں اور افریقہ میں بھی یہیں سے بھیجی جاتی ہے۔

دلاص سے روانہ ہو کر شہر ببیا میں داخل ہوا اور وہاں سے چلا تو شہر بہنسا میں داخل ہوا۔

یہ شہر بہت بڑا ہے، اور اس میں بکثرت باغات ہیں۔ اور یہاں نہایت قیمتی اونی کپڑا بُنا جاتا ہے، اس شہر کے قاضی اور عالم شرف الدین ہیں۔ میں ان سے ملا۔ نہایت کریم النفس اور بہت بڑے فاضل ہیں۔ نیز یہاں شیخ صالح ابابکر عجمی سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ انہیں کے ہاں مقیم ہوا، اور انہوں نے حق ضیافت ادا کر دیا۔

شہر منیۂ ابن خصیب میں آمد، وہاں کی مسجدیں اور مزارات

بہنسا سے روانہ ہو کر میں شہر منیہ ابن خصیب میں پہونچا۔ یہ شہر نہایت وسیع اور کشادہ دریائے نیل کے کنارے واقع ہے، مضافات صعید میں جتنے شہر ہیں ان سب پر اسے تفوق حاصل ہے، اس شہر میں مدرسے، مزارات، زاویے اور مساجد بکثرت ہیں۔ اگلے زمانے میں اس شہر منیہ کا مالک مصر کا عامل خصیب تھا۔

خلیفہ کا غلام مصر کا گورنر ہو کر آتا ہے، قدرت کی کارفرمائیاں

کہتے ہیں کہ اہل مصر پر جب خلفائے عباسیہ کا عتاب ہوا تو خلیفہ نے قسم کھائی کہ —— میں تم پر ایسا حاکم مقرر کروں گا۔ جو میرے نہایت خوار و ذلیل غلاموں میں سے ہوگا۔ مقصد باشندگان مصر کو ذلیل کرنا اور سزا دینا تھا۔ چنانچہ ان صفات ذمیمہ سے موصوف ایک غلام تھا۔ جس کا نام خصیب تھا۔ پہلے یہ حمام میں لکڑیاں جلاتا اور پانی گرم کیا کرتا تھا۔ خلیفہ نے اسے حکومت مصر کی خلعت پہنائی اور امارت پر مامور کیا۔ اس کا خیال تھا کہ جب اس ذلیل اور کمینہ کو مصر کی حکومت ملے گی، تو لوگوں سے اپنی سرشت کے مطابق برتاؤ کرے گا۔ جب مصر کی عنان حکومت اس کے ہاتھ میں آئی تو اہل مصر کے حق میں یہ سراپا خیر ثابت ہوا۔ اس کے ایثار و کرم کا ڈنکا بجنے لگا۔ خلیفہ کے جو عزیز و اقارب اور دوسرے لوگ اس کے پاس مصر جاتے تو یہ ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دیتا اور حد درجہ خاطر تواضع کرتا۔ جس سے وہ اس کے گن گاتے ہوئے بغداد واپس آتے۔

اور یہ معتوب غلام فقیر ہو کر بھی لکھا پڑھا تھا با شعراء کے قصائد

ایک مرتبہ بعض بنی عباس بلا اطلاع کئے چپکے سے مصر چلے گئے، اور خلیفہ کو خبر بھی نہ ہوئی جب واپس آئے تو خلیفہ نے ان سے غائب ہو جانے کا سبب پوچھا کہنے لگے مصر میں خصیب کے پاس تھے، اور یہ بھی بتا دیا کہ اس نے یہ تحائف اور مال کثیر ہمیں پیش کش میں دیا ہے۔ چونکہ اس کا عطیہ بہت کچھ تھا۔ خلیفہ کو ناگوار معلوم ہوا۔ حکم دیا خصیب کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھیر کر اسے اندھا کر دیا۔ اور مصر سے نکال کر بغداد بھیجا۔ اور یہاں کے بازاروں میں ڈال دیا جائے۔ جب گرفتاری کا حکم جاری ہوا تو اس کو مہلت بھی نہ دی گئی۔ اپنے محل کے اندر تک جانے نہ پایا۔ باہر سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا بیش قیمت یاقوت تھا۔ اسے چھپا رکھا۔ اور رات کے وقت اسے پتے ایک کپڑے میں سی لیا۔ جب اس کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی گئی۔ اور بغداد کے بازاروں میں پھینک دیا گیا۔ تو اتفاقاً ایک روز ایک شاعر کا گذر ہوا اس نے خصیب سے عرض کیا میں بغداد سے مصر آپ کے پاس آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر گیا تھا۔ لیکن جس روز مصر میں پہونچا اتفاق سے اس دن آپ کا بغداد آنا ہو گیا۔ اب میری آرزو ہے کہ آپ اس قصیدہ کو سن ہی لیں خصیب نے فرمایا میری جو کچھ حالت ہے وہ ظاہر ہے اب قصیدہ سننے سے کیا حاصل، شاعر نے عرض کیا کہ آپ نے تو بڑے بڑے انعامات دیئے ہیں۔ جن کی جزا خدا کے ذمہ ہے۔ میرا مدعا اب صرف سنانے کا ہے۔ موجودہ حالت کے لحاظ سے ظاہر ہے بھلا میں آپ کو کچھ نہ دینے کا کیا الزام دے سکتا ہوں۔ خصیب نے کہا، اگر یہی خوشی ہے تو سناؤ۔ چنانچہ شاعر نے قصیدہ مذکور کا پہلا شعر پڑھا۔

انت الخصیب وھذہ مصر ! فتدفقا فکلا ھما بحر

خصیب تیری جود و سخا امواج دریائے نیل کے مانند ہے، اور ان دونوں نے سرزمین مصر کو سرسبز و شاداب کر دیا ہے،

جب شاعر قصیدہ پڑھتے پڑھتے آخر شعر پر پہنچا تو خصیب نے کہا میرے کپڑوں میں فلاں مقام پر جو سلائی ہے اسے ادھیڑ ڈال۔ چنانچہ شاعر نے تعمیل حکم کی۔ اس میں سے وہ بیش بہا یاقوت نکلا جسے اس نے چھپا رکھا تھا خصیب نے شاعر سے کہا یہ لے لو، شاعر نے انکار کیا اس پر خصیب نے اسے قسم دلائی اور کہا یہ تو لینا ہی پڑے گا چنانچہ شاعر نے لے لیا، اور بازار میں جوہریوں کے پاس لے گیا۔ جوہریوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ اتنا قیمتی یاقوت سوائے خلیفہ کے دوسرا نہیں خرید سکتا۔ اس لئے خلیفہ تک اس کی خبر پہونچائی

گئی۔ خلیفہ نے حکم نافذ کیا کہ شاعر حضور میں حاضر ہو۔

خصیب کا حسرتناک انجام، خلیفہ کی ندامت اور پشیمانی

جب یہ حاضر ہوا تو یاقوت کی متعلقہ کیفیت بالتفصیل دریافت کی۔ شاعر نے بے کم وکاست سارا حال بیان کر دیا۔ اس پر خلیفہ کو اپنے اس حکم پر جو خصیب کے متعلق نافذ کیا تھا۔ سخت افسوس ہوا اور حکم دیا کہ خصیب کو حاضر کیا جائے۔ وہ لایا گیا تو بہت سے انعامات دیکر دریافت کیا کہ کیا مانگتے ہو جو مانگو دیا جائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے شہر منیہ عطا کر دیا جائے۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کی خواہش پوری کی۔ اور اپنا وعدہ وفا کیا۔ پھر اس نے یہیں سکونت اختیار کی۔ اور وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے پس ماندگان وارث ہوئے، یہانتک کہ ان کا زمانہ بھی گذر گیا۔

جس زمانہ میں ابن خصیب منیہ تھا تو فخر الدین نویری مالکی وہاں کا قاضی اور وہاں کا والی شمس الدین نویری مالکی تھا۔ یہ بہت بڑے خیر وکرم کا شخص تھا۔

حمام میں مادر زاد ننگے نہانے کا دستور

میں یہاں اتفاقاً ایک دن حمام میں چلا گیا دیکھا کہ جو لوگ حمام میں نہانے آتے ہیں۔ سب ننگے مادر زاد نہاتے ہیں مجھے یہ فعل نہایت ناگوار گذرا۔ والی شہر یعنی شمس الدین سے آکر شکایت کی کہ یہاں کے لوگ حمام میں بے ستر داخل ہوتے ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اچھا آپ ٹھہریئے اور حکم دیا کہ تمام حمامیوں کو حاضر کرو جب سب حمامی حاضر ہوئے تو اس نے ان سے اس امر کے مچلکے لئے کہ اگر کوئی شخص بے ستر بغیر لنگی باندھے حماموں میں داخل ہوا تو سب کو سزا دی جائے گی۔ اور ان پر سختی اور تشدد کیا۔

کاروانِ شوق کی تیز گامی

راہِ حجاز کے دیار و امصار اور قریات کے نظارے

منیہ ابن خصیب سے میں نے رخت سفر باندھا، اور پھر اپنی اصل منزل مقصود کی طرف بڑھا۔ راستے میں پہلا شہر منلوی تھا۔

دریائے نیل سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، یہاں کے قاضی فقیہہ شرف الدین امیری ہیں۔ کبار شہر زیادہ تر بنی فضیل کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے ایک بڑی جامع مسجد بنائی ہے، جس کی تعمیر میں کافی دولت صرف کی ہے، اس شہر میں گیارہ کارخانے گنے کا رس نکالنے اور شکر بنانے کے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کا دستور ہے کہ مسکینوں، محتاجوں اور فقیروں کو منع نہیں کرتے۔ یہ لوگ کارخانے میں آتے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں سے تازی روٹی پکوا کر لاتے ہیں۔ جس کڑھاؤ میں شکر کا قوام پکایا جاتا ہے، اس میں ان روٹیوں کو تھوڑی دیر چھوڑ دیا جاتا ہے، جب ان میں خوب شکر چمٹ جاتی ہے تو نکال لاتے اور کھاتے ہیں۔

قصبہ منفلوط اور وہاں کا ایک تحیّر خیز واقعہ

شہر منلوی سے روانہ ہو کر میں شہر منفلوط میں پہونچا۔ یہ لب دریائے نیل واقع اور بارونق شہر ہے، یہاں کی عمارتیں بہت اچھی ہیں[1]۔

اس شہر کے باشندوں سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ملک ناصر نے ایک بہت بڑا محکم الصنعتہ اور بدیع الانشاء منبر مسجد حرام زاد اللہ شرفاً و تعظیماً میں رکھنے کے لئے تیار کرنے کا حکم دیا کہ کشتی پر رکھ کر براہِ دریائے نیل چڑھاؤ کی جانب روانہ کیا جائے، تاکہ وہ کشتی بحر جدہ میں پہنچ جائے، اور پھر وہاں

---

[1] مصر جدید کے مشہور ادیب اور صاحب طرز انشا نگار مصطفیٰ المطفی یہیں کے بسنے والے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

سے مکہ معظمہ پہونچا دیا جائے۔ جب یہ ممبر سے بار کشتی شہر منفلوط کے نیچے پہنچی اور جامع مسجد کے مقابل ہوئی تو گو ہوا موافق تھی مگر آگے نہ بڑھی اس بات سے لوگوں کو تعجب ہوا جو لوگ اس کشتی پر سوار تھے، وہاں پڑے رہے، اور سوچنے لگے کہ کشتی لے کر آگے کس طرح بڑھیں، یہاں تک کہ اس کی خبر ملک ناصر کو کی گئی جب ملک ناصر نے یہ حال سنا تو مطلب سمجھ گیا، اور حکم دیا کہ وہ ممبر منفلوط کی جامع مسجد میں نصب کر دیا جائے چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی، میں نے اس ممبر کی زیارت کی ہے

اس شہر میں میں نے ایک خاص چیز بکتی دیکھی جو شہد سے مشابہ ایک چیز ہے، اسے گیہوں سے نکالتے اور بازاروں میں بیچتے ہیں۔ اس کا نام انہوں نے نید لکھا ہے، اس کی مصر کے بازاروں میں بکری ہوتی ہے،

میں اسیوط پہنچتا ہوں

منفلوط سے میں اسیوط روانہ ہوا۔ یہ شہر رفیع، اسواق بدیع کا حامل ہے، یہاں کے قاضی شرف الدین بن عبدالرحیم تھے۔ یہ درحاصل ماثم، کے نام سے ملقب ہیں۔ شہر بھی اسی لقب سے مشہور تھا۔ اس لقب کی اصلیت یہ ہے کہ ممالک مصر و شام میں جس قدر رقمیں اوقاف، صدقات اور وارد و صادر مسافرین کے مصارف کے لئے ہیں ان سب کا قضاۃ سے تعلق رہتا ہے، جس شہر میں کہیں سے جو فقیر و محتاج آتا ہے، وہ اس شہر کے قاضی کے پاس چلا جاتا ہے، قاضی جس قدر مناسب سمجھتا ہے، اسی قدر اس کی کفالت کرتا ہے، اسی بنا پر فقیر لوگ قاضی شرف الدین کے پاس بھی آتے تھے، ان کی عادت یہ تھی۔ کہ جب ان کے پاس کوئی محتاج جاتا تو کہہ دیا کرتے "حاصل ماثم" یعنی حاصلات میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے ان کا یہی لقب دے دیا۔ اور ان پر ایسا چپکا کہ اب تک اسی لقب سے مشہور ہیں۔

اس شہر کے مشائخ اور فضلائے صالحین میں شیخ شہاب الدین ابن الصباغ ہیں ایک دن ان شیخ صالح نے اپنے زاویہ میں میری ضیافت بھی کی تھی۔

شہر اخمیم اور اس کے آثار قدیمہ کا حال

اب میں شہر اخمیم میں پہونچا۔ یہ شہر بہت بڑا قدیم اور عجیب شان کا ہے۔ اس میں بربی کی نامی عمارت بھی ہے، جو اخمیم بربی کے نام سے مشہور ہے، اس کی تعمیر پتھر کی ہے اور اس کے اندر خطوط قدیمہ

میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے، اب تک پڑھا نہیں جا سکا کہ کیا لکھا ہے، اس میں آسمانوں اور ستاروں کے نقشے بنے ہوئے ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عمارت بربی اس زمانہ میں بنائی گئی ہے۔ جس زمانہ میں نسر طائر برج اقرب میں تھا۔ علاوہ ازیں طرح طرح کے جانوروں اور دیگر اشیاء کی تصویریں ہیں۔ ان کے متعلق لوگوں کے مختلف بیانات ہیں۔ جو قیاس میں نہیں آتے۔ اور نہ قابل اعتبار ہی ہیں۔ ؎۱

اس شہر میں ایک شخص تھا جسے لوگ خطیب کہتے تھے، اس نے بربی کا کچھ حصہ ڈھا دیا تھا۔ اور اس نے پتھروں سے ایک مدرسہ بنوایا تھا۔ اس شخص کی دولت مندی کا ہر زبان پر چرچا ہے، حاسدوں کا بیان ہے کہ انہی بربای کی بدولت اسے یہ مال ہاتھ لگا۔

یہاں میں شیخ ابی العباس بن عبدالظاہر کے زاویہ میں اترا اسی میں ان کے دادا عبدالظاہر کا مزار بھی ہے، ان کے کئی بھائی ہیں، ناصر الدین۔ مجدّ الدین۔ اور واحد الدین۔ ان کا دستور ہے کہ سب جمعہ کی نماز کے بعد جمع ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ خطیب نورالدین اور ان کے بیٹے اور قاضی شہر جو کہ فقیہہ ہیں۔ اور تمام شہر کے دوسرے لوگ مجمع میں شریک ہو کر قرآن خوانی کرتے، اور عصر کی نماز تک ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد سورہ کہف کا دور ہوتا ہے، پھر سب اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

شہر ہو، وہاں کا مدرسہ اور دستور عام، میرے سفر حج کے متعلق ایک پیش گوئی

شہر اخمیم سے شہر ہو میں آیا۔ یہ بہت بڑا شہر اور دریائے نیل کے کنارے واقع ہے، یہاں میں شیخ تقی الدین ابن السراج کے مدرسہ میں اترا اور تمام لوگوں کو دیکھا اس مدرسہ میں روزانہ صبح کی نماز کے بعد پہلے قرآن شریف کی ایک منزل پڑھتے ہیں، اور پھر شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کے اوراد اور ان کی حزب البحر کا دور ہوتا ہے، یہاں سید شریف ابو محمد عبداللہ الحسنی کبار صالحین میں سے ہیں۔

ان بزرگ سے برکت حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا براہ جدہ۔ حج بیت الحرام کا قصد ہے، آپ نے فرمایا کہ بالفعل تم اس راہ سے حج نہ کر سکو گے تمہیں واپس چلا جانا چاہیئے، تمہارا جب پہلا حج ہو گا تو درب شامی سے ہو گا۔ میں واپس

؎۱ درحقیقت مصر کا چپہ چپہ قدیم ترین آثار و نقوش کا گہوارہ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

آیا۔ اور آپ کے ارشاد عالی پر کچھ عمل نہ کیا۔ اور بدستور اپنے سفر میں مصروف رہا۔ حتیٰ کہ عیذاب پر پہنچ گیا۔ لیکن اب آگے چلنے کی قوت نہ رہی۔ ناچار پھر واپس آنا پڑا۔ اس کے بعد ملک شام کے سفر کا اتفاق ہوا، الغرض براہِ درب شام میرا پہلا حج ہوا۔ اور بالآخر شیخؒ کی پیش گوئی صادق آئی۔

ایک صاحب کرامت بزرگ کا شہر

پھر میں شہر ہو سے روانہ ہو کر شہر قنا میں پہونچا۔ اگرچہ یہ شہر بہت چھوٹا ہے، لیکن اس کے بازار نہایت اعلیٰ اور خوبصورت ہیں، اس شہر میں صاحب براہین عجیبہ اور کرامات مشہورہ ایک ولی اللہ عبدالرحیم قناویؒ کا مزار ہے، میں نے ان ولی کامل کے پوتے شہاب الدین احمد کو مدرسہ سیفیہ میں دیکھا ہے،

باغوں، مدرسوں، اور بازاروں کا شہر قوص

قنا سے شہر قوص آیا۔ یہ شہر بہت بڑا اور خیرات عمیمہ کا معدن ہے۔ اس کے باغات سرسبز و شاداب ہیں بازار خوبصورت اور بارونق ہیں۔ مساجد حد سے زیادہ ہیں۔ مدرسوں کی کوئی انتہا نہیں، بلاد صعید کے اعلیٰ احکام اسی شہر میں رہتے ہیں۔ شہر کے باہر زاویے ہیں۔ ایک شیخ شہاب الدین بن عبدالغفار کا زاویہ ہے، یہاں ہر سال فقرا اور متجردین کا ماہ رمضان میں بڑا مجمع لگتا ہے۔

قوص کے اکابر علماء، فقہاء، صلحاء، اور ان کے تذکار جمیلہ

یہاں کے نامی گرامی علماء میں جمال الدین ابن السدید ہیں۔ اور یہاں کے خطیب فتح الدین ابن دقیق العید ان کاملین فصحا اور بلغا میں سے ہیں۔ جو میدان فصاحت و بلاغت میں سب سے سبقت لے گئے ہیں۔ دنیا میں ان جیسا فصیح و بلیغ شخص سوا دو شخصوں کے نہیں دیکھا۔ ایک بہاء الدین عبری مسجد حرم کے خطیب اور دوسرے حسام الدین شاطی شہر خوارزم کے خطیب ان کا ذکر آگے آئے گا۔

مشہور علمائے شہر میں سے فقیہ بہاؤالدین بن عبدالعزیز مدرسہ مالکیہ کے مدرس ہیں اور فقیہ برہان الدین اندلسی بھی ہیں۔ آپ کا ایک بہت بڑا زاویہ بھی ہے،

شہر اقصر میں میری آمد، ایک مزار ایک زاویہ

پھر میں قوص سے شہر اقصر میں پہنچا گو یہ شہر نہایت چھوٹا ہے، مگر خوبصورت ہے یہاں عابد صالح

ابی الحجاج اقصری کا مزار ہے اور مزار مبارک پر ایک زاویہ بھی بنا ہوا ہے۔

اب شہر ارمنت آیا یہ بھی چھوٹا سا شہر دریائے نیل کے کنارے آباد ہے۔ یہاں باغات بکثرت ہیں۔ قاضی شہر نے میری دعوت کی تھی لیکن اس کا نام بھول رہا ہوں۔

شہر اسنا اور ادفو میں آمد

پھر شہر اسنا آیا یہ بہت بڑا اور وسیع شہر ہے یہاں کی سڑکیں بہت چوڑی، اور بڑا پر منافع مقام ہے، زاویے، مساجد اور مدارس بکثرت ہیں، مزار نہایت خوبصورت اور خوش وضع ہیں، اور باغات ہرے بھرے۔ یہاں کے قاضی القضاۃ کا نام شہاب الدین ابن مسکین ہے۔ انہوں نے میری مہمان نوازی اور بڑی عزت کی اور اپنے ماتحت قضاۃ کے نام احکام صادر فرمائے کہ میرے ساتھ اکرام سے پیش آئیں۔

یہاں کے مشاہیر فضلا میں سے شیخ صالح نورالدین علی اور شیخ صالح عبدالواحد مکناسی ہیں۔ یہ شیخ اب تک شہر قوص میں ایک زاویہ کے قوص میں مالک ہیں۔

پھر میں شہر اُدفو پہونچا۔ اس شہر اور شہر اسنا کے مابین ایک رات دن جنگل سے ہو کر راستہ ہے، اب میں شہر اعطوانی سے براہ نیل گیا، اور یہاں سے اونٹ کرایہ پہ لئے۔ ہم قوم دغیم کے عرب قافلہ کیسا تھ ایک بڑے جنگل کے راستہ روانہ ہوئے۔ جس میں گو کہیں آبادی کا نشان نہ تھا، مگر راہزنوں سے بالکل محفوظ تھا۔ اسکی ایک منزل میں جو ہم اترے تو وہ مقام حمیثرا تھا۔ یہیں حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی کا مزار ہے، اس سے پہلے ہم آپکی کرامت کے ضمن میں آپکے وصال کا حال بیان کر چکے ہیں، حمیثرا کی سرزمین میں بکثرت کفتار ہیں۔ جب یہاں شب کو ہمارا قیام ہوا تو ساری رات انہیں سے لڑتے گذری، باوجود اسقدر حفاظت کے میرے اسباب کے قریب ایک گرن پہاڑ کر اس میں سے کھجوروں کا تھیلا لے گیا۔ صبح ہوئی تو وہ تھیلا تو پھٹا پڑا ہوا ملا، اور کھجوریں کھا ڈالیں تھیں۔

شہر عیذاب، یہاں کے باشندے اور دوسرے حالات

پھر پندرہ دن کی مسافت طے کرنے کے بعد ہم شہر عیذاب پہنچے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے، اور اس میں مچھلی اور دودھ بافراط ہوتا ہے۔ لیکن ہر قسم کی غلہ کی جنس اور کھجوریں یہ سب صعید مصر سے آتی ہیں۔ اس کے باشندے بجاۃ[1] قوم کے ہیں، ان کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ زرد چادر اوڑھتے ہیں۔ اور

---

[1] بربر قوم کا ایک حصہ۔

سروں میں انگل بھر کی چوڑی زرد پٹی باندھتے ہیں۔ ان لوگوں میں لڑکیوں کی وراثت کا رواج نہیں۔ ان کی غذا اونٹنی کا دودھ اور سواری گھوڑے ہیں۔ اور اپنی بولی میں گھوڑے کو صہب کہتے ہیں۔ ایک تہائی شہر پہ تو ملک الناصر کی حکومت ہے، اور ملک کا دو تہائی حصہ بجاۃ کے قبضہ میں ہے، اس کا نام حَدَرَبی ہے،

شہر عیذاب میں ایک مسجد ہے جو قسطلانی کی طرح منسوب ہے، یہ اپنی برکات کے باعث بہت مشہور ہے۔ اس مسجد کی زیارت سے میں مشرف ہوا ہوں۔ اور استفادۂ برکت کیا ہے۔ اس شہر میں شیخ صالح موسیٰ بھی تھے۔ اور شیخ کبیرالسن محمد مراکش بھی۔ غالباً یہ محمد مراکش وہی ہیں۔ جو مراکش کے ملک مرتضیٰ کے بیٹے تھے۔ ان کی پچانوے سال کی عمر ہوگی، جب ہم عیذاب میں پہنچے تو بجاۃ کے ملک حدرابی اور ترکوں سے جنگ ہو رہی تھی۔ حدربی نے ترکوں کی بہت سی کشتیاں غرق کر دی تھیں، اور ترک اس کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس جنگ کی وجہ سے ہم آگے دریا میں سفر نہ کر سکے، آخر کار جو کچھ ہمارے پاس سامان سفر تھا۔ اسے فروخت کیا۔ اور جن عربوں کے اونٹ ہم نے کرایہ کئے تھے، ان کے ساتھ صعید مصر کی طرف واپس ہوئے۔ پھر شہر قوص میں جس کا اوپر ذکر گذر چکا ہے پہنچے۔ اور وہاں سے نیل میں اترے اور براہِ دریا روانہ ہوئے۔ اتفاقاً وہ زمانہ دریا کے چڑھاؤ کا تھا۔ آٹھ دن میں قوص سے مصر پہنچے۔

بلادِ شام کا سفر

مصر میں ایک رات گذار کر میں نے رخت سفر شام کے لئے باندھا، یہ واقعہ وسط ماہ شعبان ۷۲۶ھ کا ہے[1]۔

بلبیس میں میرا ورود یہاں کے باغات وغیرہ

آخر طے مسافت کے بعد شہر بلبیس[2] میں میرا ورود ہوا۔ یہ شہر بہت کشادہ اور وسیع ہے، یہاں باغات بھی بکثرت ہیں۔ یہاں کسی ایسے شخص سے ملنا نہیں ہوا، جو کوئی خاص اہمیت رکھتا ہو۔

مقام صالحیہ میں آمد

بلبیس سے چل کر میں ایک مقام صالحیہ میں پہونچا، یہاں سے ریگ زار کا سلسلہ شروع ہوا اور اسی میں سفر جاری رکھنا پڑا۔

راستے کی منزلیں اور کارواں سرائیں

راستے میں جو منزلیں آئیں، اور جن کارواں سراؤں میں ٹھہرنے یا جن کے پاس سے گذرنا پڑا، وہ یہ ہیں۔

موادہ ــــ واردہ ــــ مطلب ــــ عریش ــــ اور خرویہ،

ان میں سے ہر منزل پر مسافروں اور راہ پیماؤں کے لئے ایک "فندق[3]" موجود ہے، جسے یہ لوگ "خان[4]"

---

[1] مطابق ۱۳۲۶ء [2] یہ بہت قدیم شہر ہے، تورات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند دلبند یوسف علیہ السلام کے پاس جاتے ہوئے یہاں اترے تھے۔ [3] آج کل "فندق" ہوٹل کو کہتے ہیں۔ [4] خان عربی میں سرائے کیلئے آتا ہے۔

کہتے ہیں، ان کارواں سراؤں میں مسافر قیام کرتے ہیں، اور اگر ان کے ساتھ سواری کے جانور ہوں، تو ان کے رکھنے کا بھی انتظام ہے،

سرائے کے باہر ایک تالاب موجود ہے، جس سے حسب ضرورت پانی لیا جا سکتا ہے، اپنے لئے بھی اور اپنے جانوروں کیلئے بھی، نیز "حانوت" [1] بھی موجود ہیں۔ جہاں سے عام ضروریات کی تمام چیزیں بآسانی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ جن کی مسافروں کو اپنے یا اپنی سواری کے جانوروں کے لئے ضرورت ہو۔

چنگی اور کسٹم کا انتظام

یہاں سے آگے بڑھ کر ایک مقام آتا ہے جسے قطیا کہتے ہیں۔

اس مقام کو کسٹم چوکی کہنا چاہیے، مسافروں میں جو لوگ سوداگر ہوتے ہیں۔ ان کی بہت اچھی طرح تلاشی لی جاتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں سختی اور تشدد سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، پھر کارپردازانِ حکومت چنگی بھی جتنی مناسب سمجھتے ہیں وصول کر لیتے ہیں۔ ان کاموں کو سرانجام دینے کے لئے یہاں دیوان، عمال، منشی، اور گواہ، غرض پورا عملہ موجود رہتا ہے، یہاں کسٹم اور چنگی کے طور پر ہر روز جو رقم وصول ہوتی ہے، وہ ایک ہزار دینار طلائی سے کم نہیں ہے،

اس جگہ اس بات کا بھی بڑا اہتمام ملحوظ ہے کہ جب تک پروانہ راہداری موجود نہ ہو، نہ شام کا کوئی شخص حدود مصر میں داخل ہو سکتا ہے نہ مصر کا شام میں یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مسافروں کی جان اور مال کو ضرر اور خطرے سے محفوظ رکھا جائے، نیز عراق کے جاسوسوں سے بھی احتیاط مدنظر تھی کہ دھوکے دھڑی سے آمد ورفت کا نتیجہ خطرناک نہ ہو۔

عربوں کو اس راستے کی حفاظت کا ذمہ دار بنا دیا گیا ہے، تاکہ کوئی شخص چوری چھپے اِدھر سے اُدھر نہ ہو جائے اور مال تجارت پار نہ کر دے،

قاعدہ یہ تھا کہ رات ہونے کے بعد، ساری ریت کو اچھی طرح سطح کر دیتے تاکہ اس پر کسی طرح کا نشان یا باقی نہ رہ جائے۔

پھر صبح کو افسر اعلیٰ گشت کرتا، اگر اسے کوئی نشان پا نظر آ جاتا ہے، تو وہ ان عربوں سے جو راستے کی حفاظت کے ضامن تھے مطالبہ کرتا کہ فوراً اس کے تعاقب میں جائیں۔ اور جس طرح بھی ہو اسے پکڑ لائیں۔ عرب محافظ نو

---

[1] حانوت عربی میں دکان کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد جنرل اسٹور ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

فوراً ہی تعاقب میں روانہ ہوجاتے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوتا اسے گرفتار کرلاتے پھر افسر اعلیٰ جو سزائیں مناسب سمجھتا دیتا۔

میں جب یہاں وارد ہوا تو یہاں کا افسر اعلیٰ عزالدین تھا۔ یہ اپنے اوضاع واطوار کے اعتبار سے بہت اچھا آدمی تھا۔ اور مجھ پر بہت زیادہ مہربان تھا۔ اس نے میری مہمانداری کی، میرے اعزاز واکرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور مجھ سے ایک پائی بھی وصول کئے بغیر سارے سامان کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی یہی سلوک میرے ساتھیوں کے ساتھ بھی کیا۔

عزالدین کا پیشکار عبدالجلیل مغربی تھا۔ یہ باشندگان مغرب[1] کو خوب پہچانتا تھا۔ مغربیوں میں سے جو مسافر اوپر سے گذرتا اس سے سوال کرتا کہ وہ کس شہر کا رہنے والا ہے؟ اس سوال کا مقصد رفع اشتباہ تھا، کیونکہ مغربیوں سے قطیا کی چوکی پر کوئی محصول کسی قسم کا نہیں لیا جاتا تھا۔

شہر غزّہ میں آمد، غزّہ کے احوال وکوائف، اور مسجد جامع

یہاں سے رخصت ہوکر میں شہر غزّہ میں پہونچا، یہ شام کا سب سے پہلا شہر ہے، اور مصر سے بالکل متصل ہے، یہ نہایت وسیع اور کشادہ شہر ہے، عمارتوں کی اتنی کثرت ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، بازار نہایت خوبصورت اور سجے ہوئے، مسجدیں بھی بہت سی، اس شہر کی کوئی فصیل نہیں ہے، یہاں کی قدیم مسجد جامع تورعنائی اور حسن وجمال میں اپنی مثال آپ ہے۔ آج بھی جس مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے، اسے امیر معظم جاولی نے تعمیر کرایا ہے، یہ نہایت پائدار اور مضبوط ومستحکم عمارت ہے، اس کا منبر سفید سنگ رخام کا ہے،

اس شہر کا منصب قضا بدرالدین حورانی کے ہاتھ میں ہے، مسند درس کو علم الدین ابن سالم زینت بخشتے ہیں، اعیان بنوسالم کا شمار اس شہر کے اکابر میں ہوتا ہے، بیت المقدس کے قاضی شمس الدین بھی بنو سالم میں سے ہیں۔ اور بڑے پایہ کے شخص مانے جاتے ہیں۔

---

[1] مغرب سے مراد مغرب اقصیٰ، یعنی افریقہ کا وہ علاقہ ہے، جس میں بلاد بربر اور اندلس شامل ہیں۔ یعنی تونس، لیبیا، مراکش، طنجہ اور افریقہ کے وہ سارے شہر جو حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے تھے۔

(رئیس احمد جعفری)

مسافر کے قدم غزہ سے آگے بڑھے اور میں دیارِ خلیلؑ، یعنی ابراہیمؑ (صلے اللہ علی نبیاو علیہ وسلم تسلیمات) میں داخل ہوا،

یہ شہر کچھ زیادہ وسیع نہیں۔ لیکن اپنی عظمت، مرتبے اور قدر کے اعتبار سے دیار و امصار پر بالا ہے، یہ منبع نور ہے۔ یہیں سے وحدانیت کی تجلی پھوٹی، یہ شہر حسن و منظر کے اعتبار سے لاجواب ہے، اس کی تاریخ اپنے دامن میں کیسے کیسے عجیب اور حیرت انگیز، سبق آموز، اور روح پرور واقعات رکھتی ہے، یہ ایک وادی میں واقع ہے، یہاں کی مسجد اپنی رو کاری، صنعت کاری، پائداری اور استحکام، خوش نظری اور دیدہ زیبی، بلندی اور رفعت میں بے مثل ہے، یہ ساری سنگی ہے، اور اینٹوں کی طرح ایک پتھر دوسرے سے پیوست ہے، جن پتھروں سے یہ بنائی گئی ہے، ان میں ایک پتھر تو اتنا بڑا ہے کہ اس کا ہر پہلو ۲۷ بالشت کا ہے، کہا جاتا ہے، کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے جنوں کو اس مسجد کی تعمیر کا حکم دیا تھا۔

اندرونِ مسجد کا غار اور مقابرِ انبیاء عجیب و غریب مشاہدات

اندرونِ مسجد میں ایک غار ہے۔ جس کی تقدیس کے بارے میں روایات مشہور ہیں۔ یہیں حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت اسحاقؑ۔ اور حضرت یعقوب علیہ السّلام (صلوٰت اللہ علی نبیاو علیہم) کی قبریں ہیں، اور ان قبروں کے عین سامنے تین اور قبریں ہیں جو ان کی ازواج صالحات کی ہیں۔

دیوار قبلہ سے متصل اور اس کے داہنے جانب ایک مقام ہے جس کے زینے سنگِ رخام کے ہیں یہ راستہ ایک صحن تک جاتا ہے، جس کا فرش سنگ رخام کا ہے، اس میں تین اور قبریں ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

یہ قبریں انبیا علیہم السلام کی قبروں کے محاذات میں سے ہیں، یعنی تناسب قائم رکھنے کے لیے ان کی تعمیر کی گئی ہے، غار کی طرف جانے کا ایک راستہ بھی ہے، جو آج کل بند ہے۔

میرا اس جگہ کئی مرتبہ آنا ہوا۔

مزار حضرت ابراہیم خلیل اللہ

جن اہلِ علم نے اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ ان تینوں مقدس قبروں کا یہاں ہونا بالکل درست اور تحقیق شدہ ہے، انہوں نے جعفر رازی کی کتاب المسمیٰ، بہ المفسر القلوب عن صحة قبر ابراہیم و اسحٰق و یعقوبؑ سے روایت نقل کی ہے، اور ابوہریرہؓ سے سندلی ہے جن کی روایت ہے کہ علی بن جعفر رازی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حبیب شب معراج میں میرا بیت المقدس جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت جبرئیلؑ کی معیت میں حضرت ابراہیمؑ کے مزار پر میرا گذر ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہاں اتریئے اور دوگانہ ادا فرمایئے۔ یہاں آپ کے جد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزار ہے، پھر اسی طرح بیت لحم پر میرا گذر ہوا۔ یہاں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہی فرمایا کہ یہاں آپ کے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد ہے۔ اتریئے اور دوگانہ ادا فرمایئے پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام صخرہ کی طرف لے گئے۔ الخ۔

جب یہاں معلم صالح امام برہان الدین جعبری خطیب سے جو نہایت سن رسیدہ بزرگ اور یہاں کے مشاہیر ائمہ اور زبردست علما میں سے ہیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار مبارک کے متعلق تصحیح چاہی کہ آیا یہاں ہے، یا نہیں تو انہوں نے فرمایا جن اہل علم سے میری ملاقات ہوئی ہے ان سب نے اس امر کو بالصراحت فرمایا ہے، یہ سب قبریں حضرت ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ازواج صالحات کی ہیں۔ اس امر پر سوا اہل بدعت کے کوئی جرح نہیں کرتا، اور چونکہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، اس لئے برابر سلف سے خلف تک سب کو نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک امام اس غار میں داخل ہوئے۔ اور حضرت سارہؓ کے مزار کے قریب کھڑے ہوئے تو اسی وقت ایک بڈھا آدمی بھی اس غار میں داخل ہوا۔ اور امام سے جو حضرت سارہؓ کے مزار کے قریب کھڑے تھے دریافت کیا۔ ان مزارات میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کون سا مزار ہے؟ امام مذکور نے حضرت سارہؓ کے مزار کے پاس کھڑے کھڑے اس مزار کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جس کی نسبت تھی۔ پھر ایک نوجوان غار میں داخل ہوا اور اس نے بھی پہلے دونوں داخل ہونے والوں کی طرح دریافت کیا۔ اسے بھی آپ نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد فقیہ مذکور نے فرمایا میں اس

امر کی شہادت دیتا ہوں کہ یہ مزار بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ہے بعد ازاں فقیہ مذکور نے مسجد میں آ کر نماز فجر ادا کی اور اپنی راہ لی۔

مزار حضرت یوسف و لُوط علیہما السّلام

اسی مسجد میں حضرت یوسف علیہ السّلام کا بھی مزار ہے، اور حرم خلیل کی مشرقی جانب ایک ٹیلہ پر حضرت لوط علیہ السّلام کی تربت ہے، اس ٹیلہ سے شام کی سرحد نظر آتی ہے مزار مذکور پر ایک نہایت دل کش عمارت ہے، اس عمارت کے ایک درجہ میں مزار ہے یہ درجہ نہایت سفید اور زدیدہ زیب ہے۔ مزار پر کسی طرح کی آڑ نہیں۔ یہاں ایک بحیرہ ہے، جسے "بحیرۂ لوط" کہتے ہیں۔ اس کا پانی کڑوا ہے، کہتے ہیں یہی مقام "دیار قوم لوطؑ" ہے حضرت لوط علیہ السّلام کی تربت مبارک کے پاس "مسجد الیقین" نام کی ایک مسجد ہے، جو ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے، اس مسجد پر جو نور اور روشنی محسوس ہوتی ہے۔ وہ یہاں کے سوا اور کہیں نہیں محسوس ہوتی۔ مسجد مذکور کے جوار میں صرف ایک مکان ہے، اس میں اس مسجد کا منتظم رہتا ہے، مسجد کے دروازے پر ایک گہرا اور سنگین مقام ہے، اس میں ایک چھوٹی سی محراب بنی ہے، جہاں صرف ایک شخص نماز پڑھ سکتا ہے، دوسرے کی گنجائش نہیں کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے، جہاں قوم لوطؑ کے ہلاک ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا تھا۔ اس وقت سجدہ کرنے پر مقام سجدہ کو کسی قدر جنبش ہوئی، اور تھوڑا سا زمین میں دھنس گیا تھا۔

فاطمہ بنت حسین بن علی علیہم السّلام کی قبر مبارک کی زیارت

اسی مسجد کے قریب ایک نشیب ہے، اس میں حضرت فاطمہ بنت حسین ابن علی علیہما السلام کی قبر ہے، اس مزار کے سرہانے اور پائینتی سنگ مرمر کی دو لوحیں نصب ہیں۔ ان میں سے ایک میں بخط بدیع یہ عبارت منقوش ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝	بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝
لله العزة والبقاء وله ما ذرا وبرا على خلقه كتب الفناء وفي رسول الله اسوة هذا قبر ام سلمة فاطمة بنت الحسين رضي الله عنه ۔	اللہ ہی کے واسطے غلبہ اور بقا ہے جو ظاہر ہوا اور عالم وجود میں آیا وہ اسی کا ہے اسی نے اپنی مخلوق کے لئے فنا کا حکم لکھا آں حضرتؐ کی ذات ایک اسوۂ حسنہ ہے، یہ قبر ام سلمہ فاطمہ بنت حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ہے۔

دوسری لوح پر یہ عبارت مرتسم ہے وہ یوں ہے :۔

صنعه محمد ابن ابی سهل النقاش بمصر	یہ مصر کے رہنے والے محمد بن ابی سہل نقاش کی دست کاری
اسکنت من کان فی الاحشاء مسکنه بالرغم منی بین التراب والحجر	ہے آپ کی جگہ میرے دل میں تھی۔ مگر وائے بدبختی کہ آپ نے پتھر اور مٹی کو اپنا مسکن بنالیا"
یا قبر فاطمة بنت ابن فاطمة	اے فاطمہ ابن فاطمہ کی بیٹی،
بنت الائمة بنت الانجم الزهر	ائمہ کی بیٹی، روشن اور درخشاں ستاروں کی بیٹی۔
یا قبر ما فیك من دین ومن ورع	اے قبر، دین، تقویٰ، عفت، نگہداشت اور
ومن عفاف ومن صون ومن خفر	حیا، کون سی چیز ہے جو تیرے اندر دفن نہیں ہے ؟

بیت المقدس کی زیارت، بیت اللحم کی زیارت، مزار حضرت یونس علیہ السلام

یہ جہاں گرد، دیار خلیل سے مقام بیت المقدس پہونچا راستہ میں حضرت یونس علیہ السلام کی تربت کی زیارت کی، یہاں ایک بہت بڑی عمارت بنی ہے، اور ایک مسجد بھی ہے، راستہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مولد مبارک یعنی بیت اللحم کی زیارت بھی کی۔ یہاں کھجوروں کی شاخ کا ایک نشان موجود ہے، اور مقام ولادت پر بہت بڑی عمارت موجود ہے، عیسائی اس مقام کی بہت عظمت کرتے، اور جو شخص یہاں اترتا ہے اس کی ضیافت اور مہمانداری کرتے ہیں۔

پھر یہاں سے ہم بیت المقدس پہنچے۔ یہ مسجد دنیا کی ان تین بزرگ ترین مسجدوں میں سے ہے، دوسری مساجد پر فضیلت حاصل ہے، یہی وہ مسجد ہے جہاں سے رسول اللہ صلعم نے آسمان کی طرف صعود فرمایا اور معراج سے مشرف ہوئے۔ یہ شہر بہت بڑا اور وسیع ہے مکان اس طرح خالص پتھر سے بنے ہوئے ہیں، کہ ایک پتھر دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔ جس زمانہ میں سلطان صلاح الدین ابن ایوب نے اللہ بر ترا سے اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے۔ یہ شہر فتح کیا تو شہر پناہ کو بعض مقامات سے ڈھا دیا تھا لیکن پھر ملک ظاہر[1] نے بعض منہدمہ مقامات کو اس خوف سے غارت کردیا کہ مبادا قوم روم[2] حملہ آور ہو اور شہر پناہ ہونے کی وجہ سے اسے اپنی حفاظت میں سہولت ہو۔ اس سے پہلے یہاں کوئی نہر نہ تھی۔ لیکن اب میں امیر سیف الدین تنگیز امیر دمشق نے یہاں پانی پہونچا دیا ہے۔

---

[1] سلطان صلاح الدین ایوبی کا جانشین [2] یعنی عیسائی۔ (رئیس احمد جعفری)

مسجد مقدس دنیا کی سب سے بڑی عبادت گاہ

یہ مسجد خوبصورتی اور دل آویزی کے اعتبار سے دنیا کی عجیب ترین مسجدوں میں شمار ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ تمام عالم کی مساجد میں سے کوئی مسجد اس سے بڑی نہیں، مشرق سے مغرب تک اس کا طول سات سو باون گز مالکی ہے، اور قبلہ سے سامنے کے رخ یعنی شمال و جنوب چار سو پینتیس گز عرض ہے۔ اس کے ہر سہ اطراف بہت سے دروازے ہیں اور قبلہ کی طرف ایک دروازے کے علاوہ اور کوئی دروازہ میرے علم میں نہیں، اسی دروازہ سے امام داخل ہوتا ہے۔ تمام مسجد بغیر چھت کے ایک میدان ہے، البتہ مسجد اقصیٰ نہایت مضبوط مسقف اور اس کی عمارت نہایت پائیدار و مستحکم ہے، تمام سونے کا کام اور نہایت اعلےٰ درجہ کی رنگ آمیزی کی ہوئی ہے، علاوہ ازیں اور بھی کئی مسقف مقامات ہیں۔

قبہ صخرہ اور سپر حمزہ رضؓ ایک نہایت محکم عمارت

عجیب و غریب اور مستحکم ترین عمارات میں سے قبۃ الصخرہ کی عمارت ہے۔ گویا تمام خوبصورتیوں اور جملہ نادر کاریوں کا مخزن ہے، یہ وسط مسجد میں کچھ بلندی پر واقع ہے، اور سنگ رخام کے زینے ہیں جن سے ان پر چڑھتے ہیں، اس کے چار دروازے اور دائرے ہیں۔ اندر اور باہر بڑی خوبی کے ساتھ سنگ رخام سے مفروش ہے۔ اسی طرح قبہ کے اندر سارا فرش سنگ رخام کا نہایت صنعت کاری سے بنایا گیا ہے، الغرض اس قبہ کا سارا دائرہ صنعت کی وہ حیرت انگیز تصویر ہے جس کے بیان سے زبان عاجز ہے، اس کا بڑا حصہ سونے سے ڈھکا ہے، جس کی جلا اس قدر روشن اور چمکدار ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، اور شاعر و نثار اس کی خوبیوں کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ قبہ صخرہ کے وسط میں بڑا پتھر ہے جس کا آثار نبوی صلعم میں ذکر آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم اس پتھر سے آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے، یہ پتھر بالکل ٹھوس ہے، اور اس کی بلندی قد آدم کے برابر ہے، اس پتھر کے نیچے ایک غار ہے۔ جیسے ایک چھوٹی سی کوٹھری، اس کی بلندی بھی قد آدم ہے، اس میں زینہ سے اترتے ہیں، اور اندر ایک محراب کی شکل بنی ہے، اور اس پر نہایت مستحکم دوہرے کٹہرے لگے ہیں، ایک کٹہرہ جو پتھر کے قریب ہے، وہ لوہے کا ہے، اور اس میں عجیب و غریب صناعیاں اور کاریگریاں ہیں، اور دوسرا کٹہرہ لوہے والے کٹہرہ کے اوپر لکڑی کا ہے۔ اس قبہ کے اندر ایک بہت بڑی سپر لٹکی ہے، لوگوں کا گمان ہے کہ یہ سپر حضرت حمزہ رضؓ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ہے،

قدس کے بعض مشاہد:۔ وادی جہنم وغیرہ گہوارہ عیسیٰ[۱] مزار مریم[۲]

یہاں وہ مکان بھی ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہیں سے آسمان پر چڑھے تھے، اور شہر بیت المقدس کے مشرق میں ایک بلند ٹیلہ پر ایک وادی ہے، جو وادی جہنم کے نام سے معروف ہے، مشاہد میں سے رابعۂ بدویہ کا مزار ہے جو بادیہ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ وہ مشہور رابعہ عدویہ نہیں ہیں، بطن وادی میں ایک کنیسہ ہے، اس کی مسیحی بہت عظمت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا مزار وہیں ہے۔ ایک اور کنیسہ بھی ہے اس کی بھی مسیحی بہت تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن اس عظمت کی جو وجوہ بیان کرتے ہیں محض افترا ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار وہیں ہے، کنیسہ مذکور کی زیارت کو لوگ بہت دور دراز مقامات سے آتے ہیں۔ اور ہر مسیحی زائر کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے، جو اس کی زیردستی کی علامت کے طور پر لیا جاتا ہے، یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گہوارہ کی جگہ ہے جسے لوگ بابرکت سمجھتے ہیں۔

قدس کے اکابر اور فضلا

قدس کے فاضلوں میں ایک بزرگ علامہ شمس الدین محمد قاضی ابن اسلم غزی ہیں، یہ غزہ کے رہنے والے ہیں، ان کا شمار یہاں کے کبار رجال میں ہے، دوسرے بزرگ قدس کے خطیب فاضل صالح عمادالدین نابلسی، مفتی شہاب الدین محدث طبری مدرس مالکیہ اور خانقاہ کریمہ کے شیخ ابوعبداللہ محمد ابن مثبت غرناطی نزیل القدس ابوعلی حسن المعروف بالمحجوب جو کبار صالحین میں سے ہیں، اور کمال زہد تقوی سے متصف ہیں عابد و زاہد و صالح شیخ کمال الدین مراغی۔ شیخ صالح و عابد ابوعبدالرحیم، عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ اہالی ارض روم میں سے اور مریدین میں سے تاج الدین رفاعی ہیں۔ انھوں نے اپنے شیخ کی صحبت بھی پائی ہے، اور انہیں سے خرقہ تصوف بھی پہنا ہے،

عسقلان میں داخلہ

بیت المقدس کی زیارت اور وہاں کے آثار و مشاہد اور مزارات و مقابر کی دید سے فارغ ہو کر، میں سرحد عسقلان کی زیارت کو روانہ ہوا،

یہ شہر ایک ویرانہ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، اب یہاں جو کچھ باقی ہے، وہ کھنڈرات کے سوا کچھ نہیں، نہ وہ آبادی ہے، نہ شادابی، نہ مضبوط و مستحکم عمارتیں، نہ بلند و بالا قلعے۔

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جو عسقلان سے — اس کے عہد عروج میں — ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہو، وہ کون سی خوبی تھی۔ جو اس خرابے میں نہیں تھی۔ یہاں کی عمارتیں شکوہ و رفعت اور استحکام و پائیداری میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، بری اور بحری ہر اعتبار سے یہ شہر مایۂ ناز اور قابل صد افتخار تھا۔ خوب روئی اور رعنائی میں اس سے ٹکر لینا آسان نہ تھا[1]،

عسقلان کے ویرانہ میں مسلمانوں کے آثار باقیہ

راس حسین علیہ السلام

یہاں وہ مقام مبارک بھی ہے، جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک قاہرہ لے جائے جانے سے پہلے

---

[1] یہ شہر صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ شیر دل کے درمیان صلیبی جنگوں کے زمانے میں میدان کارزار بھی رہا ہے، اس کی بحری حیثیت بہت عظیم تھی، اور یہاں عیسائی بھی خاصی تعداد میں آباد تھے، اسی لئے رچرڈ کی خواہش تھی کہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرے۔

محاربات صلیبی کی تاریخ میں یہ شہر ایک ناقابل فراموش حیثیت کا مالک ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

لایا گیا تھا۔ یہ ایک بلند مقام پر واقع ہے، جہاں ایک خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے، پانی کے لئے کنواں بھی ہے، دروازے پر جو کتبہ لگا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی عبیدیؔ نے تعمیر کرایا ہے،

مسجد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس مشہد مزار کے سامنے ایک بہت بڑی مسجد ہے جو مسجد عمرؓ کے نام سے مشہور ہے اب یہ بالکل منہدم ہے، صرف دیواریں اور ستون باقی ہیں جو سنگ رخام کے ہیں۔ اور بہ لحاظ خوبصورتی و زیبائی کے بے مثل ہیں، یہ مسجد مقام قائم اور مقام حصید کے مابین واقع ہے،

جہاں عسقلان میں بہت سی چیزیں قابل دید ہیں، خاص طور پر یہاں کے عجائبات میں سے سرخ ستون ہے لوگ کہتے ہیں کہ اسے نصاریٰ اپنے ملک میں اٹھالے گئے تھے، لیکن وہاں سے خود بخود گم ہو گیا، اور عسقلان میں اپنی جگہ پر موجود ملا، اس مسجد عمرؓ میں ایک باؤلی ہے جو چاہ ابراہیم کے نام سے معروف ہے اس میں اترنے کے لئے چوڑی سیڑھیاں جن کے ذریعہ باولی کے اندر کے مکانات میں بھی جاتے ہیں، باؤلی کے ہر چہار طرف چشمے جاری ہیں، یہ پتھروں سے پٹے ہوئے ہیں، اس کا پانی نہایت شیریں ہے، لیکن زیادہ گہرا نہیں لوگ اس باولی کے بہت سے فضائل بیان کرتے ہیں۔

شہر عسقلان کے باہر ایک مقام ہے جسے "وادی نمل" کہتے ہیں، یہاں کے باشندے کہتے ہیں کہ یہ وہی "وادی نمل" ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے، عسقلان کے صحرا گنج شہدا ہیں[۲] یہاں بکثرت اولیائے کرام کے اور شہدا کے مزارات ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ اس زیارت گاہ کے منتظم نے ہمیں ان سب کا پتہ نشان بتا دیا تھا۔ موصوف کے لئے شاہ مصر کی طرف سے وظیفہ مقرر ہے، اور جو زائرین یہاں حاضر ہوتے ہیں، اور خیرات و نذر کرتے ہیں، وہ بھی اسی کو ملتا ہے،

۱؎ جیسے ہندوستان میں خاندانِ غلاماں نے فرمانروائی جاہ و جلال کے ساتھ عرصہ تک کی، اسی طرح مصر میں بھی ایک خاندان غلاماں برسر اقتدار آیا اور شان و تجمل سے داد فرمانروائی دی، یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہے کہ غلام بھی مسند خسروی پر بیٹھ جاتے ہیں۔

۲؎ دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا ۔ سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن ۔ نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

(رئیس احمد جعفری)

فلسطین میں داخلہ

اب میں شہر رملہ یعنی فلسطین میں وارد ہوا، یہ شہر بہت وسیع اور کشادہ ہے، یہاں کے بازار خاص طور پر جاذب انگیز واقع ہوئے ہیں۔

یہاں ایک مسجد "جامع البیض" کے نام سے مشہور ہے، یہاں کی سرزمین پر کم و بیش تین سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ یہاں کے کبار فقہا میں مجدالدین نابلسی خاص طور پر مشہور و معروف ہیں۔

نابلس میں آمد، نابلس کی مخصوص مصنوعات اور پھل،

فلسطین کی سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر میں ایک دوسرے شہر نابلس میں پہونچا۔ یہ شہر بھی خاصا بڑا ہے ساتھ ہی ساتھ انتہائی زرخیز اور شاداب بھی۔ درختوں کی کثرت ہے۔ نہروں کا جیسے ایک جال بچھا ہوا ہے، یہاں زیتون کی پیداوار بہ افراط کی ہے، بلاد و شام میں کہیں اور اتنی نہیں، چنانچہ روغن زیتون یہیں سے مصر اور دمشق تک جاتا ہے، یہاں ایک طرح کی گھاس ہے، جس سے ایک طرح کی مٹھائی بھی بنائی جاتی ہے، اسے "حلواء الخروب" کہتے ہیں۔ جو بکثرت دمشق وغیرہ لے جایا جاتا ہے، یہاں ایک طرح کا خربوزہ بھی ہوتا ہے، یہ ایسا لذیذ ہوتا ہے، کیا کہنا شہر کی جامع مسجد نہایت دلکش اور مستحکم ہے، اور اس کے وسط میں میٹھے پانی کا ایک حوض بھی ہے۔

شہر عجلون

شہر نابلس سے میں شہر عجلون میں آیا۔ یہ بڑا اچھا اور خوبصورت شہر ہے یہاں بکثرت باغات ہیں ایک وسیع قلعہ بھی ہے۔ شہر کے درمیان سے میٹھے پانی کی ایک نہر نکلی ہے، [1]

---

[1] درحقیقت یہ کہ شام کے شہر خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، ویرانہ بن چکے ہوں یا آباد ہوں اپنی رعنائی اور زیبائی میں بے مثل ہیں، اسی لئے اسے جنت الشرق کا نام دیا گیا ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

امین امّت

ابو عبیدہ بن جرّاح

اور

صحابی رسول معاذ بن جبل رض کے مزارات

عجلون شہر میں کچھ عرصہ قیام کر کے اور وہاں کے آثار و مشاہد کی زیارت کر کے میں نے لاذقیہ کا ارادہ کیا چنانچہ لاذقیہ جانے کے ارادہ سے رخت سفر باندھا، اور چل کھڑا ہوا۔

اثنائے سفر میں میرا گذر غور کی طرف ہوا، یہ دو پہاڑیوں کے مابین ایک وادی ہے، اور یہیں ابو عبیدہ بن الجراح امین امت کی قبر ہے [1] عقیدت کی آنکھوں سے میں نے اس مزار بابرکات کی زیارت کی،

یہاں ایک زاویہ بھی ہے جس کی طرف سے مسافروں کے قیام و طعام کا بندوبست کیا جاتا ہے، چنانچہ ہم نے رات یہیں گذار دی۔

---

[1] حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بہت بڑے صحابی تھے، اسلام کے راستے میں سرفروشی اور جاں نثاری کے جو نمونے انہوں نے قائم کئے ہیں۔ وہ رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ ان کے خلوص، دیانت اور ایمانداری کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں "امین ھذا لا مت" یعنی امین ملت اسلامیہ کا خطاب فرمایا تھا۔ فتوحات اسلامی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے، اور فتح شام میں تو یہ سب سے زیادہ نمایاں ہیں،

حضرت عمرؓ نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت انہیں کے بارے میں فرمایا تھا۔

"اگر آج ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو بے تامل بار خلافت میں ان کے دوش پر رکھ دیتا" (رئیس احمد جعفری)

غور میں حضرت ابو عبیدہ کے مزار کی زیارت سے فارغ ہو کر اور وہاں ایک رات گذار کر ہم ایک دوسرے مقام پر پہونچے جس کا نام قصیر تھا۔

اس جگہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، [1]

اس مزار کی زیارت سے بھی ہم سعادت اندوز ہوئے،

شہر عکہ[2] اور اس کی ناقابل فراموش تاریخی عظمت

پھر ساحل ساحل سفر کرتا ہوا میں شہر عکہ میں پہونچا۔ یہ ایک ویران شہر ہے۔ کسی زمانے میں فرنگیوں کے ملک شام میں جتنے شہر تھے، ان سب کا یہی پایۂ تخت اور لنگر گاہ تھا۔ یہ شہر قسطنطنیۂ عظمیٰ سے مشابہ ہے اس کے جانب مشرق ایک چشمہ ہے، جس کا نام "عین البقر" ہے، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے اسی چشمہ سے گائے نکالی تھی۔ اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ لوگ انہیں سے اس چشمہ میں اترتے ہیں یہاں ایک مسجد بھی تھی۔ جس کی یادگار اب صرف ایک محراب باقی رہ گئی ہے،

مزار حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہاں حضرت صالح علیہ السلام کا مزار مبارک بھی بیان کیا جاتا ہے،

---

[1] حضرت معاذ بن جبل اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کے مرویات بخاری، مسلم، اور دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں، امویوں کی ستم آرائیوں کا نشانہ بننے سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

——————— (رئیس احمد جعفری)

[2] صلیبی جنگوں کے زمانے میں، اور خاص طور پر سلطان صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ شیر دل کے زمانے میں یہ شہر بھی بڑے بڑے معرکے، ایسے معرکے جن کی نظیر چشم فلک نے کم دیکھی ہوگی دیکھ چکا ہے۔

عیسائیوں نے اس کے استحکام کے لئے اپنی پوری قوت صرف کردی تھی۔ اور اس کام میں یورپ کے تمام بادشاہ — شہنشاہ فرانس، شاہ جرمنی، بادشاہ انگلستان شاہ پولینڈ وغیرہ ——————— دل و جان سے شریک تھے اور دامے درمے قدمے سخنے، ہر طرح سے حصول مقصد میں مساعی تھے، اس سلسلہ میں مشہور عیسائی مورخ لین پول نے جو واقعات لکھے ہیں، وہ حد درجہ دلچسپ اور سبق آموز ہیں، افسوس تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

——————— (رئیس احمد جعفری)

شہر صور، عظمت رفتہ کا ایک ویرانہ

عکہ سے میں شہر صور پہونچا، اب یہ ایک خرابہ ہے، البتہ بیرون شہر ایک گاؤں ہے وہ آباد ہے، اس کے باشندے اکثر شیعہ ہیں۔ یہاں مجھے ایک تالاب پر جانے کا اتفاق ہوا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مقامی شخص تالاب پر وضو کرنے کے لئے آیا۔ پہلے اس نے پاؤں دھوئے پھر منہ دھویا، نہ کلی کی نہ ناک میں پانی ڈالا اور پھر سر کے کسی قدر حصہ کا مسح کیا۔ میں نے سوال کیا۔ کہ تم نے یہ کس طرح کا وضو کیا؟ اس نے جواب دیا عمارت کی ابتداء بنیاد سے ہوتی ہے۔

یہ وہی شہر صور ہے جو قلعہ بندی اور تحفظ میں ضرب المثل تھا۔ اس لئے کہ یہ تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا ہے، اس شہر میں صرف دو دروازے ہیں، ایک دروازہ خشکی کی طرف سے اور ایک بحری جانب خشکی کے دروازہ کی چار فصیلیں ہیں جو اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ اور ہر فصیل کے لئے آڑیں ہیں۔ بحری دروازہ کی حفاظت کے لئے دو بڑے بڑے عظیم الشان برج ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ صور اپنی بنیاد و اساس، اور عظمت و رفعت کے اعتبار سے ساری دنیا میں اپنی مثال آپ ہے، کیونکہ اسے تین طرف سے سمندر گھیرے ہوئے ہے، اور چوتھی طرف ایک دیوار ہے، اس دریا میں جس قدر کشتیاں آتی ہیں۔ سب اسی دیوار کے نیچے لنگر انداز ہوتی ہیں۔ یا ان دونوں برجوں کے سامنے لنگر انداز ہوتی ہیں۔ ان دونوں برجوں کے سامنے ایک زنجیر بینڈی تنی رہتی ہے، جب تک یہ گرا نہ دی جائے باہر کا آدمی نہ اندر آسکتا ہے۔ اور نہ اندر کا باہر جاسکتا ہے، اس مقام پر سپاہی اور امین تعینات رہتے ہیں۔ ان کی اطلاع بغیر نہ کوئی شخص آسکتا ہے، اور نہ جاسکتا ہے۔ عکہ کی بندرگاہ بھی ایسی ہی ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اس کے گھاٹ پر بڑی کشتی نہیں آسکتی صرف چھوٹی کشتیاں اس مقام پر ٹھہرتی ہیں۔

شہر صیدا، ایک پر شکوہ ساحلی شہر

پھر صور سے میں شہر صیدا پہونچا۔ یہ شہر بھی بہت اچھا ہے، اور سمندر پر آباد ہے، یہاں میوہ جات کی پیداوار بہت ہے، انجیر کشمش اور زیتون یہاں سے بلاد مصر تک جاتا ہے، یہاں کے قاضی کمال الدین الشمونی کے یہاں ٹھہرا، یہ حد درجہ خلیق اور کریم النفس شخص ہیں۔

شہر طبریہ، آثار گذشتہ کے مشاہد

صیدا سے میں شہر طبریہ پہونچا، یہ پرانے زمانے میں بہت بڑا شہر تھا۔ لیکن اب صرف چند آثار باقی رہ گئے ہیں جن سے اس کی گذشتہ شان کا اندازہ ہوتا ہے،

طبریہ کے سرد و گرم حمام

یہاں کے حمام عجیب و غریب ہیں، ہر حمام دوہرے درجہ کا ہے ایک درجہ مردانہ ہے، اور ایک زنانہ اس کا پانی بہت گرم ہوتا ہے، بحیرہ طبریہ بھی بہت مشہور ہے، اس کا طول تقریباً چھ فرسخ اور عرض تین فرسخ سے کچھ زائد ہے،

چاہ یوسفؑ کی زیارت، متعدد انبیاء کے مزارات مبارک

یہاں ایک مسجد بھی ہے جسے "مسجد انبیاء" کہتے ہیں۔ اس میں حضرت شعیب علیہ السّلام اور ان کی صاحبزادی کی قبر ہے جو موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زوجہ تھیں، نیز سلیمان علیہ السّلام، یہودا اور روبیل صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم کے مزارات مقدس بھی ہیں۔ یہاں سے ہم اس کنویں کی زیارت کے لئے بھی گئے جس میں حضرت یوسف علیہ السّلام ڈالے گئے تھے، یہ کنواں ایک چھوٹی سی مسجد کے صحن میں ہے، اور اس سے متعلق ایک زاویہ بھی ہے، کنواں بہت گہرا تھا، اس میں جو برسات کا پانی جمع تھا۔ اسے میں نے پیا بھی اس کے مجاور نے ہم سے بیان کیا کہ اس کنویں کے منبع سے بھی پانی نکلتا ہے،

بیروت کی سیاحت

طبریہ کے آثار و مشاہد اور قبور و مزارات سے سعادت اندوز ہونے کے بعد ہم بیروت[1] پہنچے یہ شہر کچھ زیادہ بڑا نہیں لیکن اس کے بازار نہایت بارونق اور خوبصورت ہیں۔ یہاں کی جامع مسجد تو فن صنعت کا ایسا نفش بے بہا ہے کہ اسے دیکھ کر منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ کی صدا نکلتی ہے، یہاں کے مال تجارت میں فولاد اور میوے ہیں، جو بڑی تعداد سے یہاں سے مصر میں درآمد ہوتے ہیں۔

یہاں میں نے مزار ابو یوسف یعقوب کی زیارت کی جن کے بارے میں مشہور ہے کہ شاہان مغرب[2] میں سے تھے، یہ مزار جس جگہ واقع ہے، وہ بستی "شاہراہ نوع" کے نام سے مشہور ہے، اور اسے بہت معزز اور محترم مانا جاتا ہے، یہاں ایک زاویہ بھی ہے، جہاں نو واردوں کو کھانا دیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ سلطان صلاح الدین[3] ایوبی نے یہاں کے لئے ایک وقف قائم کر دیا تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وقف صلاح الدین کا نہیں نور الدین زنگی کا قائم کیا ہوا ہے۔ ابو ایوب اولیائے کرام میں سے ہیں لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ چٹائی بنا کر تے تھے اور اس کی قیمت سے زندگی بسر کرتے تھے،

---

[1] یہ شہر لبنان کا مرکز ثقل ہے یہاں علم و ادب کی گرم بازاری پہلے بھی تھی۔ اب بھی ہے، پہلے بھی مسلمانوں کی پورے لبنان میں اکثریت تھی اب بھی ہے، لیکن فرانس اس ملک کو آزاد کرتے وقت یہ شوشہ چھوڑ گیا ہے کہ عیسائی یہاں دو فیصد زیادہ ہیں پھر بھی عربیت کے رشتہ نے مسلمانوں اور عیسائیوں کو متحد کر رکھا ہے،

پہلی جنگ عظیم کے بعد شام اور لبنان فرانس کے انتداب میں آگئے تھے، دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کی مداخلت سے ڈیگال حکومت نے بڑی مشکل کے بعد آزاد کیا۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] مغرب سے مراد یورپ نہیں، جیسا ہم عام طور پر استعمال کرتے ہیں، بلکہ مغرب اقصیٰ یعنی بلاد افریقہ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[3] سلطان صلاح الدین کا آقائے ولی نعمت (رئیس احمد جعفری)

ابو یعقوب یوسفؒ کی کہانی

حکایت ہے کہ ابو یعقوب یوسفؒ ایک مرتبہ دمشق تشریف لائے اور یہاں آکر سخت بیمار ہو... تی میں کوئی جائے قیام نہ تھی، بازاروں میں پڑے رہتے تھے، جب تندرست ہوئے تو شہر سے باہر اس تلاش میں نکلے کہ کسی باغ کے نگہبان بن جائیں، چنانچہ ملک نور الدین کے باغوں کے نگہبانوں کے گروہ میں رکھ لئے گئے ابھی چھ مہینے کی مدت گزری تھی کہ فصل پکنے کے وقت سلطان نور الدین اپنے باغ میں آیا۔ باغ کے داروغہ نے ابو یعقوب یوسف سے کہا کہ سلطان کیلئے انار توڑ لاؤ۔ ابو یعقوب داروغہ کے حسب حکم چند انار لے آئے، چکھنے سے معلوم ہوا کہ ترش ہیں، داروغہ نے پھر حکم دیا۔ ابو یعقوب دوسرے انار لاؤ۔ دوبارہ گئے، اور انار توڑ لائے، مگر وہ بھی ترش نکلے۔ داروغہ نے کہا کہ تم کو چھ مہینے یہاں کام کرتے ہو گئے، مگر تم کو یہ تک معلوم نہیں کہ ترش اور شیریں انار کی پہچان کیا ہے، ابو یعقوب نے جواب دیا۔ آپ نے مجھے باغ کی رکھوالی کے لئے رکھا تھا۔ نہ کہ انار چکھنے کے لئے؟ داروغہ نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ نے ابو یعقوب کو بلا بھیجا اس سے پہلے بادشاہ نے خواب میں بھی دیکھا تھا کہ ابو یعقوب سے ملاقات ہوگی، ان کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ بادشاہ نے جونہی یعقوب کی صورت دیکھی پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہیں جو خواب میں نظر آئے تھے، دریافت کیا کہ کیا آپ ہی ابو یعقوب ہیں، آپ نے جواب دیا ہاں میں ہی ابو یعقوب ہوں، بس فوراً بادشاہ کھڑا ہو گیا، اور گرم جوشی سے معانقہ کیا۔ اپنے پہلو میں جگہ دی، اپنی مجلس میں لے گیا، ضیافت کی، اور اس میں وہی حلال روپیہ صرف کیا جو اپنے دست بازو کی محنت و مشقت سے پیدا کیا تھا[1] ابو یعقوب نے کچھ عرصہ تو بادشاہ کے پاس اقامت اختیار کی پھر علیٰ اس وقت کہ موسم سرما شباب پر تھا، چپکے سے چل دیئے، اور دمشق کے ایک قریہ میں پہونچے۔ یہاں ایک غریب آدمی تھا اس کے یہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی، اس نے کہا بسم اللہ اور مرغ کا شوربا اور جو کی روٹیاں تیار کر کے سامنے رکھیں ابو یعقوب نے کھانا کھا کر اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی، اس زمانہ میں اس کے سب بال بچے وہیں موجود تھے، من جملہ ان کے ایک جوان بیٹی بھی تھی، جس کی اسی زمانہ میں شادی ہونے والی تھی، وہاں کے باشندوں کا یہ دستور تھا کہ جب لڑکی کی شادی کرتے تو جہیز بھی دیتے اور جہیز میں سب سے زیادہ تانبے کے برتنوں کی وقعت سمجھی جاتی اور خرید و فروخت میں بھی بجائے قیمت کے تانبے کے برتنوں سے لین دین ہوتا تھا، ابو یعقوب نے اس غریب سے

---

[1] سلطان نور الدین زنگی بڑے پایہ کا شخص تھا، اسے اگر دوسرا عمر بن عبد العزیزؒ کہا جائے تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا۔ گو بادشاہ تھا۔ مگر محنت کر کے روزی کماتا تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

دریافت کیا کہ تمہارے یہاں کچھ تانبا بھی ہے، اس نے کہا جی ہاں میں نے اس لڑکی کے جہیز کے لئے لیا ہے، آپ نے فرمایا وہ لے آؤ۔ غریب سب تانبے کے برتن لے آیا، پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہمسایہ میں جس قدر تانبے کے برتن مستعار ملیں لے آؤ۔ وہ بے چارہ جہاں تک تانبے کے مستعار برتن ملے سب آپ کے پاس لے آیا۔ پھر آپ نے تمام برتن آگ میں تپائے، پھر تھیلی کھولی جس میں اکسیر تھی۔ وہ ان برتنوں پر ڈال دی، وہ سب سونے کے ہو گئے، آپ نے ان تمام برتنوں کو مقفل کر دیا، اور نورالدین ملک مصر کو ایک خط بدیں مضمون تحریر فرمایا "اس سونے سے غربا کے لئے ایک شفاخانہ بنایا جائے، اور اس کے مصارف کے لئے مناسب جائداد وقف کی جائے، اور راستے میں مسافروں کے اترنے کے لئے مسافر خانے بھی تعمیر کرائے جائیں، اور جن جن لوگوں کے تانبے کے برتن تھے انہیں اور صاحب خانہ کو کافی رقم دی جائے"۔ اور آخر خط میں یہ تحریر فرمایا! "ابراہیم ادہم[1] خراساں سے نکلے تھے، اور میں انہیں صفات کے ساتھ متصف ملک مغرب سے نکلا ہوں، والسلام"۔ یہ خط لکھ کر اسی وقت ابو یعقوب وہاں سے چل دیئے، وہ غریب صاحب خانہ ابو یعقوب کا خط لے کر ملک نورالدین کے پاس گیا۔ ملک مذکور بہ نفس نفیس اس گاؤں میں آیا۔ جہاں وہ برتن رکھے تھے، سب سونا لدوالیا اور صاحب خانہ اور برتنوں کے مالکوں کو خوش کر دیا۔ ابو یعقوب کو بہت تلاش کرایا، لیکن ان کا کہیں پتہ نہ ملا، نورالدین وہ سونا لے کر دمشق واپس گیا، اور ایک عظیم الشان شفاخانہ تعمیر کرایا، جو ابو یعقوب ہی کے نام سے مشہور ہے، اور دنیا میں اس جیسا کوئی شفاخانہ نہیں۔

طرابلس اس شہر کے مختلف تاریخی دور

بیروت سے میں طرابلس آیا، یہ شہر ملک شام کے ان شہروں میں سے ہے جو پہلے سلطان زنگی کا پایہ تخت رہ چکا ہے، نیز اس ملک کے مشہور و معروف شہروں میں سے یہ شہر نہایت پر فزا ہے، اس میں جا بجا آبادی کے درمیان سے نہریں نکلی ہیں، اور ہرے بھرے درختوں اور باغات کی کثرت نے اسے ڈھانپ لیا ہے، اور گویا دریا نے اپنے فیوض جاریہ اور زمین نے اپنے محاسن منتقلہ سے اپنے دامن میں لے لیا ہے، اس کے بازار نہایت نظر فریب اور کھیت حد درجہ فرحت انگیز اور زرخیز ہیں، دریا اس شہر سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہ طرابلس جدید نو آباد ہے، قدیم طرابلس لب دریا واقع تھا، جو روم[2] کی حکومت کے تحت میں رہا ہے، ملک ظاہر نے

---

[1] ابراہیم بادشاہ تھے، تخت خسروی چھوڑ بوریہ فقر پر بیٹھ گئے، اور پھر مرکر اٹھے، صوفی باصفا تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] مسلمانوں نے شکست دے کر چھین لیا۔

جب مسیحیوں کی حکومت الٹادی[1] اور پھر مسلمانوں کے قبضے میں آیا تو اس وقت وہ اکھڑ گیا، اور یہ نیا طرابلس آباد ہوا۔ یہاں چالیس "ترک امراء" رہتے ہیں، اور یہاں کا خاص حکمران امیر طیلان الحاجب ہے جس کا لقب ملک الامراء ہے، اور اس کے رہنے کا جو محل ہے، اس کا نام دار السعادۃ ہے، اس امیر الامراء کا دستور ہے، کہ ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو اس کی سواری کا جلوس نکلتا ہے، اور تمام امراء اور فوجیں معیت میں ہوتی ہیں، جب شہر کے باہر جاکر جلوس پلٹتا ہے، اور سواری محلہ کے قریب پہونچتی ہے تو تمام امرا گھوڑوں سے اتر پڑتے ہیں، اور پیادہ پا امیر الامراء کے سامنے ہو کر چلتے ہیں۔ جب یہ محل میں داخل ہو جاتا ہے تو سب اپنے اپنے مکانات واپس چلے جاتے ہیں، ہر امیر کی ڈیوڑھی پر روزانہ بعد نماز مغرب نوبت بجتی اور مشعلیں روشن کی جاتی ہیں،

طرابلس کے اکابر رجال

یہاں مشہور اور بزرگ لوگوں میں سے اصحاب ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں، کاتب السر بہاؤ الدین بن غانم خاص اصحاب میں سے ہیں۔ ان کی سخاوت خاص و عام ہے، اور ان کے بھائی حسام الدین قدس شریف کے شیخ تھے، جن کا ذکر گذر چکا ہے، ان کے ایک بھائی علاؤ الدین ہیں، جو دمشق میں کاتب السر تھے، یہاں کے مشاہیر میں سے قوام الدین ابن مکین ہیں۔

یہاں کے جو اکابر رجال مانے جاتے ہیں، قاضی القضاۃ شمس الدین ابن النقیب شام اعلام علماء میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔

کردوں کے قلعہ میں داخلہ، اشجار وانہار کی فراوانی

پھر میں طرابلس سے حصن الاکراد آیا، یہ چھوٹا سا شہر جو چھوٹی سی پہاڑی پر آباد ہے، یہاں اشجار اور انہار کی فراوانی ہے، ایک زاویہ بھی ہے، جسے زاویہ ابراہیمی کہتے ہیں، یہ کسی بڑے امیر کے نام کی طرف منسوب ہے میں یہاں کے قاضی کے یہاں ٹھہرا جن کا نام بھول گیا۔

---

[1] مسلمانوں نے شکست دے کر چھین لیا۔

(رئیس احمد جعفری)

کرنے والے ان مناظر کی توصیف سے درماندہ ہیں۔

یلومونني ان اعصي الصون النہی بها واطیع الکاؤ للهو والقصفا	لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ میں حفظ مراتب اور عقل کی کیوں نافرمانی کرتا، اور جام شراب اور لہو و لعب کی فرمانبرداری کے لئے مصروف رہتا ہوں؟
اذا کان فیہ النهر عاص فکیف لا احاکیہ عصیانا واشربها صرفا	سو جب کہ اس شہر میں ،، نہر عاصی،، موجود ہے تو بھلا میں عصیاں میں کیوں نہ اس کا ہمرنگ ہو جاؤں، حال یہ ہے کہ جب میں اس نہر کا خالص پانی بھی پیتا ہوں۔
واشدو الذی تلك النواعر شدوها واغلبها رقصا واشبهها عزفا	میں ان رہٹوں کے پاس اسی طرح شعر خوانی کرتا ہوں جس طرح وہ گاتے ہیں، رقص میں ان سے دور رہتا ہوں، پانی پینے اور رنج و مصائب اٹھانے میں بھی ان سے مشابہ ہوتا ہوں
تئن وتذری دمعها فکانها تهیم بمراها وتسألها العطفا	آواز گریہ پیدا ہو جاتی، اور آنسو جاری ہو جاتے ہیں گویا کہ وہ اپنے سامنے کے منظر میں حیران و سرگرداں ہیں، اور پھر مُڑ کر گم ہو جانا چاہتے ہیں،

نیز بعض شعرا نے اس شہر کے رہٹوں کے متعلق توریہ میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

بحر طویل

وناعورة رقّتْ لعظم خطیئتی وقد عاینت نضدی من المنزل القاصی بکت رحمة لی ثم باحت بشالجوها وحسبك ان الخشب تبکی علی العاصی	میرے گناہ عظیم کی وجہ سے بہت سے رہٹوں نے مجھ پر آنسو بہائے کیونکہ انہوں نے دیکھا میں کتنی بعید مسافت طے کر کے آرہا ہوں، انہیں مجھ پر بسبب ترحم کے رونا آگیا، اور پھر اپنے رنج کو ظاہر کر دیا آپ کو صرف اس قدر دیکھ لینا کافی ہے کہ عاصی کے حال پر لکڑی نالاں ہے،

بحر کامل — بعض شعراء کے اشعار سند توریہ میں نہر عاصی سے متعلق۔

یا سادة سکنوا حماة وحقکم ما حلت عن تقوی وعن اخلاص	اے حماۃ کے رہنے والے سردارو، تمہاری جان کی قسم میں نے اخلاص اور تقویٰ سے کنارہ کشی نہیں اختیار کی
والطرف بعدکم اذا ذکر اللقا مجری المدامع طابعا کالعاصی	تمہاری غیبت میں جب تمہاری شکل آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے تو اس طرح آنسو جاری ہو جاتے ہیں، جیسے کسی عصیاں شعار کی چشم اشک آلود،

معرّہ:۔ ابوالعلا معرّی کا شہر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبر کی زیارت

اب میں ایک اور نئے شہر معرّہ میں پہنچا،
جس سے مشہور عرب شاعر ابوالعلاء کی منسوب ہے[1]۔ اس شہر کو اگر شہر شعر و نغمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، یہاں ابوالعلا معرّی کے علاوہ اور بھی بہت سے یگانۂ روزگار اور یکتا و بے ہمتا شاعر گذرے ہیں۔
ابن جزری کا قول ہے کہ اس شہر کو معرۃ النعمان بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ نعمان بن بشیرؓ انصاری رسول اللہ صلعم کے صحابی جس زمانے میں حمص کے امیر تھے تو آپ کے صاحبزادے نے یہیں وفات پائی تھی، اور اسی مقام معرّہ میں دفن کئے گئے، اس وجہ سے اسے معرۃ النعمان کہنے لگے۔ ورنہ اس شہر کو پہلے القصور کہتے تھے۔ بعض لوگ اس نام کا سبب یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس شہر سے بہت ہی قریب نعمان نام کا ایک پہاڑ ہے، اس لئے اسے معرۃ النعمان کہتے ہیں۔ گو یہ شہر بڑا خوبصورت ہے، یہاں انجیر اور پستہ بہت پیدا ہوتا ہے، اور مصر اور شام بھیجا جاتا ہے،

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قبر مبارک، زیارت باسعادت

بیرون شہر ایک فرسخ پر امیر المومنین عمر ابن عبدالعزیزؓ کا مزار ہے نہ اس پر کوئی زاویہ ہے، نہ مجاور۔ اس کی وجہ یہ ہے، کہ شہر معرّہ اہل تشیع کے قبضہ میں ہے۔ یہ نہایت متعصب اور صحابۂ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے بغض رکھتے، اور ان پر تبرّا بھیجتے ہیں، اور جس شخص کا نام عمر ہوتا ہے اس سے بھی بغض رکھتے، اور برا بھلا کہتے ہیں۔ بالخصوص عمر بن عبدالعزیزؓ کے ساتھ تو ان کے عناد کی کوئی انتہا نہیں۔ غالباً ان کے اس فعل کی خاص وجہ عمر بن عبدالعزیزؓ کا وہ فعل ہے جو تعظیم حضرت

---

[1] ابوالعلا معرّی، فلسفی قسم کا شاعر تھا، جیسے فارسی میں عمر خیام گذرا ہے، زبان و بیان کے لحاظ سے تو خیر اس کا پایہ اونچا تھا ہی لیکن معنی خیز کا تو یہ بادشاہ تھا۔ وارستہ مزاج، آشفتہ طبیعت کا شخص تھا۔ کا شخص تھا، (رئیس احمد جعفری)

حضرت علیؓ سے متعلق ہے۔ [1]

شہر سرا اور اس کے صناعات، صابون سازی کا مرکز

بعدازاں ہم شہر سرمیں آئے۔ یہ نہایت اچھا شہر اور بکثرت باغات پر مشتمل ہے، اکثر زیتون کے باغات ہیں یہاں آجری اور زرد صابون بنایا، اور مصر و شام میں روانہ کیا جاتا ہے، اور ہاتھ دھونے کے لئے یہاں خوشبودار صابون بھی بنتا ہے، نیز اور بھی طرح طرح کے سرخ اور زرد رنگ کے صابن بنائے جاتے ہیں، اور اعلیٰ قسم کے سوت کے کپڑے بھی بنے جاتے ہیں۔

یہاں کے باشندے بھی سیاب قوم کے ہیں، جو عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نہایت بغض رکھتے ہیں، حتیٰ کہ لفظ "عشرہ" تک کو جس کے معنی دس کے ہیں، اپنی زبان تک نہیں آنے دیتے، یہاں تک کہ دلال جب بازار میں کوئی چیز نیلام کرتے ہیں اور لفظ "عشر" کہنے پر مجبور ہوتے ہیں، تو اس کے بجائے "تسعہ و واحد" یعنی نو اور ایک کہتے ہیں۔ ایک روز اس قوم کا ایک دلال بازار میں کوئی چیز نیلام کر رہا تھا۔ جب "عشر" کہنے کی نوبت آئی تو اس نے حسب عادت "تسعہ و واحد" کہا وہاں اتفاقاً ایک ترک موجود تھا، "تسعہ و واحد" سنتے ہی اس نے غصہ میں آکر اس دلال کے سر پر ایک دبوس مارا، اور کہا کہ اس دبوس کے زور سے "عشر" کہہ، شہر میں ایک جامع مسجد بھی ہے، جس کے نو گنبد ہیں۔ دسواں گنبد اپنے مذہب قبیح کی وجہ سے انہوں نے نہیں بنایا۔ [2]

---

[1] ابن بطوطہ کی یہ بات دل کو لگتی نہیں، کیونکہ شیعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلاف نہ سب و شتم کرتے ہیں، نہ کر سکتے ہیں، نہ انہوں نے ایسا کیا، کیونکہ۔

(۱) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اموی خلفا میں پہلے شخص ہیں، جنہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف سب و شتم کا سلسلہ جو عہد امیر معاویہؓ سے جاری تھا، خاص فرمان کے ذریعہ بند کرایا۔

(۲) باغ فدک کی جاگیر جو اموی خاندان کی ملکیت بن گئی تھی، اپنے خاندان سے چھین لی، اور اصل مستحقین کو واپس کر دی،

(۳) اہل بیت اطہار سے ہمیشہ عقیدت اور محبت کا برتاؤ کیا۔

پھر بھلا ایسی شخصیت کے خلاف شیعہ کیونکر سب و شتم کر سکتے تھے؟

[2] یہ بھی سنی سنائی بات معلوم ہوتی ہے،

(رئیس احمد جعفری)

شہر حلب

حلب کے قلعے، اشخاص و رجال، صناعات اور خصوصیات

پھر ہم شہر حلب پہنچے یہ بہت بڑا اور عظیم الشان شہر اور مرکز حکومت ہے، ابوالحسن ابن جبیر نے اس شہر کی فوقیت ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ یہ شہر نہایت عالی مرتبہ اور ہر زمانہ میں شہرہ آفاق رہا ہے بڑے بڑے بادشاہوں نے اس پر للچائی ہوئی نظریں ڈالی ہیں، اور اسے حاصل کرنے کی آرزو میں بے چین رہے ہیں اس کی ہوس میں کئی بار بادشاہوں کے دلوں میں شمشیر زنی نے جوش مارا ہے اور بارہا سلاطین نے سیف زنی کے جوہر دکھائے ہیں،

حلب کے قلعے، ایک تاریخی اور یادگار قلعہ

یہاں ایک نہایت رفیع الشان قلعہ ہے جو اپنی مضبوطی اور دشمن کے روکنے میں زبان زد خواص و عوام ہے۔ جو بھی اس قلعہ میں پناہ گزیں ہوا، اس امر سے بالکل مستغنی اور بے فکر ہو گیا کہ اسے کوئی شکست دے گا یا وہ کسی کی اطاعت قبول کر سکے گا۔ قلعہ کی عمارت سنگین ہے، تمام پتھر ایک دوسرے سے جڑے ہیں، اور لطف یہ کہ باوجود اس قدر مضبوطی اور استحکام کے یہ قلعہ ایسا خوبصورت ہے کہ اس کا کوئی جز و بے ربط اور بدنما نہیں ہے، یا یوں کہیے کہ ہر جزو اپنی جگہ پر ہے، — وہ ایسی معتدل حالت ہے جو عین مقتضا ہے، اس قلعہ نے بڑے بڑے زمانے اور بڑے بڑے سخت وقت جھیلے ہیں، اور تمام خواص و عوام کے لئے اس کا دامن کشادہ رہا ہے، کہاں ہیں امرائے ہمدانی اور ان کے شعرا جو اس میں رہا کرتے تھے، زمانہ کی دست برد نے ان سب کو فنا کر دیا لیکن حلب بدستور باقی ہے، وہ شہر نہایت عبرت انگیز و تعجب خیز ہیں جن کی بادشاہتیں تو برباد ہو جائیں مگر وہ جوں کے توں موجود ہیں، اور زمانہ کا دست ظلم ان کا بال نہ بیکا کر سکے اور ایسی حالت پیدا ہو کر پھر وہی شہر نہایت آسانی سے قبضہ میں آجائیں، اور جو ان پر حکومت کرنے کا ارادہ کرے نہایت آسانی سے

کامیاب ہوجائے، اس شہر میں دو نامور اور جلیل القدر سلاطین گذر چکے ہیں، کافی تغیر و تبدل ہوگیا ہے، لیکن پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ عنفوان شباب کی حالت ہے، اور اس تک کسی کی دسترس نہیں ہو سکی، سیف الدولہ ابن حمد کے عہد میں اسے وہ عروج و شباب حاصل ہوا کہ کبھی کسی شہر کو حاصل ہوا ہو گا۔ ہیہات اب اس کے بعد وہ زمانہ قریب آ رہا ہے جب اس کا شباب پیری سے مبدل ہو جائیگا، اور پھر اسے کوئی رغبت کی نگاہ سے نہ دیکھے گا۔ آہ! اندیشہ ہے کہ یہ سراپا حسن پھر ویران ہو جائے۔

قلعہ کا نام شہبا ہے، اس کے اندر ایک صحرا ہے، جس میں ہمیشہ پانی کے چشمے جاری رہتے ہیں۔ اس صحرا کی وجہ سے اس قلعہ میں کبھی پیاسا رہنے کا کھٹکا نہیں، اس کے گرد آگے پیچھے کئی دیواریں ہیں، اور ان کے گرد نہایت گہری خندق ہے جس میں ہمیشہ پانی کی سوت جاری رہتی ہے اس کی تمام دیوار پر قریب قریب برج بنے ہوئے ہیں، اور ان میں نہایت خوش قطع اور اعلیٰ ترتیب سے دو منزلہ درجے بنائے گئے ہیں، ان کے کھلے ہوئے در بہت خوبصورت اور خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ ہر برج پر لوگ رہتے ہیں۔ قلعہ کی آب و ہوا ایسی اعلیٰ ہے کہ مدتوں کھانا خراب نہیں ہوتا۔ یہاں ایک زیارت گاہ بھی ہے، بعض لوگ اس کی زیارت کے لئے بھی جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں عبادت کیا کرتے تھے۔

سیف الدولہ کے اشعار سحر انگیز و اثر آفرین

یہ قلعہ مالک ابن طوق کے قلعہ احیاد سے جو شام و عراق کے مابین دریائے فرات پر واقع ہے بہت کچھ مماثل اور مشابہ ہے جس زمانہ میں ظالم بادشاہ غازان[1] تاتاری نے حلب پر لشکر کشی کی تھی تو اس قلعہ کو گھیر لیا تھا، اور

---

[1] تاتاریوں کو مسلمانوں سے خاص کد تھی — وہ جاہل تھے — بدخو تھے، وحشی تھے مسلمان علم کے مبلغ تھے، نیک نہاد تھے، مہذب اور شائستہ تھے، تاتاری کسی اصول کے قائل نہ تھے۔ کسی آئین کے پابند نہ تھے، کسی ضابطہ اخلاق کے قائل نہ تھے، اس کے برعکس مسلمان اپنا ایک اصول حیات رکھتے تھے، اپنے ایک ضابطہ اخلاق کے حامل، اور اس پر عامل تھے، تاتاری بغیر کسی معقول سبب کے بھی لشکر کشی کر سکتے تھے، حملے کر سکتے تھے، شہروں کو غارت کر سکتے تھے، اور ان کے باشندوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر پھینک سکتے تھے۔

لیکن مسلمان اتمام حجت کے بغیر جنگ نہیں کر سکتے تھے، اور جنگ کے دوران میں کسی امان طلب کرنے والے سے لڑ نہیں سکتے تھے، اور جنگ کے بعد اسیران جنگ کو یا فدیہ لے کر، ورنہ احسان رکھ کر رہا کر دینے پر مجبور تھے، تاتاریوں اور مسلمانوں کی مثال تاریکی اور روشنی کی مثال تھی۔ باقی صفحہ ۹۵ پر)

ایک عرصہ دراز تک اس کا محاصرہ کئے رہا لیکن ناکام واپس چلا گیا۔ ابن جزی کہتا ہے کہ اس قلعہ کے متعلق خالدی شاعر سیف الدولہ نے اشعار ہذا موزوں کئے ہیں۔

وخرفاء قد قامت علی من یرومہا — یا سقدر بلند ہے کہ جو اسکے اوپر سے گذرنے کا قصد کرتا ہے بلند جہا کیوں اور دشوار گذار

بمرقبہا العالی وجانبہا الصعب — جانب سے ایک جگر اور مستعدی سے اس کا مقابلہ کرتا ہے کہ آخر ہمت ہار دیتا ہے

یجر علیہا الجو جیب غمامۃ — گرج اس قلعہ پر ابر کھینچ لاتی، اور اس کا گریبان پھاڑتی ہے،

ویلبسہا عقدا بانجمہ الشہب — اور پھر اسے انجم شہاب کا ہار پہناتی ہے،

اذا ما سری برق بدت من جلالہ — جب بجلی چمکتی ہے تو اس کے درمیان سے اس طرح ظاہر

کما لاحت العذراء من خلل السحب — ہوتی ہے جس طرح عذرا اپنے چہرہ تاباں کو سیاہ زلفوں

فکم من جنود امانت بغُصَّۃ — سے نمودار کرتی ہے، کتنے ہی لشکر ہیں جو اس کے ہاتھوں

وَذِی سطوات قد ابانت علی عقب — رنج و مصیبت میں پڑ کر تباہ و برباد ہو گئے، اور پھر سطوت و

شاعر مذکور کے چند اور اشعار بدیع — شوکت رکھنے والوں کو الٹے پاؤں واپس ہونا پڑا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ کا) تاتاریوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا،

انہوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ انہوں نے خراسان اور ماوراء النہر کے آباد، اور شاداب شہروں کو ویرانہ بنا دیا۔ جلال الدین خوارزم شاہ ان سے جو جنگ گریز پا لڑا، وہ تو تاریخ کا ناقابل فراموش واقعہ ہے

ہندوستان کی اسلامی حکومتوں پر بھی ملتان کے راستے سے برابر یلغار کرتے رہے اور کئی مرتبہ تو دلی کی فصیل کے نیچے تک پہنچ گئے۔

مشرق وسطیٰ بھی ان کی زد سے نہ بچا،!

شام پر بھی شاہ غازان کی سرکردگی میں تاتاریوں کے ایک بہت بڑے لشکر نے عیسائیوں سے سازباز کر کے اور قرامطہ کا تعاون حاصل کر کے دھاوا کیا، اور کامیاب بھی ہوا،

یہی موقع تھا جب امام ابن تیمیہ نے مسند وعظ و ارشاد چھوڑ دی، اور تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں اتر آئے، بہادری کے جوہر دکھائے اور برابر خدا کے لئے لڑتے رہے،

غازان اور امام ابن تیمیہ کی ملاقات بھی ہوئی، وہ اعزاز و اکرام سے پیش آیا۔ اور امام کی سفارش پر اس نے ذمیوں تک کو پروانہ رہائی و جاں بخشی عطا کر دیا۔ (رئیس احمد جعفری)

بحر بسیط

یُعَدّ من انجم الافلاک مرقبہا
لو انہ کان یجری فی مجاریہا

اگر اس کے برج میں سیاروں کی طرح گردش کرتے ہوتے تو ان پر سے افلاک کے سیارے بھی گنے جا سکتے تھے۔

جمال الدین علی بن ابی المنصور اسی کے بارے میں کہتے ہیں۔ (بحر کامل[1])

کادت لبون سموھا و علوھا
تستوقف الفلک المحیط الدائرا
وردت قواطنہا المجرۃ منہلا
ودعت سوابقہا النجوم ذواھرا
ویظل صرف الدھر منہا خایفا
وجلا فما یسمی لدیہا حاضرا

وہ وقت دور نہیں کہ یہ قلعہ اپنی بلندی اور رفعت واستحکام کے باعث فلک محیط کی گردش کو روک دے۔ اس قلعہ کی چیزوں پر کہکشاں اس طرح وارد ہوتی ہے جسطرح لوگ گھاٹ یا نہر پر آتے ہیں، اور اس کی دوڑ والی چیزیں کواکب کی اسی طرح محافظت کرتی ہیں جس طرح کلیوں کی حفاظت کی جاتی ہے، زمانہ کی گردش ہلاکت کے خوف سے اس سے اسی طرح دور رہتی ہے کہ دہشت کی وجہ سے اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔

حلب[1] کی وجہ تسمیہ

شہر حلب کو حلب ابراہیم بھی کہتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اسی شہر میں بود و باش تھی، آپ کے پاس بہت سی بکریاں تھیں، فقراء و مساکین اور آنے جانے والوں کو آپ انہیں بکریوں کا دودھ پلایا کرتے تھے آپ کے اس فعل کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ یہاں لوگ جوق درجوق آتے اور دریافت کرتے کہ حلب ابراہیم، کہاں تقسیم ہوتا ہے، چونکہ یہی شہر مبارک حلب کی تقسیم کا مقام تھا۔ اس لئے اس شہر کو حلب ابراہیم کہنے لگے۔

حلب کے بازار

یہ شہر دنیا کے ان نامی اور مشہور شہروں میں سے جو حسن وضع اور اتقان ترتیب میں بے مثل ہے، بازاروں کی نہایت مناسب وسعت اور ایک بازار کا دوسرے بازار سے ایسا اچھا سلسلہ ہے کہ شاید و باید۔ اس کے تمام بازار مسقف اور چھتیں لکڑی کی ہیں، تمام دکاندار سایہ میں نہایت راحت سے دکانداری کرتے

---

[1] حلب کے معنی دودھ کے ہیں۔

ہیں، اس شہر کا چوک نہایت اعلیٰ اور خوش وضع اور وسیع ہے، باوجودیکہ اس قدر وسیع ہے پھر بھی خوش منظری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، چوک کے وسط میں ایک مسجد ہے، اور اس کی ہر سڑک مسجد کے محاذ میں واقع ہوتی ہے۔

مدرسے، شفاخانے، اور مسجد جامع

شہر کی جامع مسجد نہایت شاندار اور خوب صورت ہے، اس کے ضمن میں ایک بڑا حوض ہے، اور اس کے اطراف میں نہایت وسیع اور مضبوط فرش کا صحن ہے، منبر کی صنعت گری لاجواب ہے، جس میں ہاتھی دانت اور آبنوس کا جڑاؤ کام ہے، جامع مسجد مذکور کے قریب ایک مدرسہ بھی ہے، جس کی عمارت حسن وضع اور عمارت میں اسی مسجد کی شان کے برابر ہے، کہتے ہیں یہ مدرسہ امرائے بنی حمدان نے بنوایا ہے، اس مدرسہ کے علاوہ شہر میں تین مدرسے اور بھی ہیں، اور ایک بہت بڑا شفاخانہ بھی ہے،

حلبؔ کے خصوصیات، اور حسنات وخیرات

اس شہر کا سواد نہایت ہموار، فراخ اور کشادہ ہے۔ جس میں نہایت لہلہاتا سبزہ زار اور کشت زار ہے، عناب کے درخت نہایت اعلیٰ ترتیب سے لگے ہیں، یہاں کے تمام باغات نہایت دلچسپ لب جو ہیں اس شہر سے جو نہر نکلتی ہے، یہ وہی عاصی نہر ہے جو شہر حماۃ سے ہو کر نکلی ہے، اس نہر کا نام عاصی اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اسے بہتا ہوا دیکھ کر بظاہر دھوکا ہوتا ہے کہ پستی سے بلندی کی طرف بہتا ہے، بیرون شہر اس قدر دلچسپ اور خوش وضع ہے کہ وہاں جانے سے بے انتہا طبیعت مسرور اور دل شاد ہوتا ہے، نزہت کی یہ خوبی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آتی، شہر اس قابل ہے کہ سلطنت کا پایہ تخت بنایا جائے، ابن جزی کا قول ہے کہ حلب کے محاسن بیان کرتے میں شعراء نے بہت کچھ مبالغہ کیا ہے، شہر کے اندر اور باہر کی بہت تعریف کی، اور شاعری کی داد دی ہے، ابو عبادہ بحتری[1] نے حلب کی تعریف میں بہت اشعار کہے ہیں۔

حلب سے متعلق ابو العلاء المعری کہتا ہے:۔

---

[1] عربی زبان کا یگانہ روزگار شاعر، اس کا دیوان مدارس عربیہ کے نصاب درس میں شامل ہے،

(رئیس احمد جعفری)

بحر خفیف (۱)

حلب للوحد جنۃ عدن | یہاں جو آتا ہے، اس کے لئے یہ جنت عدن ہے اور جو وفادار
وھی للغادرین نار سعیر | نہیں اس کے لئے دوزخ کا طبقہ ہے،
والعظیم العظیم یکبر فی عینہ | اس شہر میں جو چھوٹی سے چھوٹی چیز ہے وہ آنکھوں میں
بتیہ منہا قدر الصغیر الصغیر | بڑی سے بڑی معلوم ہوتی ہے،
تفویق فی النفس القو مجر | یہاں کی نوبت گاہ مقام توفیق لوگوں کی نظر میں دریا ہے،
وحصاۃ منہ مکان ثبیر | اور اس کے سنگ ریزے بجائے جبل ثبیر کے ہیں،

ابو القیان بن جبوس کہتا ہے :-

بحر بسیط (۱)

یا صاحبیّ اذا اعیا کما سقمی | سا قیو! جب میرا مرض تمہیں عاجز کر دے تو تم مجھے شہر
فلقیانی نسیم الریح من حلب | حلب کی ہوائے نسیم سے ملوا دو۔
من البلاد التی کان الصید لکنا | یہ ان شہروں میں سے ہے، جو باد نسیم کا مسکن ہیں، بلکہ
فیہا وکان اللھو العدری من لبب | صرف یہی مسکن ہے۔

ابو علی بن موسیٰ غرناطی کہتا ہے،

وعلوا الشہباء حیث استدارت | حلب کا قلعہ شہباء اس قدر بلند ہے کہ اس کے گرد آسمان کے
انجم الافق حولہا کالنطاق | تارے کمر بند کی طرح گھومتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

حلب کے قضاۃ و حاکم،

حلب کا حاکم ملک الامراء ارغون الدوادار ملک ناصر کے اکبر امراء میں سے اور منجملہ فقہائے رجال کے نہایت عادل ہے، لیکن بہ نسبت اور امراء کے اس میں کسی قدر بخل کا مادہ ضرور ہے، یہاں چاروں مذاہب کے چار قاضی ہیں، مذہب شافعی کے قاضی کمال الدین زملکانی شافعی المذہب ہیں آپ بہت بڑے عالی ہمت کبیر القدر کریم النفس و خوش خلق اور بہت بڑے عالم متبحر جملہ علوم میں مہارت رکھتے ہیں، آپ کو ملک ناصر نے اپنے دار السلطنت میں قاضی القضاۃ مقرر کرنے کے لئے بلایا تھا۔ لیکن اس کی نوبت نہ آئی، اور آپ نے راستہ میں ہی مقام بلبیس میں انتقال فرمایا۔ جس زمانے میں آپ حلب کے قاضی مقرر ہوئے تو دمشق اور دیگر مقامات کے شعراء نے آپ کی خدمت میں قصائد

پیش کئے تھے، چنانچہ ان شعراء میں سے شام کے ایک شاعر شہاب الدین ابو بکر محمد ابن الشیخ المحدث شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن نباتہ القریشی الاقوی الفارقی بھی ہیں، جنہوں نے ایک بہت طویل مدحیہ قصیدہ پیش کیا تھا۔

یہ قصیدہ پچاس بیتوں سے بھی زیادہ تھا۔ جب یہ کمال الدین کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس کے صلہ میں شاعر مذکور کو خلعت اور درہم و دینار سے نوازا گیا۔ اس قدر دانی سے شعرائے عہد رشک و حسد کے مارے جل گئے، اور اس کے اشعار پر بایں الفاظ تنقید شروع کی کہ آغاز میں لفظ افسوس لانا طرز قصیدہ گوئی کے خلاف ہے ابن جزی کی بھی یہ رائے ہے کہ قصیدہ مذکور دیگر قصائد سے نسبتاً اکمل نہیں ہے، ہاں مقطعات میں یہ شاعر بیشک زبردست اور بلاد شرقیہ میں اپنے وقت کا ملک الشعراء ہے، اور خطیب ابو یحییٰ عبدالرحیم بن نباتہ خلعت مشہورہ کے منشی کی اولاد میں سے ہے۔ اس کے مقطعات جو وصف تو دیہ ہیں۔

بحر کامل (۱)

عَلِقتُهَا غیداءَ حالیہ العطے	میں ایسی زبردست معشوقہ کے عشق میں گرفتار ہوا جو اپنے عاشق کی
تجنی علی عقل المحب و قلبہ	عقل اور قلب کو محبت کا مجرم ٹھہراتی ہے،
بخلت بلؤلؤ ثغرِ ھا عن لاثم	اپنے مجرم عشق کے حق میں اپنے گوہر دندان سے اس قدر بخل پر،
فغدت مطوّقۃ بما بخلت بہ	کمربستہ ہونے کی وجہ سے اسکے گلے میں موتیوں کا طوق ڈالا گیا۔

حلب کے قاضیوں میں سے قاضی القضاۃ الحنفیہ الامام المدرس ناصر الدین بن العدیم حسن صورۃ، حسن سیرۃ دونوں خوبیوں میں ممتاز اور حلب ہی کے قدیم باشندہ ہیں، شعر ذیل ان کے حسب حال ہے۔

بحر طویل (۱)

تراہُ اذا ما جئتہ متہلِلا	تو جب تابانی کو اپنی طرف آتا دیکھے گا، تجھ پر سائل
کانک تعطیہ الذی انت سائلہُ	کے آثار نمایاں ہوں گے، اور وہ دینے والا معلوم ہوگا۔

رہے وہاں کے قاضی القضاۃ مالکیہ ان کا نام تو مجھے یاد نہیں رہا ہاں اتنا ضرور ہے کہ مصر میں انکا بڑا وثوق تھا، اور اس عہدہ کو انہوں نے بلا استحقاق حاصل کیا تھا، قاضی القضاۃ حنابلہ کا بھی نام مجھے یاد نہیں صرف اتنا یاد ہے کہ صاحبِ دمشق کے باشندوں میں سے تھے، یہاں کے نقیب الاشراف بدر الدین ابن الزہر ا ہیں، اور فقہاء میں سے شرف الدین ابن عجمی ان کے عزیز و اقارب بھی اس شہر حلب کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔

(۱)

قافلۂ سفر

بے زاد مرحلہ رواں دواں ہے

میرا سفر برابر جاری رہا، یہاں تک کہ ایک دن شہر تزین پہنچا۔ یہ شہر قنسرین کے راستے پر واقع اور ابھی ابھی بسا ہے، اسے ترکمانوں نے آباد کیا ہے۔ یہاں کے بازار بھی نہایت خوش وضع اور مسجدیں نہایت مستحکم اور عمدہ ہیں۔ اور شہر کے قاضی بدرالدین عسقلانی تھے، تزین سے پھر میں نے رخت سفر باندھا اور قنسرین پہنچا۔ یہ شہر بہت قدیم ہے کسی زمانے میں بہت بڑا تھا۔ اب تو بالکل ویران ہے، صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔

شہر انطاکیہ اس کے ممیزات اور خصائص، شہر پناہ کا استحکام

پھر شہر انطاکیہ پہنچا یہ بہت بڑا اور قدیم شہر ہے، اور اس کی شہر پناہ تو اس قدر مضبوط و مستحکم ہے کہ ملک شام کے شہروں میں سے کسی شہر کی فصیل اس کے ٹکر کی نہیں، جس زمانہ میں ملک ظاہر نے یہ شہر فتح کیا تھا تو اس کی فصیل گرادی تھی۔ اس کی آبادی بہت بڑی اور مکانات نہایت خوشں قطع و سراپا خوبی و رعنائی ہیں، باغوں اور نہروں کی یہاں بڑی کثرت ہے، شہر کے باہر نہر عاصی رواں ہے،

ایک بزرگ کا مزار:۔ زیارت اور حصول برکت

یہیں حضرت حبیب النجار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے، اس کے ساتھ ایک زاویہ بھی ملحق ہے، جس میں زائرین اور یہاں کے ساکنوں کو کھانا ملتا ہے، اس زاویہ کے شیخ نہایت صالح اور معمر ہیں، انکا نام محمد ابن علی تھا، عمر کچھ اوپر سو برس کی ہو گی۔ لیکن قویٰ نہایت درست تھے۔ مجھے ایک دن شیخ مذکور کے باغ میں جو شہر سے باہر تھا، جانے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا آپ نے لکڑی کا ایک گٹھا باندھا اور کندھے پر لاد کر اپنے مکان تک جو اندرون شہر تھا لے آئے۔ آپ کے بیٹے کو بھی میں نے دیکھا ہے انکی عمر ۸۰ سال

سے کچھ اوپر تھی، پیٹھ جھک گئی تھی، اور اچھی طرح کھڑے ہونے کی قوت نہ تھی، جو شخص ان دونوں باپ بیٹوں کو دیکھتا ہے، باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ سمجھتا ہے،

ایک ناقابل تسخیر اور محکم ترین قلعہ میں داخلہ

پھر میں حصن بغراس میں آیا۔ یہ بہت بڑا اور نہایت مستحکم قلعہ ہے، اس کا فتح کر لینا وہم میں بھی نہیں آتا۔ قلعہ میں بہت سے باغات اور کھیت ہیں، یہیں سے بلاد سیس کو راستہ جاتا ہے، یہ تمام شہر ارمنی کافروں کے ہیں، لیکن سب ملک ناصر کی رعایا ہیں۔ اور اسے خراج دیتے ہیں، یہاں کے درہم بہت کھری چاندی کے ہوتے ہیں۔ ان کا نام بلغلیہ، ہے۔ اس حصن بغراس میں دبیز یہ کپڑا بنا جاتا ہے، قلعہ کا حاکم صارم الدین ابن الشیبانی ہے۔

ارمنی عیسائیوں کی سازش ایک بہترین مسلمان کے خلاف

ایک مرتبہ ان ارمنی عیسائیوں نے امیر حسام الدین پر کچھ جھوٹی اور خلاف باتیں گھڑ کر الزام لگایا۔ اور ملک ناصر سے شکایت کی، ملک مذکور نے ان کی باتوں میں آکر حلب کے امیر الامراء کے نام حکم جاری کیا کہ امیر حسام الدین کو پھانسی دی جائے، جب حلب کے امیر الامراء نے تعمیل حکم کا ارادہ کیا تو امیر حسام کے ایک دوست کو بھی جو ملک ناصر کے بہت بڑے امراء میں سے تھا، خبر پہنچی، اس نے ملک ناصر سے جا کر کہا کہ عالی جاہ، امیر حسام الدین ملک کے خیار امراء میں سے ہے اور مسلمانوں کا بڑا ہمدرد اور خادم ہے۔ راستوں کی خوب حفاظت کرتا ہے، اور بہت بڑا بہادر اور جوانمرد ہے، ارمنی ہمیشہ سے فتنہ و فساد کے خوگر ہیں، یہی ہے جو ان کو فوراً دبا دیتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ یہ قوم چاہتی ہے، کہ کسی طرح امیر حسام الدین کو قتل کر دیا جائے، تاکہ اسلامی شوکت میں ضعف آجائے۔ اس کے بعد ملک موصوف نے امیر حسام الدین کے متعلق ایک دوسرا حکم بایں الفاظ جاری کیا کہ یہ رہا کر دیا جائے، اور اس کو خلعت مرحمت ہو، اور اپنی جگہ پر مامور ہو، یہ حکم ملک مذکور نے ایک ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔ جس کا نام اقوش تھا، جو سخت اور اہم کاموں میں بھیجا جاتا ہے، اسے یہ بھی حکم کیا کہ جس قدر عجلت اور تیزی کے ساتھ ہو یہ حکم فوراً جا کر حلب میں پہنچا دے، چنانچہ اس کے پانچویں ہی دن اسے حلب میں پہونچا دیا۔ حالانکہ مصر سے حلب تک ایک مہینہ کی مسافت تھی، اور اس وقت عین موقع پر جا کر دیا، جب امیر حسام الدین کو حاضر کر کے پھانسی گھر لیے جاتے تھے۔ اللہ نے اس حکم کے عین وقت پر پہنچ جانے سے

امیر مذکور کو پھانسی سے بچا دیا۔ اور امیر مذکور اپنی جگہ پر واپس ہوگیا۔

میری حسام الدین سے عمق میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت اس کے ساتھ لغراس کا قاضی شریف الدین الحموی بھی تھا۔ یہ مقام انطاکیہ اور تیزین کے مابین واقع ہے، باقی رہا لغراس یہاں ترکمان لوگ اپنے مویشی لے کر آیا کرتے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ اور وسیع چراگاہ ہے، پھر میں حصن القصیر ہوتا ہوا حصن الشغر پہونچا،

ایک زبردست قلعہ میں میری آمد، حاکم قلعہ کا حال

یہ نہایت زبردست قلعہ ہے، جو پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے، قلعہ کے حاکم سیف الدین الطنطاش ہیں، یہ بڑے فاضل شخص ہیں، اور قلعہ کے قاضی جمال الدین اصحاب تیمیہ میں سے ہیں۔

صہیون:۔ ایک جنت نگاہ شہر میں ورود، نہروں کی کثرت

پھر شہر صہیون میں میرا گذر ہوا۔ یہ نہایت خوبصورت شہر ہے، یہاں بکثرت نہریں جاری ہیں، اور ہرے بھرے درختوں کی بھی یہاں بہت بہتات ہے، یہاں ایک بڑا اور مستحکم قلعہ بھی ہے، یہاں کے امیر کا نام ابراہیم اور یہاں کے قاضی محی الدین حمصی ہیں،

ایک زاویۂ تصوف کی زیارت، زائروں کیلئے آسائش کا انتظام

شہر سے باہر باغ کے وسط میں زاویہ ہے جہاں ہر زائر اور یہاں کے رہنے والے کو کھانا ملتا ہے خانقاہ صالح وعابد عیسیٰ البدوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے متعلق ہے میں اس مزار کی زیارت سے بھی مشرف ہوا ہوں۔

بعد ازاں یہاں سے میں حصن القدموس آیا۔

پھر اس کے بعد حصن المنیقہ میں آیا۔

شہر، بلاد و امصار اور مقامات کی سیر

احوال و کوائف

فرقہ اسماعیلہ کا تذکرہ

پھر میں قلعہ علیقہ میں پہونچا، وہاں سے قلعہ مصیاف، پھر قلعہ کہف تک میری رسائی ہوئی۔ یہ قلعے فرقہ اسمٰعیلیہ کے قبضہ میں ہیں۔ ان کا لقب فدایہ بھی ہے۔ ان قلعوں میں صرف وہی لوگ داخل ہو سکتے ہیں، جو اسمٰعیلی فرقہ میں شامل ہوں۔ [ل]

اس فرقہ کے افراد گویا ملک الناصر کے تیر ہیں، جہاں کہیں عراق وغیرہ میں ملک مذکور کا کوئی دشمن ہوتا ہے وہ ان کا نشانہ بنتا ہے۔ ان سب کے سلطان کے یہاں سے وظائف مقرر ہیں، جب سلطان اپنے کسی دشمن کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، تو ان میں سے کسی کو آمادہ کر دیتا ہے، اور خاص اس کام کے لئے جو مقررہ رقم منظور ہوتی ہے، اگر وہ اپنا کام کر کے زندہ بچ آیا تو اسے، ورنہ اس کی اولاد یا پس ماندہ ورثاء کو دی جاتی ہے۔ ان کے پاس زہر آلود خنجر رہتے ہیں، جس کے قتل کے لئے یہ مامور ہوتے ہیں، اسے اپنے خنجر سے قتل کر دیتے ہے، کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے داؤں گھات میں کامیاب نہیں ہوتے اور خود ہی قتل ہو جاتے ہیں، امیر قراسنقور کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جو یہ ہے کہ جب امیر عراق کی طرف بھاگ گیا تو ملک ناصر نے اس کے قتل کرنے کیلئے چند اسمٰعیلیوں کو تعاقب میں روانہ کیا۔ لیکن وہ بڑا چوکنا رہتا تھا۔ لہٰذا قتل نہ ہو سکا۔

[ل] اس فرقہ کی تاریخ لرزہ خیز واقعات سے پُر ہے، نظام الملک طوسی، شہاب الدین غوری، سلطان صلاح الدین ایوبی، کس پر انہوں نے حملہ نہیں کیا، اور بعض کو قتل بھی کر دیا، آغا خان اس فرقہ کے رہنما ہیں، انگریزی اور عربی میں اس فرقہ کی تاریخ پر ضخیم کتابیں موجود ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

امیر الامراء قراسنقور کے حالات پر ایک نظر

قراسنقور کبار امرائے مصر میں سے تھا، جو لوگ ملک الاشرف شاہ ناصر کے بھائی کے قتل میں شریک تھے، ان میں یہ بھی شامل تھا۔ جب ملک الناصر کے ہاتھ میں ملک کی زمام آئی، اور اس کی حکومت پورے طریقے پر جم گئی، اور سب پر اس کی سطوت و سلطنت کا اثر غالب ہوگیا، تو اپنے بھائی کے قاتلوں کو تلاش کرنے لگا، ایک ایک کو پکڑ کر اپنے بھائی کا قصاص لیتا، ساتھ ہی یہ مصلحت بھی تھی، کہ کہیں یہ لوگ میرے ساتھ بھی ویسا ہی نہ کریں، جیسا میرے بھائی کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اس زمانہ میں قراسنقور، حلب کا امیر الامرا تھا، ملک مذکور نے تمام ممالک کے امرا کے نام یہ حکم صادر فرمایا کہ اپنے ماتحت امراء کو عام تیاری کا حکم دیدیں، اور ایک میعاد مقرر کر دیں، کہ اس وقت تک حلب میں تمام افواج جمع ہو جائیں، اور ایسی تدابیر عمل میں لائیں کہ قراسنقور گرفتار ہو جائے، چنانچہ جب افواج حلب پہونچ گئیں تو قراسنقور کو اندیشہ پیدا ہوا۔ اس کے آٹھ سو ذاتی غلام تھے، یہ ان کی معیت میں صبح کے وقت سوار ہو کر نکلا ملک الناصر کی تمام فوج کی تعداد بیس ہزار تھی۔ لیکن تمام فوج کو چیرتا پھاڑتا اور نیچا دکھاتا نکل آیا، اور امیر العرب مہنا بن عیسیٰ جو شکار پر گیا تھا۔ اس کے یہاں قراسنقور گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی پگڑی اپنے گلے میں ڈال کر یہ الفاظ فریاد کی "الجوار یا امیر العرب"

ایک عرب خاندان کی آن اور پاس عہد کا عجیب واقعہ

اس وقت یہاں ام الفضل مہنا کی بیوی اور اس کی بنت عم موجود تھی، اس نے جواب دیا کہ میں نے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو پناہ دی" سنقور نے عرض کیا کہ "میں بال بچوں اور تمام اسباب کو یہیں طلب کئے لیتا ہوں"؟ ام الفضل نے کہا "اس کا آپ کی مرضی پر انحصار ہے آپ یہاں ہماری پناہ میں ٹھہر سکتے ہیں"

چنانچہ قراسنقور وہاں ٹھہر گیا۔ جب مہنا شکار سے واپس آیا تو اس قراسنقور کی نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ مہمان نوازی اور تواضع و مدارات کی۔ اور بال بچوں اور مال و اسباب کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ حلب سے سب یہیں میرے پاس آجائیں؟ مہنا نے اپنے حقیقی اور چچازاد بھائیوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ بعض نے رائے دی قراسنقور کا ساتھ دینا چاہئے، اور بعض نے کہا ہم چونکہ ملک شام کے ملک ناصر کی عملداری میں رہتے ہیں۔ اس لئے

اتنے بڑے بادشاہ سے جنگ کرنا خلاف مصلحت ہے، جب سب اپنی اپنی رائے کا اظہار کر چکے تو مہنا نے کہا کہ میں مہمان کی مرضی کے مطابق کروں گا۔ اور اسے سلطان عراق کے پاس ساتھ لے کر جاؤں گا۔ اس اثناء میں یہ خبر موصول ہوئی کہ قراسنقور کے بال بچے ڈاک چوکی سے مصر بھیج دیئے گئے، اس واقعہ کے بعد مہنا نے قراسنقور سے کہا کہ آپ کے متعلقین کے ہاتھ آنے کی اب کوئی تدبیر نہیں آتی ہاں اتنی بات ضرور ہاتھ میں ہے، کہ آپ کا جو مال و اسباب حلب میں ہے، اس کی خلاصی کے لئے ہم کوشش کرتے ہیں، پس مہنا کی زیر اطاعت سب کو تیاری کا حکم دے دیا، اور پندرہ ہزار نفر ساتھ لیکر حلب پہنچا اور وہاں جاکر قلعہ کا دروازہ پھونک دیا۔ اور اس پر متصرف ہوگیا۔ قلعہ میں جتنا مال و اسباب تھا۔ وہ بھی سب قراسنقور کا تھا۔ اور جو کچھ بھی اس کے متعلقین باقی تھے۔ ان سب کو وہاں سے لے کر اپنے ہمراہ لے آیا۔ بس صرف اتنے پر اکتفا کیا۔ اب یہ پھر مہنا اور اس کے ساتھ امیر حمص الافرم ملک عراق کے پاس روانہ ہوئے۔ عراق کا سلطان ملک محمد خدا بندہ اس وقت قرا باغ میں تھا۔ یہ مقام سلطانیہ اور تبریز کے درمیان واقع ہے، اور موسم گرما میں سلطان یہیں رہا کرتا ہے، ان سب کا سلطان نے نہایت عزت و احترام سے استقبال کیا، اس کے بعد مہنا کو عراق عرب کا ملک دیا اور قراسنقور کو شہر مراغہ۔ یہ مقام عراق و عجم سے ہے اسے دمشق صغیر بھی کہتے ہیں۔ اب رہا افرم اسے ہمدان کا ملک دیا۔ یہ سب مدت دراز تک اسی سلطان کے پاس رہے۔ امیر حمص الافرم نے یہیں وفات پائی۔ اس کے بعد ملک ناصر سے مہنا نے بہت کچھ عہد و پیمان لئے، اور پھر وہاں سے ملک مذکور کے پاس واپس آگیا۔ اور قراسنقور بدستور وہیں رہا۔ ملک ناصر ہمیشہ اس تاک میں لگا۔ اور موقعہ کا منتظر رہا برابر فرقہ اسمٰعیلیہ کے لوگوں کو اس کو قتل کرانے کی تدبیریں بھیجتا رہتا۔ چنانچہ کچھ فدائی[1] قراسنقور کے محل میں پہونچ گئے، لیکن دھوکہ کھا کر بجائے اس کے دوسرے کو قتل کر دیا۔ ایک مرتبہ یہ سواری کی حالت میں تھا کہ کچھ فدائی اس پر ٹوٹ پڑے کہ قتل کر ڈالیں۔ الغرض فدائیوں کا ایک بڑا گروہ قراسنقور کے قتل کے جھگڑے میں مارا گیا۔ لیکن یہ اس قدر محتاط تھا کہ کسی وقت بھی اپنے تن سے زرہ جدا نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ لکڑی یا لوہے کے مکان میں سویا کرتا۔

---

[1] فدائیوں کا یہ گروہ اپنی جان فدا کر کے اپنے امیر کے حکم کی بے چون و چرا اطاعت کرتا تھا۔ اور مرنے پر ہر وقت تیار رہتا تھا۔

(رئیس احمد جعفری)

زمانہ ایک بار پھر پلٹا کھاتا ہے، قراسنقور کی خودکشی

جب سلطان محمد خدا بندہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اس کا بیٹا ابو سعید والی مملکت ہوا۔ تو جوبان کبیر کا جو سلطان ابو سعید کے امرا میں سے تھا۔ اور اس کے بیٹے دمرطاش کا ملک ناصر کے پاس بھاگنے کا واقعہ پیش آیا جس کا ذکر آگے آتا ہے، اس واقعہ کے پیش آنے سے سلطان ابو سعید اور ملک الناصر کے مابین مراسلت شروع ہوئی، اور یہ امر طے پایا کہ سلطان ابو سعید ملک الناصر کے پاس قراسنقور کا سر اور ملک ناصر ابو سعید کے پاس دمرطاس کا سر بھیج دے، چنانچہ ملک ناصر نے ایسا ہی کیا۔ جب قراسنقور کو اپنے متعلق فیصلہ کا علم ہوا۔ تو اس نے اپنی انگوٹھی کا زہر میں بجھا ہوا نگینہ چوس لیا، اور راہی ملک عدم ہوا۔ سلطان ابو سعید نے اس واقعہ کی ملک ناصر کو اطلاع دے دی اور سر بھیجنے کی ضرورت نہ سمجھی،

فدائیوں کے قلعے سے ہوتا ہوا میں شہر جبلہ آیا۔ اس شہر میں نہریں بکثرت جاری ہیں، اور درخت سرسبز و شاداب ہیں۔ دریا یہاں سے ایک میل کی مسافت پر ہے۔

زیارت مزار حضرت ابراہیم ادہمؒ

اسی شہر میں ولی صالح حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا مزار مبارک ہے، ان کے متعلق مشہور ہے، کہ سلطنت کو خیر آباد کہہ کر دنیا سے منہ موڑ لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسا لوگوں کا گمان ہے یہ شہزادے نہ تھے، بلکہ ان کے والد ماجد ادہمؒ بھی فقرائے صالحین میں سے بڑے سیاح عابد و زاہد، متقی اور ماسوا اللہ سے منقطع تھے۔ البتہ ابراہیم کو سلطنت وراثۃً اپنے نانا کی طرف سے بیشک پہنچی تھی۔ اس اعتبار سے یہ بادشاہ ہوئے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی سیرت و شخصیت کا تذکرہ

کہا جاتا ہے کہ ایک دن ادہمؒ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گذر ہوا۔ آپ ایک باغ کی نہر کے کنارے بیٹھ کر وضو کرنے لگے کہ دیکھا ایک سیب بہتا ہوا آرہا ہے، خیال کیا کہ اسے کھا لینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ اٹھا کر کھا لیا۔ جب کھا چکے تو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی، اور ناجائز طریقہ پر کھا لیا ہے، اس خیال سے مالک باغ کے پاس گئے

کر جا کر اسے اطلاع دے دیں تاکہ اس کی اجازت سے حلال و مباح ہو جائے۔ چنانچہ باغ کے دروازے کو جہاں سے یہ سیب بہہ کر آیا تھا کھٹکھٹایا آواز سنکر ایک لڑکی باہر آئی۔ آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔ اسے بھیج دے۔ اس نے عرض کیا وہ تو عورت ہے۔ آپ نے کہا اچھا اس سے پوچھ لے میں خود حاضر ہو جاؤں۔ چنانچہ اجازت مل گئی۔ اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے، اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ خاتون مذکور نے جواب دیا کہ باغ نصف تو میرا ہے، اور نصف سلطان کا ہے، اور وہ یہاں نہیں ہیں، بلخ تشریف لے گئے ہیں۔ جو دس دن کی مسافت پر ہے، اس نے اپنے سیب کا نصف حصہ تو معاف کر دیا۔ اب باقی رہا دوسرا نصف آپ سے معاف کرانے بلخ تشریف لے گئے۔ جب یہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جا رہی تھی، اسی حالت میں آپ نے سارا واقعہ کی بادشاہ کو خبر دی، اور نصف کی معافی کے طالب ہوئے۔

بادشاہ ادہم سے اپنی لڑکی بیاہ کر معافی دیتا ہے

بادشاہ نے فرمایا اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا۔ کل میرے پاس تشریف لائیے۔ اس کی ایک نہایت حسینہ جمیلہ لڑکی تھی، اور بہت سے شاہزادوں کی نسبت کے پیغام اس کے آ چکے تھے، لیکن بادشاہ انکار کر دیا کرتا تھا۔ کیونکہ لڑکی عابدہ اور نیکوکار لوگوں کو بہت دوست رکھتی، اس کی خواہش تھی کہ زاہد سے نکاح کرے، جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادہم کا سارا قصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں نے ایسا متورع شخص کہیں نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرتے بخارا سے آیا ہے، جب اس لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کر لیا۔ جب دوسرے دن ادہمؒ بادشاہ کے پاس آئے تو اس نے ان سے کہا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ساتھ نکاح نہ کریں گے میں آپ کو نصف سیب معاف نہ کروں گا۔ ادہمؒ نے کمال انکار کے بعد چار و ناچار نکاح منظور کر لیا۔ چنانچہ بادشاہ نے لڑکی کا ادہم کیساتھ نکاح کر دیا۔ جب ادہمؒ خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے، تو دیکھا لڑکی نہایت آراستہ و پیراستہ ہے، اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی۔ نہایت تکلفات کے ساتھ مزین ہے، ادہمؒ ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مصروف ہو گئے، حتّٰی کہ اس حالت میں صبح ہو گئی متواتر سات شبیں اسی طرح گذر گئیں۔ اب تک سلطان نے انہیں سیب کا نصف حصہ معاف نہیں کیا تھا۔ آپ نے بادشاہ کو بطور یاد دہانی کہلا بھیجا کہ اب وہ معاف فرما دیجئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ

جب تک آپ کا میری لڑکی کے ساتھ اجتماع نہ ہوگا۔ میں معاف نہ کروں گا۔ آخر کار شب ہوئی اور ادہمؒ اپنی بیوی کے ساتھ اجتماع پر مجبور ہوئے، آپ نے غسل کیا، نماز پڑھی، اور ایک چیخ مار کر مصلے پر سجدہ میں گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو ادہمؒ مردہ تھے۔ بعدازاں اس لڑکی سے ابراہیم پیدا ہوئے، چونکہ ابراہیم کے نانا کے کوئی لڑکا نہ تھا اس لئے سلطنت ابراہیم کو ملی آپ کے سلطنت چھوڑنے کا جو واقعہ مشہور ہے، اس کی اصل بھی یہی ہے [۱]

ابراہیم ادہمؒ کے مزار پر ایک نہایت عمدہ زاویہ بنا ہے، اس میں پانی کا ایک حوض بھی ہے، یہاں ہر زائر اور مقیم کو کھانا دیا جاتا ہے، اس زاویہ کے مہتمم ابراہیم العجمی کبار صالحین میں سے ہیں یہاں نصف ماہ شعبان کو لوگوں کا بکثرت اژدہام ہوتا ہے، لوگ تمام اطراف ملک شام سے آتے اور تین دن یہاں رہتے ہیں اس زمانے میں شہر کے باہر بہت بڑا بازار لگایا جاتا ہے) اور ہر طرح کی اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی ہے، اس زمانہ میں تمام اطراف واکناف عالم سے بہت سے فقرا مشائخ اور متجردانِ دین آکر جمع ہوتے ہیں، جو شخص مزار مبارک کی زیارت کے لئے آتا ہے وہ مجاور مزار کو کچھ موم ضرور پیش کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے بہت بڑے انبار ہوجاتے ہیں۔ اس شہر کے باشندے اکثر نصیریہ فرقہ کے ہیں۔

فرقہ نصیریہ اور اس کے احوال وکوائف

اس فرقہ والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ خدا ہیں، یہ لوگ نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ طہارت کرتے، نہ روزہ رکھتے ہیں۔ جب ملک الظاہر نے انہیں مجبور کیا کہ اپنے مواضعات میں مسجدیں بنائیں۔ تو ہر گاؤں میں مسجد تو بنالی لیکن آبادی سے بہت دور، نہ ان مساجد میں کبھی جاتے، اور نہ انہیں آباد کرتے، بلکہ اکثر مسجدوں میں مویشی اور جانور رہا کرتے تھے، جب کبھی کوئی غریب الوطن اترتا اور اذان دیتا تو وہ لوگ کہتے، ہنہنانا کیوں ہے، گھاس آتی ہے، اس فرقہ کے لوگ کافی تعداد میں ہیں

---

[۱] اس سلسلہ میں بہت سی متضاد اور بعض خلاف قیاس روایتیں مشہور ہیں، لیکن ان سب کا قدر مشترک یہ ہے کہ یہ بات مصدقہ ہے کہ حضرت ادہمؒ بہت بڑے ولی تھے،

(رئیس احمد جعفری)

لاذقیہ

ایک قدیم شہر

شہر جبلہ سے میں لاذقیہ آیا یہ ایک قدیم شہر ہے، جو دریا کے ساحل پر واقع ہے، لوگ کہتے کہ لاذقیہ وہی شہر ہے جس کے بادشاہ کا کلام اللہ میں ان الفاظ میں ذکر ہے۔ یاخذ کل سفینۃ غصبا[1] یعنی ہر کشتی کو غصب کر لیا کرتا تھا اس شہر میں ولی صالح عبدالحسن اسکندری سے ملنے گیا، لیکن جب پہنچا تو موجود نہ تھے۔ حجاز تشریف لے گئے تھے۔ ان کے بعض اصحاب شیخ صلح بجائی، اور شیخ یحییٰ سلاوی سے ملاقات ہوئی۔ ان ہر دو شیوخ کا قیام علاؤالدین ابن البہا کی مسجد میں تھا۔ یہ شخص فضلائے شام میں سے ہے، اور اس ملک کے کبار اشخاص میں شمار ہوتا ہے، اس کے یہاں ہر وقت صدقات وجود و سخا کا بازار گرم رہتا ہے، مسجد کے نزدیک اس نے ایک زاویہ بھی بنایا تھا۔ جس میں ہر آنیوالے اور رہنے والے کو کھانا ملتا تھا۔ اس شہر کا قاضی بہت بڑا فقیہ اور فاضل المسمیٰ بہ جلال الدین عبدالحق مصری مالکی نہایت کریم اور طبیلان کے ملک الامرا علا قرا داروں میں سے تھا۔ اسی وجہ سے اس نے لاذقیہ میں اسے قاضی مقرر کیا تھا۔

ایک ملحد اور بے دین شخص کی گرفتاری، پھر قتل

شہر لاذقیہ میں ایک شخص ابن الموئید الہجار نام کا تھا۔ اس کی زبان سے کسی کو امان نہ تھی، اس کا مذہب بھی متہم نہ تھا۔ لیکن اپنا الحاد چھپائے رکھتا تھا۔ اتفاقاً طبلان کے

---

[1] اشارہ ہے قصۂ خضر و موسیٰ کی طرف، خضرؑ نے بظاہر بغیر کسی سبب کے کشتی غرق کر دی حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا تو حضرت خضرؑ نے مذکورہ الفاظ میں جواب دیا۔ (رئیس احمد جعفری)

امیر الامراء سے اس کا کوئی کام پڑا۔ لیکن جب اس کی غرض نہ نکلی تو اس کاوش سے یہ مصر پہونچا اور اسے امور شنیعہ سے متہم کر کے پھر لاذقیہ واپس آیا۔ طیبلان نے قاضی جلال الدین کو لکھا کہ کوئی شرعی سبب نکال کر ابن المویئد کو قتل کر دو۔ چنانچہ قاضی مذکور نے ابن المویئد کو اپنے گھر بلایا۔ اور دونوں میں باہم بحث ہوئی۔ اس کے دل میں جو ابن المویئد کی الحاد کی باتیں تھیں۔ انہیں گفتگو ہی گفتگو میں ظاہر کر دیا۔ اس سلسلہ میں ابن المویئد نے اور بھی بڑی بڑی بے دینی کی باتیں ظاہر کیں، اور وہ ایسی تھیں۔ جن کی ادنیٰ سزا قتل ہو سکتی تھی، قاضی نے پس پردہ چند گواہ بھی بٹھا رکھے تھے، اور انہوں نے ابن المویئد کی کل تقریر قلمبند کر لی تھی۔ جب قاضی پر اس کا الحاد ثابت ہو گیا تو اسے قید کر دیا۔ اور سارا واقعہ ملک الامرا طیبلان کو لکھ بھیجا اس کے بعد اسے پھانسی دے دی۔

انقلاب امارت و اقتدار کا کرشمہ

ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ امیر الامرا طیبلان طرابلس کی حکومت سے معزول کر دیا گیا، اور اس کے بجائے الحاج قرطبیہ کو جو کبار امرا میں سے تھا۔ طرابلس کی حکومت سپرد ہوئی ہوہ طیبلان سے پہلے بھی طرابلس کا امیر الامرا رہ چکا تھا۔ چنانچہ اس کے اور طیبلان کے مابین عداوت تھی، اس لئے موقع ملا۔ اور طیبلان کے عہد حکومت کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر خرابیاں نکالنے لگا۔ موقع پا کر متوفی ابن المویئد کے بھائیوں نے بھی اپنے بھائی کا معاملہ قرطبیہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے قاضی جلال الدین اور ان گواہوں کو جنہوں نے متوفی مذکور کے بارہ میں شہادت دی تھی۔ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب یہ سب حاضر ہوئے تو قرطبیہ نے حکم دیا کہ ان سب کو شہر کے باہر جہاں لوگوں کو پھانسی دی جاتی ہے، لے جا کر پھانسی دے دی جائے، یہ پھانسی کے نیچے بٹھلائے گئے۔ اور ان کے عمامے اتار لئے گئے، اس ملک کے امراء کا چونکہ یہ دستور تھا کہ جب کسی کو پھانسی کا حکم دیتے تو اس جگہ کا حاکم امیر کے دربار سے گھوڑا دوڑاتا ہوا پھانسی دیئے جانے کے مقام پر آتا، اور پھر واپس جا کر مکرر امیر سے پھانسی دیئے جانے کی اجازت مانگتا۔ حتی کہ اسی طرح تین مرتبہ امیر کے پاس آمد و رفت کرتا اگر تیسری مرتبہ بھی امیر پھانسی دینے کی اجازت دے دیتا تو پھانسی دی جاتی۔ چنانچہ قاضی جلال الدین اور

اس کے ساتھی کے قتل کے معاملہ میں بھی حاکم لاذقیہ نے ایسا ہی کیا۔ جب تیسری مرتبہ حاکم لاذقیہ امیر کے پاس اجازت لینے گیا۔ تو تمام حاضرین دربار نے اپنی پگڑیاں اتار ڈالیں، اور عرض کیا! یا امیر الاسلام کی اس میں سخت توہین اور بدنامی ہے کہ قاضی اور شاہدوں کو پھانسی دی جائے، امیر نے ان کی شفاعت قبول کرلی، اور قاضی کو مع گواہوں کے رہا کر دیا۔

دیر قاروص کے مسیحوں کا برتاؤ مسلمانوں سے

شہر لاذقیہ کے باہر ایک بہت بڑا دیر ہے، جس کا نام دیر قاروص ہے، یہ دیر ملک شام کے تمام دیروں سے بڑا ہے یہاں بڑے بڑے راہب رہا کرتے ہیں، اور مسیحی بہت دور دور سے اس کی زیارت کو آتے ہیں، یہاں مسلمانوں میں سے جو اترتا ہے، اس کی مسیحیوں کی طرف سے روٹی، پنیر، زیتون، سرکہ اور کھیر سے پذیرائی ہوتی ہے،

شہر لاذقیہ کا لنگر گاہ ملک شام کے تمام لنگر گاہوں سے اچھا ہے، اس پر دو برج بنے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان ایک بہت بڑی زنجیر لگی رہتی ہے، جب تک یہ زنجیر نہیں گرائی جاتی اس وقت تک نہ کوئی لنگر گاہ میں آسکتا ہے، اور نہ جا سکتا ہے،

قلعہ کرک سے ملتا ہوا ایک مستحکم قلعہ، اور اس کے اندرونی حالات

پھر قلعہ مرقب آیا۔ یہ کبار قلعہ جات میں سے ہے، اس کی وضع قطع قلعہ کرک سے ملتی جلتی ہے، یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر بنا ہوا ہے اس کے باہر ایک مسافر خانہ ہے، یہیں مسافر اترتے ہیں، اور قلعوں کے اندر نہیں جانے پاتے۔ لعنے رومیوں سے ملک منصور قلاؤون نے فتح کیا تھا، اور اب اس پر اس کے بیٹے ملک ناصر کی حکومت ہے، قاضی قلعہ برہان الدین مصری ہیں، جو بڑے پایہ کے عالم اور صاحب لطف و کرم شخصیت کے مالک ہیں۔

جبل لبنان و بعلبک

وہاں کے چشمے، نہریں، صلحاء و فقراء اور عام حالات

اب میں نے پھر رختِ سفر باندھا، اور رخصت ہو کر جبل اقرع آیا، یہ ملک شام کے پہاڑوں میں سب سے زیادہ بلند اور برتر ہے، یہاں دریا جاری ہیں، بکثرت چشمے رواں ہیں، نہریں بہتی ہیں۔ یہاں کے باشندے ترکمان کہلاتے ہیں۔

جبل لبنان میں آمد، دنیا کا سب سے زیادہ سرسبز و شاداب پہاڑ

اب میں جبل لبنان آیا۔ یہ بہت بڑا اور تمام دنیا کے پہاڑوں میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب پہاڑ ہے اس میں طرح طرح کے میوہ جات پیدا ہوتے، پانی کے چشمے رواں ہیں، اور سایہ دار درخت بیحد ہیں۔ یہ پہاڑ زاہدوں، صالحوں اور ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالٰے کے لئے دنیا کو خیرباد کہہ دیا ہے، کبھی خالی نہیں رہتا، مجھے خود ایسے صالحوں کے ایک گروہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، جنہیں دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اور ماسوا اللہ سے ترک تعلق کر کے صرف اسی کے ہو رہے تھے، یہ ایسی گمنامی کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ ان کے نام تک سے کوئی آگاہ نہیں [۱]

لبنان کا ایک چھپا ہوا مردِ حق آگاہ

بعض صالحین سے اس پہاڑ پر مجھے بھی شرف نیاز حاصل ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک زمانہ میں ہم اس

---

[۱] فرانسیسی سامراج نے اپنے دورِ حکومت میں یہاں عیسائیوں کی اکثریت پیدا کر دی ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

پہاڑ پر فقرا کی ایک جماعت کے ساتھ شدید سرما میں رہ رہے تھے۔ سردی سے بچاؤ کے لئے آگ روشن کر رکھی تھی۔ اور بیٹھے تاپ رہے تھے، اس اثنا میں حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ آگ تو ایسی ہے کہ اگر اس میں کوئی جانور بھونا جاتا تو خوب لطف آتا۔ یکایک فقرا میں سے ایک فقیر نے جو بظاہر بہت ہی حقیر معلوم ہوتا تھا۔ اور نظروں میں کوئی وقعت نہ رکھتا تھا۔ کہا میں عصر کے وقت حضرت ابراہیم ادہم کی عبادت گاہ میں تھا۔ (جو ایک مستبعد سی بات تھی) وہاں دیکھ آیا ہوں کہ ایک گورخر برف میں پھنسا ہوا ہے، اور ہر طرف سے برف نے اسے ایسا دبالیا ہے کہ اسے جنبش کی طاقت نہ تھی، اگر تم وہاں جاکر اسے پکڑ لاؤ تو اس کا گوشت آگ میں بھون سکو گے۔ وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ، اس درویش کے فرمانے سے ہم پانچ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے، اور وہاں گئے، دیکھا تو واقعی جیسا درویش نے بیان کیا تھا ویسی ہی پایا۔ اسے ہم پکڑ کر اپنے دوستوں کے پاس لائے، اور اسے ذبح کر کے اس کا گوشت آگ پر بھوننا شروع کیا، پھر گورخر کی خبر دینے والے درویش کو ہم نے کتنا ہی تلاش کیا، لیکن وہ نہ ملا اس واقعہ سے ہمیں سخت تعجب ہوا۔

جبل لبنان سے ہم شہر بعلبک پہونچے، یہ بہت قدیم اور ملک شام کے بہترین شہروں میں سے ہے، اس کے ہر چار اطراف نہایت اعلیٰ باغات اور اچھی اچھی پھلواریاں ہیں۔ یوں سمجھئے کہ یہ شہر باغات اور پھلواریوں کا مرکز ہے، جابجا جاری چشموں کی وجہ سے اس شہر میں بڑی رونق رہتی ہے۔ اگر ان خوبیوں کے باعث دمشق کا ہم پلہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بادشاہوں کی نظر میں تو یہ ہمیشہ محبوب رہا ہے۔ یہاں ایک طرح دبس یعنی "قوام" بنتا ہے اسے "دبس بعلبکی" کہتے ہیں، یہ ایک قسم کا شیرہ ہے، جو انگور سے بنتا ہے، یہاں ایک قسم کی مٹی ہوتی ہے، اسے اس انگور کے شیرہ میں رکھ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کا سیال پن کم ہو جاتا ہے، اور وہ جم کر ایک ڈھیلے کی طرح ہو جاتا، پھر اس میں پستے اور بادام ڈال کر ایک قسم کا حلوا بناتے ہیں۔ اس کا نام "ملبن" ہے یہاں دودھ بکثرت ہوتا ہے، اور اسے تجارت کے طریقہ پر دمشق بھی لے جاتے ہیں۔ تیز رفتار شخص کے لئے بعلبک اور دمشق کے مابین یک روزہ مسافت ہے، لیکن آہستہ رو بعلبک سے ایک چھوٹے سے شہر میں ٹھہر جاتے ہیں، اس کا نام زبدان ہے،

بعلبک کی مخصوص مصنوعات، پیداوار، اور اشیاء

زبدان میں میووں کی خوب کثرت ہے۔ پھر یہاں سے دوسرے دن دمشق میں داخل ہوتے

ہیں۔ بعلبک میں ایک خاص قسم کا کپڑا بنا جاتا ہے۔ اسے بعلبکی کہتے ہیں۔ یہاں لکڑی کے برتن اور چمچے ایسے بنائے جاتے ہیں۔ جن کی دوسرے شہروں میں نظیر نہیں ملتی۔ یہاں کے لوگ پیالوں کو "دسوت" کہتے ہیں۔ میں نے بعض کاریگروں کو دیکھا ہے کہ ایک بڑے پیالے میں ایک کے اندر ایک پورے دس پیالوں کا اس طرح سیٹ بناتے ہیں کہ اوپر سے دیکھنے والا ایک پیالہ سمجھتا ہے، یہی حال چمچوں کا بھی ہے کہ ایک کے اندر ایک دس چمچوں کا سیٹ بناتے ہیں کہ وہ بھی بظاہر اوپر سے دیکھنے میں، ایک چمچہ معلوم ہوتا ہے اس کے لئے ایک چمڑی کا غلاف بھی بناتے ہیں جس میں رکھ کر ان سب کو اپنے توشہ دان میں رکھ لیتے ہیں، جب دستر خوان بچھتا اور سب ساتھی کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو اس چمچہ کو نکال کر دستر خوان پر رکھ دیتے ہیں۔ اوپر سے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ اس قدر آدمیوں میں صرف ایک چمچہ رکھا ہے، لیکن اس کے جوف سے یکے بعد دیگرے نو چمچے اور نکل آتے ہیں۔ جب میں بعلبک پہونچا تھا تو شام ہو گئی تھی۔ اور دمشق دیکھنے کا اشتیاق زیادہ دامنگیر تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی دن میں دمشق روانہ ہو گیا۔
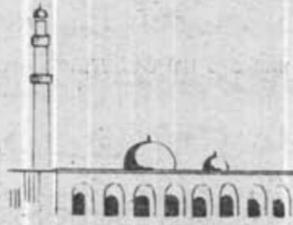
دمشق میں میرا داخلہ ۹ رمضان المعظم ۷۲۶ھ (مطابق ۱۳۲۶ء) کو ہوا، یہاں کے ایک مدرسہ مالکیہ میں جو شرالبشیہ کے نام سے عام طور پر معروف ہے، مقیم ہوا۔

دمشق کو بغیر کسی مبالغہ کے بالکل بجا طور پر حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، دلکشی اور سحر طرازی کے باعث دنیا کے تمام شہروں پر تفوق اور برتری حاصل ہے زیادہ سے زیادہ تطویل اور تفصیل کے ساتھ بھی اگر اس کے محاسن بیان کئے جائیں، اور جو بظاہر یکسر غلط معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ درحقیقت اصل خوبیوں سے کم ہی ہوں گے، کون زبان ہے جو اس کی تعریف کر سکتی ہے؟ اور کون قلم ہے جو اس کی مدح سرائی کا حق ادا کر سکتا ہے؟ مشہور سیاح عالم ابن جبیر نے دمشق کے محاسن کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہ حرف آخر ہے، میں کہنا چاہوں تو بھی اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔

دمشق کے بارے میں مشہور سیاح ابن جبیر کے تاثرات

ابن جبیر کہتے ہیں:۔

دمشق جنت الشرق اور نور مشرق کا مطلع ہے، جہاں تک بلاد اسلامیہ کے متعلق جانتا ہوں۔ اس شہر سے بڑھ کر کوئی شہر نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے تمام شہروں کو جہاں تک میں نے دیکھا ہے یہ اپنی زینت و آراستگی، دلچسپی، و دل آویزی اور کمال حسن و خوبی میں ایک دلہن یا اس حسین آدمی کے مانند ہے، جو پھولوں اور کلیوں کے زیورات سے سجا ہوا ہو اس کے باغات اور سبزہ زار گویا سبز لباس

میں ملبوس ایک پر از حسن و خوبی معشوق ہیں۔ بڑے بڑے عالیشان اور بلند پائیگاہ مکانات نے اس میں ایک جلوہ پیدا کر دیا ہے، اور مکانات بھی ایسے کہ جن میں زینت و آراستگی اور سجاوٹ کی انتہا کر دی گئی ہو۔

عیسٰی اور مریم علیہما السلام کا مولد دمشق ہی تھا

اس شہر کی عظمت اس سے اور بھی دو بالا ہو گئی ہے، کہ یہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام نے ایک ایسی جگہ پر مقام قیام کیا ہے، جو ایک عمدہ شیریں چشمہ پر مشتمل اور جس کے ہر چہار اطراف درخت لہلہا رہے ہیں، اور درمیان میں آب سبیل ہے، اس شہر میں صرف نیک صفات اور خوشحال آدمیوں کا گذر ہے، برے یہاں سے اس قدر خوف زدہ ہو کر بھاگتے ہیں، جس طرح موذی سانپ لوگوں کو دیکھ کر راستہ سے بھاگ جاتا ہے، یہاں کی آب و ہوا اس قدر پاکیزہ اور اعلٰے ہے کہ اگر کوئی مرتا ہوا آدمی بھی آجائے تو اس کی جان میں جان آجائے، تمام شہر ایسی خوبی اور آب و تاب اور چمک دمک سے معمور ہے، کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ صیقل کیا ہوا ہے، اور اس قدر دامنگیر اور جاذب قلوب ہے کہ گویا ناظرین سے باآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ بس یہی تمہارا ملجا و ماوٰی ہے، اس سے بڑھ کر تمہیں کوئی آرام گاہ نہ ملے گی۔ چشموں اور نہروں سے یہاں کی سرزمین ایسی آسودہ اور سیراب ہے کہ اگر اس کی حقیقت دریافت کرنے کا اشتیاق اور تشنگی پیدا ہو تو عجب نہیں۔ یہاں کی پتھریلی زمین بھی اپنی شادابی کے باعث باآواز بلند پکار پکار کہہ رہی ہے کہ اگر تمہیں نہانے دھونے اور پینے کے لئے ٹھنڈے پانی کی ضرورت ہے تو ذرا پاؤں سے مجھے ٹھکرا دو پھر قدرت خداوندی کا تماشا دیکھو۔

اس چمکتے دمکتے شہر کے اطراف میں سبزہ زار و باغات اس خوبی سے واقع ہوئے ہیں کہ گویا چاند کے گرد ہالہ یا جس طرح رسیلا پھل اپنے پوست کے غلاف میں ہوتا ہے، اس کے مشرق میں جہاں زمین کا نشیب واقع ہے، جہاں تک نگاہ جاتی ہے، عجیب دل چسپ منظر ہے اسی طرح یہاں کے جس خطے اور مقام کو دیکھئے حد نظر تک سوائے سرسبزی اور شادابی کے اور کچھ نہیں نظر آتا۔ کیا مجال ہے کہ کمال تازگی اور دل چسپی کے باعث دیکھنے والا پلک تک تو مار لے۔ بالکل سچ ہے کہ دنیا میں اگر جنت ہے تو بس دمشق کے سوا کوئی اور کہیں نہیں۔ اور اگر عالم بالا میں ہے تو اسی دمشق کی طرح۔

ابن جزی کا قول ہے کہ ہمارے شیخ محدث و سیاح شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ابن جابر ابن

حسان تمیں وادی آشی نزیل تونس نے دمشق کی خوبیاں فرماکر ابن جبیر کے کلام کی تصریح فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جس ڈھنگ سے ابن جبیر نے دمشق کی تعریف کی ہے، اور جس طرز سے اس کا حال بیان کیا ہے اس سے ایک جوش امنگ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے،

دمشق کی تعریف میں شعرائے بھی جولانی طبع کا مظاہرہ کیا ہے شرف الدین بن الحسن کہتے ہیں:۔

بكاد بها الحصباء درّ و تربها — یہ ایسا شہر ہے جہاں سنگریزے گوہر کا حکم رکھتے ہیں جس

عبير و أنفاس الشمال شمول — کی خاک عبیر اور باد شمال شراب کی تاثیر رکھتی ہے۔

ابو الحسن غرناطی کا کلام ہے:۔

القضب راقصة والطير صادحة — وہاں کے بستان کے درختوں کی لچک گیا ہے ایک رقص ہے پرندے

والزهر مرتفع والماء منحدر — زمزمہ سنج ہیں کلیاں بلند شاخوں پر رونما ہیں۔ اور پانی جاری ہے۔

باشندگان دمشق کا معمول کہ ہفتہ کے روز کوئی کاروبار نہیں کرتے، اور سب لوگ سیر گاہوں اور باغات میں جاکر جاری چشموں کے کنارے پھول دار درختوں کے سایہ میں میلہ لگاکر جمع ہوتے ہیں۔ اور شام تک عیش و نشاط اور تفریح و انبساط میں بسر کرتے ہیں۔

دمشق کی یگانہ روزگار، مسجد جامع یعنی جامع بنی امیہ

یہ مسجد تمام روئے زمین کی مسجدوں میں سب سے بڑی ہے، اور بلحاظ کاریگری کے تمام دنیا کی مساجد میں اتقان صناعت، بداعت حسن اور بہجت کمال کے لحاظ سے فائق ہے نہ دنیا کی کوئی مسجد اس کی نظیر ہے، اور نہ مشابہ امیر المؤمنین ولید ابن عتبہ بن عبد الملک ابن مروان نے تیار کرانے کا بار اپنے ذمہ لیا تھا۔ جب امیر کو اس مسجد کی تیاری کا خیال ہوا تو اس نے روم کے بادشاہ کے نام باین امر تحریر بھیجی۔ کہ فن معماری کے بہترین ماہر میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ حسب الحکم بارہ ہزار چیدہ چیدہ معمار امیر کے پاس روانہ کئے گئے، اب جس مقام پر یہ مسجد واقع ہے، وہاں اس سے پہلے مسیحوں کا بہت بڑا گرجا تھا۔ جب مسلمانوں نے دمشق فتح کیا تو یوں ہوا کہ ایک طرف سے حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر دمشق میں داخل ہوئے، اور برابر نصف کنیسہ تک چلے گئے چنانچہ نصف حصہ تو ان کے قبضہ میں بزور شمشیر آیا، اور ابو عبیدۃ ابن الجراح رضی اللہ عنہ دمشق کی مغربی سمت سے برنبائے صلح داخل ہوئے، اس طرح باقی نصف کنیسہ جو برنبائے شرائط صلح مسلمانوں کے تصرف میں آیا تھا۔ اس پر انہوں نے مسجد بنائی اور باقی نصف حصہ جو برنبائے شرائط صلح مسلمانوں کے

تصرف میں آیا تھا۔ وہ بدستور گرجا رہا[1]

جب ولید نے مسجد میں وہ نصف گرجا بھی شامل کرنے کا ارادہ کیا تو شاہ روم سے کہا کہ آپ اس نصف حصہ کو میرے ہاتھ فروخت کر ڈالیے۔ اور جس قدر قیمت مانگیے میں دینے کو تیار ہوں لیکن شاہ روم نے ولید کی اس خواہش کو مسترد کر دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا کسی طرح تصفیہ نہیں ہوتا تو پھر اسے جبریہ لے لیا[2] مسیحیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس گرجا کو جو منہدم کرے گا۔ مجنوں ہو جائے گا۔ چنانچہ اس امر کا لوگوں نے ولید سے بھی تذکرہ کیا کہ لوگ اسے منہدم کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ یہ سن کر ولید نے خود کدال لی۔ اور یہ کہہ کر گرجا منہدم کرنا شروع کر دیا۔ "ر کہ میں خدا کی راہ میں پہلے مجنوں ہونے کو تیار ہوں!"

جب مسلمانوں نے یہ حالت دیکھی تو اس کی اتباع میں سب نے کھودنا شروع کیا، اور اللہ نے مسیحیوں کا زعم باطل کر دیا۔ جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی تو ولید نے طرح طرح کے طلائی نگینوں سے جن میں طرح طرح کی رنگ آمیزی ہے خوب سجایا

مسجد کی تعمیر کی خوبیاں اور فن کاریاں

طولاً مشرق سے مغرب کی سمت اس کی وسعت دو سو قدم ہے، جو تین سو گز کے قریب ہوتے ہیں، اور قبلہ کی جانب جوف تک چوڑائی ایک سو پینتیس قدم ہے، جو دو سو گز کے برابر ہوتے ہیں۔ اس کی کلیاں رنگین بلور کی ہیں جن کی تعداد چوہتر ہے، اس میں شرقاً و غرباً تین مستطیل فرش ہیں، ہر فرش کی چوڑائی اٹھارہ قدم ہے، مسجد چوں ستونوں پر قائم ہے، جن کے درمیان آٹھ گچکاری کے پیل پائے ہیں۔ اور چھ سنگ مرمر کے یہ عمدہ رنگین پتھروں سے مرصع ہیں نگینوں کی مرصع کاری سے ان میں محرابوں وغیرہ کے خوبصورت نقشے بنائے ہیں۔ انہی چھ پیل پاؤں پر اس سیسہ کے برج کا بار ہے، جو محراب کے سامنے واقع ہے، اور جسے "قبۃ النسر" کہتے ہیں۔ مہندسوں (انجینیروں) نے مسجد کی عمارت اس طرز پر بنائی ہے کہ اگر پوری عمارت پر نظر ڈالی جائے تو "نسر طائر" کی شکل کی معلوم ہوتی ہے، اور قبہ بجائے سر کے نظر آتا ہے،

---

[1] مسلمانوں کی رواداری کی یہ ایسی مثال ہے، جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

[2] ولید چونکہ صحیح اسلامی خلیفہ نہیں تھا۔ لہٰذا اس کا یہ فعل نہ اسلام کے مطابق تھا، نہ سند کا کام دے سکتا ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

یہ برج بھی دنیا کی عجیب و غریب عمارتوں میں سے ہے، اور دمشق کی تمام عمارتوں سے بلند ہے، خوبی یہ ہے کہ اسے جس رخ سے دیکھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نسر طائر پرواز میں ہے، صحن مسجد میں تین سنگین فرش ہیں، جو شرقاً و غرباً اور جنوباً و شمالاً گھومے ہوئے ہیں۔ ہر فرش دس قدم عریض ہے، ان سنگین فرشوں پر بھی چودہ ستون اور تینتیس پیلپائے نصب ہیں، کل صحن کی بحیثیت مجموعی سو گز چوڑائی ہے اور صحن بھی نہایت عمدہ مناظر میں سے ہے، جس کی خوبصورتی بدرجہ اتم ہے، صحن میں شام کو مغرب کے وقت کیا قاری اور کیا محدث سب ہی جمع ہوتے ہیں، نماز عشاء پڑھ کر اپنے اپنے مکانات کو واپس جاتے ہیں۔ ان میں سے جو کوئی فقہا اور محدثین میں سے کسی بڑے کو دیکھتا ہے، تو اس کی طرف اشتیاق سے نہایت عجلت کے ساتھ جاتا۔ اور ادباً اپنا سر جھکا لیتا ہے،

قبہ حضرت عائشہؓ و قبہ حضرت زین العابدین

صحن میں تین قبے ہیں جو غربی جانب ہے، وہی سب سے بڑا ہے اور قبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام نامی اور اسم گرامی سے مشہور ہے، قبہ سنگ رخام کے آٹھ ستونوں پر قائم ہے، ہر ستون طرح طرح رنگین نگینوں سے مرصع کار ہے، اور چھت سیسہ کی ہے، کہتے ہیں کہ مسجد کا مالی خزانہ اسی قبہ میں رہا کرتا تھا۔ لوگ مجھ سے کہتے تھے کہ مسجد کی متعلقہ جائداد کی پچیس ہزار دینار طلائی سالانہ کی آمدنی ہے، اس صحن کی شرقی جانب ایک اور قبہ ہے، یہ غربی جانب کے قبہ سے گو چھوٹا ہے، لیکن اس کی وضع قطع اسی کی سی ہے یہ سنگ رخام کے آٹھ ستونوں پر قائم ہے اسے قبہ زین العابدین کہتے ہیں، تیسرا قبہ وسط صحن میں ہر دو مذکورہ قبوں سے چھوٹا ہے، اس کی سنگ رخام کی ہشت پہل عمارت اور نہایت شوخ سنگ سرخ چار ستونوں پر قائم ہے، قبہ کے نیچے لوہے کا ایک کٹھرا ہے، اس میں پیتل کا ایک نل لگا ہوا ہے، اس سے ایک فوارہ جاری ہے، یہ نہایت صفائی کیساتھ بہت بلند ہو کر گرتا ہے، اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا چاندی کی جریب کھڑی ہے، یہاں کے لوگ اس کٹہرے کو "قفص الماء" پانی کا پنجرہ" کہتے ہیں، اور اس میں منہ لگا کر پانی پینا اچھا سمجھتے ہیں اس صحن کی شرقی جانب ایک دروازہ ہے۔

مشہد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

اس دروازہ میں جانے سے آدمی ایک اور مسجد میں جا پہنچتا ہے جو نہایت بدیع الوضع ہے اسے مشہد

علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں، دروازہ کے مقابل غربی جانب غربی اور جونی ہر دو سنگین فرشوں کے مقام اتصال پر ایک اور مقام ہے، اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا نے حدیث روایت کی ہے۔ مسجد کے قبلہ کے رخ ایک بہت بڑا مقصورہ ہے جس میں شافعی امام امامت کرتا ہے،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ کا مصحف کریم

اس درجہ کے شرقی رکن میں محراب کے مقابل ایک بہت بڑا حجرہ ہے جس میں وہ قرآن شریف رکھا ہوا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالے عنہ نے ملک شام روانہ فرمایا تھا۔

یہ حجرہ ہر جمعہ کو بعد نماز کھولا جاتا ہے، اس کلام مجید کی زیارت کرنے والوں کا بڑا ہجوم رہتا ہے، یہ لسے چومتے ہیں، اور اسی مقام پر قرضہ واردں اور مدعا علیہم سے حلف لیتے ہیں۔

محراب صحابہ کے بارے میں ایک بیان

اس درجہ کے بائیں جانب "محراب الصحابہ" ہے مورخین کہتے ہیں کہ یہ پہلی محراب ہے جو عہد اسلام میں بنائی گئی ہے، اس درجہ میں مالکی امام امامت کرتا ہے

محراب الحنفیہ، حنفیوں کی محراب

اس درجہ کے داہنی جانب "محراب الحنفیہ" ہے اس میں امام الحنفیہ امامت کرتا ہے۔

محراب الحنابلہ، حنبلی مسلک کے لوگوں کی محراب

اس درجہ سے ملی ہوئی "محراب الحنابلہ" ہے یہاں امام الحنابلہ کرتا ہے،

مسجد کے مینار اور ان کی کیفیت!

مسجد ہذا سے متعلق تین مینار ہیں، ایک جانب مشرق ہے، یہ مسیحیان روم کی عمارات میں سے ہے، اس کا دروازہ مسجد کے اندر سے ہے، اس کے نیچے طہارت گاہ اور وضو کے لئے بہت سے مقامات بنے ہیں۔ یہاں معتکفین اور متعلقین مسجد نہاتے اور وضو کرتے ہیں۔ دوسرا مغربی جانب

ہے یہ بھی عیسائیان روم کی عمارات میں سے تیسرا شمال کی طرف مسلمانوں کا بنایا ہوا ہے۔
اس کے موذنوں کی تعداد تقریباً ستر ہے، اس کے شرقی جانب ایک بہت بڑا مقصورہ سوڈان کے طائف ذیالعہ کا ہے اس میں پانی کا تالاب ہے،

حضرت زکریا علیہ السلام کا مبینہ مزار

وسط مسجد میں حضرت ذکریا علیہ السلام کا مزار مبارک ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دو ستونوں کے درمیان ایک ترچھا تابوت ہے، جس پر سیاہ ریشم کا غلاف پڑا ہوا ہے اور سفید ریشم سے یہ عبارت کڑھی ہوئی ہے، یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ۣ اسْمُہٗ یَحْیٰی (اے ذکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔)

مسجد دمشق کے فضائل و برکات و محاسن

اس مسجد کے فضائل مشہور ہیں۔ چنانچہ میں نے دمشق کے فضائل میں پڑھا ہے، حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ مسجد دمشق میں ایک نماز پڑھنے سے ستر نمازوں کا ثواب ملتا ہے ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمام دنیا کے اجڑ جانے کے بعد بھی اس مسجد میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی جائے گی وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد کی قبلہ رو یہ دیوار حضرت ہود علیہ السلام نے بنائی تھی"

حضرت ہود علیہ السلام کا مبینہ مزار مبارک

حضرت ہود علیہ السلام کا مزار مبارک بھی اسی دیوار میں ہے، لیکن ظفار الیمن کے قریب ایک شہر ہے جسے وہاں کے باشندے "احقاف" کہتے ہیں وہاں میں نے ایک مکان دیکھا ہے جس میں ایک مزار تھا۔ اور اس پر عبارت ذیل لکھی ہوئی تھی۔ ھٰذا قبر ھود بن عابر صلے اللہ علیہ وسلم (یہ ہود بن عابر صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے)۔
اس مسجد کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ قرأت قرآن شریف، اور ادائے نماز سے بہت کم خالی رہتی ہے، چنانچہ اس کا آئندہ ذکر آئے گا۔

مسجد میں ذکر و شغل اور عبادت کی کثرت

روزانہ لوگ نماز صبح کے بعد اس مسجد میں جمع ہوتے ہیں، اور قرآن شریف کی منزل پڑھتے ہیں۔ اور عصر کی نماز کے بعد "قرات کوثریہ" کے لئے جمع ہوتے ہیں، اور سورت کوثر سے آخر قرآن شریف تک ختم کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو قرات کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ان کے لیے وظائف مقرر ہیں، ان وظیفہ خوار لوگوں کی تعداد چھ سو ہے ان پر خفیہ نویس بھی مقرر ہیں، جو وظیفہ خوار ختم میں غیر حاضر ہوتا ہے، اسے لکھ لیتے ہیں جب وظیفہ تقسیم ہوتا ہے تو غیر حاضری کا وظیفہ کاٹ لیا جاتا ہے،

مسجد ہذا میں مجاوروں کی بھی ایک بہت بڑی جماعت ہے جو کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتے، اور ہر وقت نماز و قرات اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، اور اس شغل سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے اور شرقی مینار کے نیچے والی طہارۃ گاہ میں جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں، وضو کرتے ہیں، اور باشندگان شہر ان لوگوں کی بلا ان کی درخواست کے کھانا اور کپڑے سے مدد کرتے ہیں۔

مسجد کے دروازے، حضرت خالد سیف اللہ کا پرچم

اس میں چار دروازے ہیں پہلا مغرب رو ہے اسے "باب الزیادۃ" کہتے ہیں، دروازہ ہذا پر اس برچھی کا ٹکڑا ہے جو حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کے پرچم میں لگی تھی۔ دروازہ کے آگے وسیع دہلیز ہے جس پر مختلف پیشہ وروں کی دکانیں ہیں اسی دروازہ سے دار الخیل کی طرف جاتے ہیں جب اس سے نکلتے ہیں تو بائیں جانب ٹھٹھیروں کا بازار پڑتا ہے یہ بازار بہت بڑا اور دور تک مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے، اس کا دمشق کے بہترین بازاروں میں شمار ہوتا ہے۔

وہ خرابہ جہاں امیر معاویہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ رہتے تھے،

اب جہاں یہ بازار ہے پہلے یہاں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے خاندان کے مکانات تھے، اور اس زمانہ میں اس کا نام "خضراد" تھا۔ اسے بنی عباس نے ڈھا دیا تھا۔ اور وہاں بازار بن گئے، مسجد کا مشرقی دروازہ اس کے تمام دروازوں سے بڑا ہے۔ اسے "باب جیرون" کہتے ہیں۔ اس کی ایک بہت بڑی دہلیز ہے، پھر اس سے نکل کر ایک بہت بڑا صحن ملتا ہے، جس کے آگے پانچ دروازے ہیں، اور چھ بڑے بڑے ستون ہیں۔

مشہد امام حسین علیہ السلام!

دروازہ کی بائیں جانب ایک بہت بڑا مشہد ہے، اسی میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد ہے، جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس میں پانی کا ایک چشمہ بھی ہے، اس سنگین فرش کے مکان کے سامنے نہایت ترتیب سے بنی ہوئی سیڑھیاں ہیں، ان سے اترنے کے بعد ایک دہلیز کے پاس باؤلی ہے، جو ایک بڑی خندق کے مانند ہے، ایک بہت بڑے دروازے سے جا کر ملتی ہے جس کے نیچے کھجور کے درخت کی طرح بہت طویل ستون ہے، دہلیز کے ہر دو جانب بھی بہت سے ستون اس حج پر چکردار راستے بنے ہوئے ہیں، ان راستوں پر بزازوں وغیرہ کی دکانیں ہیں، اور ان پر جو مستطیل راستے ہیں، ان پر جوہریوں اور کتب فروشوں اور عجیب و غریب شیشہ آلات کے کاریگروں کی دکانیں ہیں، پہلے پھاٹک سے متصل ایک کشادہ صحن میں بڑے بڑے شاہدوں کی بیٹھکیں ہیں، ان میں شافعی المذہب گواہوں اور باقی کل مختلف مذاہب والوں کی نشست گاہ ہیں، پانچ پانچ چھ چھ عادل گواہ اور نکاح پڑھنے والے قاضی کی طرف سے مقرر ہیں ان تمام گواہوں کے شہر میں حلقے ہیں ان دکانوں کے قریب کاغذی بازار ہے، یہاں کاغذ اور قلم روشنائی وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔

دہلیز کے درمیان سنگ رخام کا ایک حوض بنا ہوا ہے، اور اس پر بغیر چھت کا ایک قبہ سنگ رخام کے ستونوں پر بنا ہے۔ حوض کے وسط میں ایک برنجی نل ہے، جو پوری قوت سے پانی کی قد آدم چادر کو ہوا میں اچھالتا ہے کہ وہ منظر بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، اسے فوارہ کہتے ہیں۔

گھڑیالی دروازے کے عجیب خصائص

باب جیرون کے باہر کی طرف وہ گھڑیالی دروازہ ہے، جس کی شکل ایک بڑی کھڑکی کی ہے، ان میں چھوٹے چھوٹے طاق ہیں، اور ان میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان کھڑکیوں کی تعداد دن کے گھنٹوں کی تعداد کے برابر ہے، یہ ساری کھڑکیاں رنگین ہیں۔ اندر سے سبز رنگ کی ہیں باہر سے زرد رنگ کی۔ جب دن کا ایک گھنٹہ گذر جاتا ہے، تو اندرونی سبز رنگ کا حصہ باہر ہو جاتا ہے، اور بیرونی زرد رنگ اندر ہو جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس بڑی کھڑکی کے اندر جس میں یہ چھوٹی کھڑکیاں ہیں کوئی شخص مقرر ہے جو گھنٹے گذرنے کے بعد ان کا رنگ اپنے ہاتھ سے بدلتا رہتا ہے۔ [۱]

---

[۱] بقول ابن جبیر اندلسی یہ پانی کی گھڑی ہے۔

مسجد کے غربی دروازہ کا نام "باب البرید یعنی ڈاک کا پھاٹک ہے۔

مدرسہ شافعیہ کی ہیئت اور کیفیت

دروازہ کی بیرونی جانب داہنی طرف "مدرسہ شافعیہ" ہے جس کی ایک دہلیز ہے، اس پر شمع فروشوں کی دکانیں ہیں، اور میوہ فروشوں کی دکانوں کی بھی ایک قطار ہے، اس کی اوپر کی جانب ایک بہت بڑا پھاٹک ہے جس میں سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس پھاٹک کے ستون بہت بلند ہیں، اور دائیں بائیں دو گول ستاوے ہیں

جہاں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ رہا کرتے تھے،

باب الجوفی کی جو باب النطفانیین کے نام سے مشہور ہے، دہلیز بہت بڑی ہے، اس دروازہ سے باہر نکلتے ہوئے داہنی طرف ایک خانقاہ بھی پڑتی ہے، اس کا نام "الشمیعانیہ" ہے، اس کے وسط میں ایک تالاب ہے، اور اس میں بہت سی طہارت گاہیں ہیں جن میں ہر وقت پانی جاری رہتا ہے، کہتے ہیں کہ اسی مقام پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا۔ مسجد کے چاروں دروازوں پر وضو کے لئے ایک ایک مقام بنا ہوا ہے اور ہر مقام میں سو سو حجرے ہیں، ان میں ہر وقت پانی جاری رہتا ہے،

مختلف اور متعدد فقہی مسلک رکھنے والے اماموں کا تقرر

اس مسجد میں تیرہ امام ہیں پہلا "امام شافعیؒ" ہے جب میرا اس مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ تو قاضی القضاۃ جلال الدین محمد بن عبد الرحمن القزوینی امام الشافعیہ تھے۔ یہ بہت بڑے فقہا میں سے ہیں۔ اور اس مسجد کے خطیب تھے۔ "دار الخطابۃ" میں رہا کرتے تھے، اور مقصورہ کے پاس جو آہنی دروازہ ہے اس سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ یہ وہی دروازہ ہے جس سے امیر معاویہ باہر نکلا کرتے تھے[1] اس کے بعد جلال الدین مذکور کو بلاد مصریہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا چونکہ قاضی مذکور دمشق میں ایک لاکھ درہم کے قرضدار تھے، اس لئے جب ملک الناصر نے انہیں بلاد مصر کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تو پہلے ان کا قرضہ اپنے پاس سے ادا کر دیا تھا۔

---

[1] یہ پہلی بدعت تھی جس کا اظہار کسی امیر المومنین کی طرف سے ہوا تھا۔ ورنہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ مسجد میں ہی شہید ہو گئے مگر انہوں نے یہ احتیاط بھی گوارا نہ کیں،
(رئیس احمد جعفری)

شافعیوں کا امام سب سے پہلے نماز پڑھاتا تھا۔ جب یہ سلام پھیر چکتا تھا تو مشہد علی والا امام نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوتا۔ اس کے سلام پھیرنے کے بعد مشہد امام حسین والا امام نماز شروع کرتا۔ بعد ازاں امام الکلاسہ۔ پھر مشہد ابی بکر والا پھر مشہد عمر والا پھر مشہد عثمان والا، پھر مالکی امام۔

جب میں یہاں آیا تو مالکی امام فقیہ ابو عمر بن الوالولید ابن الحاج التجیبی تھے، جو قرطبہ کے رہنے والے ہیں، غرناطہ جن کا مولد ہے، اور اب دمشق میں بودوباش رکھتے ہیں۔ یہ اور ان کی شرکت میں ان کے بھائی باری باری امامت کرتے تھے۔ حنفی امام میرے زمانہ میں فقیہ عماد الدین الحنفی المعروف بابن الرومی تھے، جو بہت بڑے صوفی وقت بھی تھے، اور خانقاہ خاتونیہ کے شیخ آپ ہی تھے، آپ کی بہت بڑی ذاتی خانقاہ بھی تھی۔ امام حنابلہ شیخ عبداللہ الکفیف یکے از قاریان دمشق تھے، ائمہ مذکورہ کے ماسوا قضا فوائیت کے لئے پانچ امام رہتے تھے، یہاں آغاز روز سے ثلث لیل تک برابر نمازیں ہوتی رہتی تھیں۔ اسی طرح قرائت قرآن مجید کی بھی یہی حالت تھی، یہ ہیں اس جامع مبارک کے مفاخر،

مدرسین و معلمین اور انداز و اصول تعلیم و تدریس

اس مسجد میں فنون مختلفہ کی تدریس کے بہت سے حلقے منعقد رہتے ہیں۔ محدثین حدیث کی کتابیں بلند کرسیوں پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں، اور قرآن پڑھنے والے صبح و شام نہایت خوش آوازی سے تلاوت قرآن کیا کرتے ہیں۔ یہاں صرف قرآن پڑھانے والوں کی کئی جماعتیں ہیں۔ ہر استاد مسجد کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے، بچوں کو قرآن شریف پڑھاتا ہے، یہ تختیوں پر قرآن شریف لکھانے کی مشق بہ پاس تنزیہہ نہیں کراتے تھے، بلکہ پڑھ کر سکھلاتے تھے۔ جو لکھنا سکھاتے والا تھا۔ وہ کتابوں سے اشعار وغیرہ لکھ کر لکھنے کی مشق کراتا تھا۔ اس طرح پہلے تو کلام مجید کی تعلیم بچہ حاصل کرتا ہے، اور پھر منشی کے پاس لکھنے جاتا ہے، کیونکہ لکھانے والے اشخاص صرف لکھانا ہی جانتے تھے، اس لئے جو طلبا انکے پاس خطاطی سیکھتے تھے، ان کا خط نہایت اچھا ہو جاتا تھا۔

یہاں کے مدرسین میں سے عالم و صالح برہان الدین ابن الفرکاح الشافعی و عالم صالح نورالدین ابوالیسر بن الصائغ فضل و صلاح میں مشہور ہیں، جس زمانہ میں جلال الدین القزوینی کو مصر کے عہدہ قضا پر مامور کیا گیا تو ان کی جگہ نورالدین ابوالیسر کو دمشق کے عہدۂ قضا پر مامور کیا گیا۔ لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ یہاں کے علماء میں شہاب الدین بن جہبل کبار علماء میں سے ہیں۔ جب ابوالیسر نے عہدۂ قضا کے منظور

کرنے سے انکار کر دیا۔ تو یہ دمشق سے باین خوف بھاگ کھڑے ہوئے کہ کہیں اس عہدہ کا طوق میرے گلے میں نہ ڈال دیا جائے جب ملک الناصر کو یہ خبر پہونچی تو دمشق کی قضات پر دیار مصر کے شیخ الشیوخ قطب العارفین۔ لسان المتکلمین علاؤ الدین القونوی کو مامور کیا۔ آپ کبار فقہا میں سے تھے، امام فاضل بدر الدین علی السخاوی المالکی بھی بڑے پایہ کے عالم ہیں۔

قضاۃ دمشق: حنفی قاضی کے رعب و ادب کا عالم

دمشق کے شافعی قاضی القضاۃ کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی تھے، اب رہے مالکی قاضی سو ان کا نام شرف الدین ابن خطیب الفیوم ہے آپ نہایت حسن الصورۃ اور رؤسائے کبار اور شیخ الشیوخ صوفیہ میں سے ہیں، عہدہ قضاۃ میں ان کے نائب شمس الدین ابن القفصی ہیں، مدرسہ صمصامیہ میں عدالت کیا کرتے تھے، عائلی مقدمات انہی کے اجلاس میں ہوا کرتے تھے ان کا رعب و ہیبت کا یہ حال تھا کہ جس سے یہ کہہ دیا جاتا تھا۔ کہ تمہیں عماد الدین کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔ بے چارہ عدالت میں پہنچنے سے پہلے ہی آدھا رہ جاتا تھا۔ حنابلہ کے قاضی امام صالح عز الدین ابن مسلم ہیں۔ آپ نہایت اعلیٰ قاضیوں میں سے تھے، عدالت سے اپنے دولت خانہ پر خچر پہ سوار ہو کر واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حجاز تشریف لے گئے۔ تو مدینہ طیبہ پہنچ کر وفات پائی۔

امام ابن تیمیہ کے فتور دماغی کی شکایت

دمشق میں کبار فقہائے حنابلہ میں امام تقی الدین ابن تیمیہ کا شمار ہوتا ہے، عظیم المرتبت شخصیت کے مالک تھے، گو بہت سے فنون میں انہیں قدرت تکلم تھی، لیکن دماغ میں کسی قدر فتور[1] آگیا تھا، اہل دمشق ان کی بے انتہا تعظیم و تکریم کرتے یہ منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ کوئی ایسا مسئلہ بیان فرمایا جس کی فقہائے وقت نے سخت مخالفت کی[2] اس پر ملک الناصر کی طرف سے آپ کے نام احکام صادر ہوئے کہ مع اپنے متبعین کے قاہرہ میں حاضر دربار ہوں، اور دربار میں بہت سے قاضی اور

---

[1] اصل عربی عبارت یہ ہے: "انّ فی عقلہ شیئاً"! (رئیس احمد جعفری)

[2] ان امور کا تعلق امام صاحب کے مجتہدات سے تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

فقہا بھی بلائے گئے، ان میں سے شرف الدین الزوادی المالکی بھی تھے۔ زوادی نے کہا یہ شخص یہ کہتا ہے اور یہ کہتا ہے، اس طرح کئی الزامات لگائے دیگر فقہا نے جو اعتراضات کیے، اور آپ کے خلاف دلائل قائم کئے تھے سب بیان فرمائے اور قاضی القضاۃ دربار کے سامنے الزام مذکور کے متعلق ایک مصدقہ تحریر پیش کی۔ اسے دیکھ کر قاضی القضاۃ نے ابن تیمیہ سے فرمایا کہ آپ اس مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"۔ قاضی القضاۃ نے پھر مکرر دریافت فرمایا آپ نے پھر یہی جواب دیا۔ آخر ملک الناصر نے انہیں حوالہ زندان کر دیا۔ چنانچہ آپ کئی سال تک قید خانہ میں رہے، یہیں چالیس جلدوں میں ایک قرآن شریف کی تفسیر لکھی، جس کا نام البحر المحیط رکھا۔

امام ابن تیمیہ کے اجتہاد، اور انتہاپسندی کی حیرت انگیز مثال

ایک مرتبہ ابن تیمیہ کی والدہ ملک الناصر کے دربار میں تشریف لائیں، اور آپ نے بیٹے کی رہائی کے متعلق عرض کیا۔ چنانچہ ملک الناصر نے آپ کو رہا کر دیا۔ لیکن رہائی کے بعد پھر آپ سے وہی مختلف فیہ باتیں سرزد ہوئیں۔ جب یہ دوسرا واقعہ ہوا تو میں دمشق میں موجود تھا۔ ایک مرتبہ میں ابن تیمیہ کے پاس جمعہ کے دن گیا۔ یہ جامع مسجد میں بیٹھے وعظ فرما رہے تھے، آپ نے کہا خدائے برتر آسمان سے دنیا پر اس طرح اترتا ہے جس طرح دیکھو یہ میں ممبر سے اترتا ہوں[1]، ایک زینہ اتر کر بتایا، اس پر ایک مالکی فقیہ جس کا نام ابن الزہرا تھا۔ مخالفت میں کھڑا ہو گیا۔ تمام اس فقیہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے اس قدر گھونسوں اور جوتوں سے پیٹا کہ اس کا عمامہ گر پڑا۔ اور سر پر ریشمی ٹوپی دکھائی دینے لگی، لوگوں نے اس کا استعمال ناجائز قرار دیا۔ اور اسے سب لوگ عزیز الدین بن مسلم قاضی حنابلہ کے گھر پکڑ کر لے گئے جس نے اسے جیل خانہ بھیجنے کا حکم صادر فرما دیا۔ لیکن فقہائے مالکیہ اور شافعیہ نے یہ سزا ناجائز تصور کی۔ اور ملک الامراء سیف الدین تنکیز کی عدالت میں مرافعہ دائر کیا۔ جو صلحاء اور خیار امراء میں سے تھا۔ اس نے ملک الناصر کو ایک تحریر بھیجی اور ابن تیمیہ کے امور منکرہ کے متعلق ایک فہرست روانہ کی، ان کے امور منکرہ میں سے ایک یہ امر بھی تھا کہ اگر یہ کہا جائے کہ "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، تو صرف ایک طلاق پڑتی ہے[2]۔ دوسرا یہ امر تھا کہ اگر کوئی شخص زیارت مزار مبارک رسول اللہ صلعم

---

[1] امام صاحب کی انتہاپسندی ایک مسلم حقیقت ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] یہ بھی امام صاحب کا اجتہاد تھا۔ اور جیسا کہ ابو زہرہ نے بتایا ہے شیعی فقہ کے بسیط و عمیق مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ اور میرے خیال میں امام صاحب کا یہ اجتہاد عین مقتضائے اسلام تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

علیہ وسلم کے لئے سفر کرے تو اسے قصر نماز نہ پڑھنی چاہیے[1] علاوہ ازیں اور بھی ایسے ہی امور امیر نے لکھ کر ملک الناصر کو بھیجے۔ ملک مذکور نے انہیں ملاحظہ فرمانے کے بعد ابن تیمیہ کے قلعہ میں قید رہنے کے متعلق احکام صادر فرمائے چنانچہ آپ قلعہ میں قید کر دیئے گئے، اور یہیں انتقال فرمایا۔

دمشق کے مدارس کی ضروری تفصیل

دمشق میں شافعیہ کے بہت سے مدرسے ہیں۔ ان میں سے عادلیہ سب سے بڑا ہے، اس مدرسہ میں قاضی القضاۃ کا اجلاس ہوتا ہے، اسی کے مقابلہ میں مدرسہ ظاہریہ ہے۔ اس میں ملک الظاہر کی قبر ہے، اور نائب القاضی کا اجلاس ہوتا ہے، نائبان قاضی میں سے فخر الدین العقیل ہیں، ان کے والد قبط کے منشیوں میں سے تھے۔ لیکن مشرف بااسلام ہو گئے تھے، نیز نائبان قاضی میں سے جمال الدین ابن جملہ بھی ہیں۔ آپ قضاۃ شافعیہ کے عہدۂ قضا کے متولی بھی ہو گئے تھے۔ لیکن ایک عجمی شخص ظہیر الدین کے ساتھ جور و ستم کرنے کے الزام میں ملک الناصر نے معزول کر دیا تھا۔

دمشق کے مدرسہ حنفیہ اور دوسرے فقہی مدارس

دمشق میں حنفیہ کے بہت سے مدرسے ہیں، ان میں سب سے بڑا مدرسہ سلطان نور الدین کا ہے، جس میں قاضی القضاۃ حنفیہ کا اجلاس ہوتا ہے، اور مالکیہ کے تین مدرسے ہیں، ان میں سے ایک صمصامیہ ہے جس میں قاضی القضاۃ مالکیہ رہتا ہے، اور اجلاس بھی یہیں کرتا ہے۔ دوسرا مدرسہ نوریہ ہے، اسے نور الدین محمود زنگی[2] نے بنوایا تھا۔ تیسرا مدرسہ شرابشیہ ہے، اسے شہاب الدین الشرابشی تاجر نے تعمیر کرایا تھا۔ حنابلہ کے

---

[1] یہ امام صاحب کی انتہاپسندی کی افسوسناک مثال ہے، وہ زیارت قبور کے سفر کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور جو سفر زیارت روضۂ رسول ﷺ کے لئے کیا جائے، وہ بھی ان کے نزدیک سفر نہ تھا، لہٰذا وہ رخصت و سہولت جو شرع نے مسافر کو دی ہے اس سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] سلطان صلاح الدین ایوبی کا آقا بہت بڑا مجاہد، بہت بڑا مسلمان، بہت بڑا متقی بادشاہ ہونے کے باوجود اپنی روزی خود کماتا تھا، صلیبی جنگوں کا ریلا نہ روکتا۔ تو بیت المقدس اور شرق اردن کے علاقے عیسائیوں کے تصرف میں آجاتے۔ (رئیس احمد جعفری)

بہت سے مدرسے ہیں، ان میں سب سے بڑا مدرسہ نجمیہ ہے۔

شہر دمشق کے آٹھ دروازے ہیں۔ باب الفرادیس، باب الجابیہ، باب الصغیر۔ ان دونوں دروازوں کے مابین ایک بڑا گورستان ہے، جس میں بے شمار[1] صحابہ اور شہداء رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے مزارات ہیں۔

دمشق کے اہم اور قابل ذکر مشاہد و مزارات کے حالات و کوائف

مزارات ام المومنین ام حبیبہؓ، امیر معاویہؓ، بلالؓ مؤذن رسولؐ، صحابی جلیل القدر کعب بن احبارؓ، اویس قرنی وغیرہ

وہ قبرستان جو باب الجابیۃ اور باب الصغیر کے مابین واقع ہے، اس میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور آپ کے بھائی امیر المومنین، امیر معاویہؓ۔ حضرت بلالؓ مؤذن رسول اللہ صلعم اویس القرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور کعب الاحبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزارات ہیں۔ جن کی جدا جدا تفصیل یہ ہے۔

حضرت اویس قرنیؓ اور حضرت کعب بن احبار وغیرہ کی تربت

میں نے قرطبی کی کتاب "المعلم فی شرح صحیح مسلم" میں دیکھا ہے کہ اویس القرنی صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے شام روانہ ہوئے تھے کہ راستہ ہی میں ایک میدان میں نہ جہاں کوئی عمارت تھی، اور نہ پانی انتقال فرمایا۔ تمام گروہ کے لوگوں کو بڑی سخت پریشانی دامنگیر ہوئی کہ کیا کیا جائے چار و ناچار اتر پڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں تو حنوط۔ کفن اور پانی سب کچھ موجود ہے، بڑے متعجب ہوئے۔ آپ کو نہلایا، کفنایا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ ابھی قافلہ والے سوار ہو کر تھوڑی ہی دور بڑھے تھے۔ کہ بعض حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ آپ کا مزار بغیر نشان کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ یہ کہہ کر جب اسی مقام پر واپس آئے، تو مزار کا کوئی نشان نہ پایا۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ

---

[1] اصل عبارت ہے، "العدد الجم" (رئیس احمد جعفری)

کے ساتھ قتل کیئے گئے، یہی صحیح تر ہے [۱]

باب الجابیہ سے متصل باب شرقی ہے، اس کے قریب ایک صحرا ہے، اس میں ابی بن کعب رضی رسول اللہ صلعم کے صحابی کا مزار ہے، اور یہیں عابد و صالح رسلان المعروف بہ باز الشہب کا مزار ہے۔

ان صحابہ کی قبریں جنہوں نے دست رسولؐ پر بیعت رضوان کی تھی!

دمشق کی مغربی جانب ایک صحرا ہے، جسے "صحرائے قبور شہداء" کہتے ہیں، اس میں حضرت ابی الدرداء آپ کی بیوی حضرت ام الدرداء حضرت فضالۃ بن عبیدہ وثلۃ بن الاسقع اور سہل ابن حنظلہ کے مزارات ہیں، یہ لوگ مبایعین تحت الشجرہ [۲] میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین [۲]

صحابیٔ رسول حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قبر

دمشق میں ایک موضع ہے جس کا نام بلیحۃ الشرقی ہے، اس سے چار میل کے فاصلے پر حضرت سعد ابن عبادہؓ کا مزار ہے، اور ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی ہے۔ مزار مبارک کے سرہانے ایک پتھر پر یہ عبارت تحریر ہے:

هذا قبر سعد بن عبادة الخزرج صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم تسليما۔	یہ سعد ابن عبادہ سردار قبیلہ خزرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا مزار ہے۔ [۳]

مشہد حضرت ام کلثوم بنت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما

شہر مذکور سے قبلہ کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر ام کلثوم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور

۱؎ یہ حضرت علیؓ کے جانثاروں اور فدائیوں میں تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

۲؎ ان سب نے ایک موقع پر جب یہ مشہور ہو گیا تھا کہ کفار مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے، جان دے دینے کی بیعت رسول اللہ کے دست مبارک پر کی تھی۔ (رئیس احمد جعفری)

۳؎ جلیل القدر صحابی رسول تھے، انصار میں سے تھے، زندگی بھر رسول اللہ کے جاں نثار اور فدائی رہے۔ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ (رئیس احمد جعفری)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی صاحبزادی کا مزار ہے، کہتے ہیں کہ آپ کا اصل نام زینب تھا، چونکہ اپنی خالہ ام کلثوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے زیادہ مشابہ تھیں، اس لئے آپ نے اپنی کنیت ام کلثوم کر دی تھی، یہاں ایک اعلیٰ درجہ کی مسجد بنی ہے، اور اس کے گرد مکانات ہیں اور مصارف کے لئے اوقاف ہیں، اسے دمشق والے "قبر الست ام کلثوم" کہتے ہیں۔

حضرت سکینہ بنت حسین بن علی علیہ السلام کی قبر

یہاں ایک اور مزار بھی ہے کہتے ہیں کہ یہ مزار مبارک حضرت سکینہ بنت حسین ابن علی علیہ السلام کی صاحبزادی کا ہے۔

قبر مریمؑ و دیگر اکابر اسلام، و نقش قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام

دمشق کے مضافات میں ایک موضع ہے، اس کے مشرقی جانب ایک مکان میں ایک مزار ہے، کہتے ہیں کہ یہ مزار ام مریم علیہا السلام کا ہے،

شہر سے مغرب کی طرف چار میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے، جسے "درایا" کہتے ہیں، یہاں ابی المسلم الخولانی اور ابی سلیمان الدارانی رضی اللہ عنہا کے مزارات ہیں۔

دمشق کے مشہور بابرکت مشاہد میں سے "مسجد الاقدام" ہے یہ شہر دمشق سے قبلہ کی جانب دو میل کے فاصلہ پر اس بڑی سڑک کے کنارے واقع ہے جو حجاز شریف، بیت المقدس اور دیار مصر کو گئی ہے، یہ بہت بڑی اور کثیر البرکت مسجد ہے اس کے مصارف کے لئے بہت سے اوقاف ہیں، اور اہل دمشق اس کی بہت بڑی عظمت کرتے ہیں، وہ اقدام جن کی طرف یہ مسجد منسوب ہو کر "مسجد الاقدام" کہلاتی ہے، ان کی یہ صورت ہے کہ قدموں کے نشانات ہیں۔

اس مسجد میں ایک چھوٹا سا حجرہ ہے۔ اس میں ایک پتھر پہ یہ عبارت مرقوم ہے:

كان بعض الصالحين يرى المصطفىٰ عليه السلام فى النوم فيقول له ههنا قبر اخى موسىٰ عليه السلام۔	یعنی بعض صالحین نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ یہاں ہمارے بھائی موسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے؛

بالکل قریب راستہ پہ ہی ایک مقام ہے جسے "کثیب الاحمر" کہتے ہیں، بیت المقدس اور اریحا کے قریب ایک موضع بھی "کثیب الاحمر" نام سے معروف ہے، جس کی یہود بہت

عزت کرتے ہیں۔

مسجد کی برکت سے طاعون کی وبا دور ہو گئی

ایک مرتبہ دمشق میں بڑا طاعون پھیلا تھا۔ اس زمانہ میں جیسی میں نے اہل دمشق کو اس مسجد کی تعظیم کرتے دیکھا۔ اس سے مجھے بڑا ہی تعجب ہوا۔ ماہ ربیع الثانی کا آخری زمانہ ۷۴۹ھ (مطابق ماہ جولائی ۱۳۴۸ء) تھا کہ ملک الامراء ارغون شاہ نے منادی کرنے والے سے یہ تشہیر کرائی کہ دمشق میں سب آدمی تین دن تک روزہ رکھیں، اور بازاروں میں دن کے کھانے کے لئے ہرگز کوئی چیز نہ پکائی جائے۔ بعد ازاں امراء، شرفا، قاضی، فقیہ اور مختلف درجوں کے آدمی جامع مسجد دمشق میں جمع ہوتے، شب جمعہ کو سب وہیں شب باش ہوئے، کوئی نماز میں مصروف تھا۔ کوئی دعا کرتا تھا، اور کوئی ذکر میں مشغول تھا۔ فجر کے وقت سب نے باجماعت نماز فجر ادا کی اور سب کے سب اس صورت سے پیادہ پا نکلے کہ ہاتھوں میں قرآن شریف تھے، یہود اور النصاری، تورات اور انجیل لئے اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر نکلے، اور سب روتے اور گریہ وزاری کرتے، اپنے صحیفوں اور انبیاء کا توسل کرتے ہوئے "مسجد الاقدام" کی طرف روانہ ہوئے۔ اور دوپہر تک وہاں تضرع و دعا میں مصروف رہے۔ پھر واپس آکر جمعہ کی نماز دمشق کی جامع مسجد میں پڑھی اللہ برتر نے اس فعل کے صلہ میں جہاں دمشق میں دو ہزار اموات روزانہ ہوتی تھیں۔ اور قاہرہ اور مصر میں چوبیس چوبیس ہزار روزانہ اموات کی نوبت پہونچ گئی تھی، اس بلا کو رفع کر دیا۔

دمشق کا مینارۂ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

دمشق کے باب شرقی میں ایک سفید مینار ہے کہتے ہیں کہ یہ وہی مینار ہے، جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام دمشق میں اتریں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے، [1]

دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے اس کا نام قاسیون ہے، اور صالحیہ اس کے دامن میں واقع ہے یہ شہر بہت بابرکت مشہور ہے کیونکہ انبیاء علیہم السّلام کا یہاں سے گذر ہوا ہے،

---

[1] گو یہ روایت صحیح مسلم میں ہے، لیکن قطعاً مجروح ہے، اور ہرگز اس کی حجیت مستند نہیں ہے۔
(رئیس احمد جعفری)

وہ غار جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کو پہچانا تھا

اس پہاڑ کی زیارت گاہوں میں سے وہ بڑا پہاڑ بھی ہے جس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، یہ غار تنگ مستطیل شکل کا ہے، اس غار کے قریب ایک مسجد ہے، اور اس سے ملحق ایک بہت بڑا عبادت خانہ ہے، یہ وہی غار ہے، جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں، ماہتاب اور آفتاب کو دیکھا تھا جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے، غار کے باہر وہ مقام بھی بنا ہے جہاں آپ نکل کر تشریف لائے تھے۔

میں بلاد عراق میں بھی ایک موضع میں گیا ہوں، جس کا نام برس تھا۔ جو حلۃ اور بغداد کے درمیان واقع ہے، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جائے ولادت ہے۔

یہ موضع ذوالکفل علیہ السلام کے شہر کے قریب ہے اور یہیں ان کا مزار بھی ہے۔

داستان ہابیل قابیل:۔ وہ مقام جہاں ہابیل کا خون موجود ہے

یہاں کے مشاہد میں سے مغرب کی طرف مغارۃ الدم ہے، اور اس سے اوپر کی طرف ہابیل بن آدم علیہ السلام کا خون ہے، جس کا سرخ رنگ کا اثر اللہ برتر نے ایک پتھر پر باقی رکھا ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں انہیں ان کے بھائی نے قتل کیا تھا۔ اور اسی غار میں گھسیٹ کر ڈال دیا تھا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس غار میں ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسےٰ۔ ایوب۔ اور لوط صلے اللہ علیہم اجمعین نے اللہ برتر کی عبادت کی ہے، یہاں ایک نہایت عمدہ مسجد بنی ہے۔ جس میں جانے کے لئے سیڑھیاں ہیں۔ مسجد میں بہت سے حجرے اور یہاں کے رہنے والوں کے لئے آبدار خانے بھی بنے ہیں، یہ ہر دوشنبہ اور پنج شنبہ کو کھولی جاتی ہے، اور غار میں شمعیں اور چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔

وہ غار جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے

منجملہ مشاہد متبرکہ کے ایک غار بھی ہے، جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے، اسے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس پر بھی عمارت بنی ہوئی ہے۔

"الصالحیہ" میں تعلیم بالغاں کا مکمل انتظام

شہر کے شمال کی طرف "مدینۃ الصالحیہ" ہے، یہ اچھا خاصا بڑا شہر ہے اس کے بازار ایسے حسین ہیں کہ ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اس میں ایک جامع مسجد شفاخانہ اور مدرسہ ہے۔ اسے لوگ "مدرسہ ابن عمر" کہتے ہیں۔ سن رسیدہ اور متوسط العمر لوگ جو یہاں قرآن شریف پڑھنا سیکھتے ہیں، ان کے لئے یہ مدرسہ وقف ہے، یہاں کے معلموں اور طالب علموں کے لئے کھانے پینے اور کپڑے کے مصارف مقرر ہیں۔ دمشق کے اندر بھی ایک ایسا ہی مدرسہ ہے، اس کا نام "مدرسہ ابن منجا" ہے۔ صالحیہ کے جتنے رہنے والے ہیں سب امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کے متبع ہیں دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے، اس کا نام قاسیون ہے اور صالحیہ اس کے دامن میں واقع ہے، یہ شہر بہت بابرکت مشہور ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کا یہاں گذر ہوا ہے۔

سرزمین انبیاء و رسل:۔ مشاہدات اور مزارات۔

کہتے ہیں کہ باب الفرادیس اور جامع قاسیون کے درمیان سات سو انبیاء اور بعضوں کا قول ہے کہ ستر ہزار انبیا مدفون ہیں۔

شہر دمشق کے باہر ایک بہت بڑا پرانا قبرستان ہے، جس میں بہت سے انبیاء اور صالحین کے مزارات ہیں۔ اس کے ایک جانب جو باغات سے متصل ہے، البستہ زمین کا ایک حصہ ہے جس میں اب پانی بھرا رہتا ہے، کہتے ہیں کہ یہ ستر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا مدفن تھا۔ چونکہ عرصہ دراز سے یہاں پانی بھرا رہتا ہے اس لئے کوئی دفن نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی اقامت گاہ "ربوہ"

"ربوہ" کے مکان و مکیں، حمام اور باغات، نہریں اور قدرت کی حیرت انگیز کارفرمائیاں

کوہ قاسیون کے قریب ایک چھوٹی سی متبرک پہاڑی ہے، جسے اللہ برتر نے کلام مجید میں "ذات قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ" فرمایا[1] ہے، یہ پہاڑی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام اور آپ کی والدہ کے رہنے

[1] وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔

کا مقام تھا۔ اس مقام سے زیادہ خوش منظر اور قابل سیر دنیا میں کوئی جگہ نہیں، اس پر بڑے بڑے عالی شان اور نہایت نادر مستحکم محل تھے، اور عجیب و غریب پر فضا اور دل چسپ باغات ہیں، جو مقام ان دونوں کے رہنے کا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا غار ہے، جس کے وسط میں ایک چھوٹا سا حجرہ بنا ہے اسی کے مقابل ایک اور حجرہ ہے کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی عبادت گاہ ہے۔ لوگ یہاں نماز پڑھنے کے لئے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس غار میں ایک چھوٹا سا لوہے کا دروازہ ہے جسے چاروں طرف ایک مسجد گھیرے ہوئے ہے۔ اور اس مسجد کے بہت سے گھومتے راستے ہیں، اس مسجد کا سقایہ نہایت خوبصورت ہے۔ اس میں پانی اوپر سے ایک چھتہ میں جو دیوار کے اندر بنا ہوا ہے، آن کر حوض میں گرتا ہے، یہ حوض سنگ رخام کا ہے، اور اس قدر خوب صورت اور نادر الوضع ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں اس حوض کے قریب وضو کے لئے جگہیں بنی ہوئی ہیں۔ خود بخود پانی جاری رہتا ہے، یہ ربوہ مبارک دمشق کے تمام باغات کی چوٹی ہے اس ربوہ پر جس قدر پانی خرچ ہوتا ہے، اس کا منبع ایک ہی جگہ ہے، جہاں سے سات نہروں میں پانی منقسم ہوتا ہے، اور ہر نہر کا رخ علیحدہ علیحدہ ہے، جس جگہ سے نہریں نکلی ہیں اس کا نام ''مقاسم'' ہے۔ اور سب سے بڑی نہر کا نام ''تورۃ'' ہے۔ اس نہر نے پہاڑ کے سخت پتھر کو گھس کر اندر ہی اندر ایک غار بنا لیا ہے، اور اسی سے پانی کے باہر نکلنے کا راستہ ہے، جب کوئی تیرنے والوں میں سے ہمت والا غوطہ خور ربوہ کی چوٹی سے نہر میں کودتا ہے، تو پانی میں ڈبکی لگا کر اندر ہی اندر پانی کو اوپر کی طرف پھاڑتا ہوا ربوہ کے نیچے جا کر نکلتا ہے، یہ بڑے خطرے کا کام ہے۔

شہر دمشق کے جتنے باغات ہیں، وہ سب ربوہ کے گرد اگرد ہیں۔ اس پہاڑی کے حسن و نزہت سے نگاہ کو جو فرحت ہوتی ہے، اور دوسری جگہ نصیب نہیں۔ اس کی ساتوں نہریں مختلف راہوں سے جاری ہیں۔ ان کا ایک جگہ جمع ہونا پھر علیحدہ علیحدہ راہوں سے جاری ہونا، اور ان کے پانی کا گرنا کچھ ایسا منظر ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، ربوہ کا جمال اور اس کا حسن ایسا نہیں جسے الفاظ میں بیان کیا جا سکے۔

اس کے لیے کاشتوں، باغات اور چمن بندیوں سے بکثرت اوقاف ہیں جن سے امام مؤذن رہنے والے اور آنے والے کو وظائف ملتے ہیں۔ ربوہ کے نیچے ایک گاؤں ہے، جس کا نام ''نیرب'' ہے اس میں بکثرت باغات اور سایہ دار درخت ہیں۔ درخت اس قدر گنجان ہیں کہ ان چند عمارتوں کے سوا جو بہت زیادہ بلند ہیں، اور باہر سے کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں

کے حمام بلیغ اور جامع بدیع کی تعریف نہیں ہو سکتی جس کا تمام صحن سنگ رخام کے نگینوں سے مفروش ہے، مسجد ہذا کا سقایہ بھی نہایت عمدہ ہے وضو کرنے کے لئے بہت سے مقامات بنے ہیں جن میں پانی جاری رہتا ہے۔

وہ جگہ جہاں آذر بت تراشا کرتا تھا

دمشق کے اکثر مواضعات میں حمام جامع مسجدیں اور بازار واقع ہیں، اور ان مواضعات کے باشندوں کی معاشرت شہریوں جیسی ہے، دمشق کے مشرق میں ایک موضع موسومہ "بیت الابہ" ہے، جس میں ایک کنیسہ بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ آذر اسی گرجے میں پتھروں کے بت تراشا کرتا تھا۔ جنہیں حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام توڑ ڈالا کرتے تھے، کنیسے کو اب ایک بدیع جامع مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جس میں رنگ برنگ کے سنگ رخام کے نگینوں کے جڑاؤ کا نہایت عمدہ کام ہے۔ ان پتھروں کے جڑاؤ کے جوڑ ایسی ترتیب سے کئے ہیں کہ نہایت نادر اور خوش قطع معلوم ہوتے ہیں۔

دمشق کے بے اندازہ اوقاف، امور خیر اور رفاہ عام کے لئے

دمشق میں اوقاف کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا حصر ممکن نہیں، نہ ان کے مصارف کا اندازہ ہو سکتا ہے بعض اوقاف ان لوگوں کے لئے ہیں جو حج کرنے سے معذور ہیں، اور ان کی طرف سے حج کرنے کے لئے مصارف دیئے جاتے ہیں۔ بعض اوقاف ان غربا اور مساکین کے لئے ہیں، جو مفلسی کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتے۔ ان اوقاف کے مصارف پر ان کے نکاح کا بندوبست اور سامان جہیز وغیرہ موقوف ہے، بعض اوقاف قیدیوں کے آزاد کرنے کے لئے ہیں، بعض مسافروں کے لئے ہیں، جن سے انہیں کھانا کپڑا اور زادِ راہ دیا جاتا ہے، بعض سڑکوں اور پٹڑیوں کے درست کرنے کے لئے ہیں، دمشق کے راستے ایسے ہیں کہ داہنے اور بائیں پٹڑیاں پیدل چلنے والوں کیلئے ہیں۔ اور بیچ میں سواروں کے چلنے کا راستہ ہے، علاوہ ازیں امور رفاہِ عام کی اور بھی بہت سی مدات کے لئے اوقاف موجود ہیں۔

میرا ایک ذاتی مشاہدہ: حیرت انگیز اور مسرت بخش

میں دمشق کی ایک گلی میں پہنچا، وہاں ایک غلام لڑکا دیکھا کہ اس کے ہاتھ سے ایک چینی کی رکابی

جسے وہ لوگ "صحن" کہتے ہیں، اگر کر ٹوٹ گئی تھی۔ اس کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے، ان میں سے بعض نے کہا کہ رکابی کے تمام ٹوٹے ہوئے ٹکڑے چن لے، اور برتنوں کے متولی اوقاف کے پاس لے جا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ متولی نے غلام کو اتنی قیمت جتنے میں رکابی آتی تھی دے دی، اور کہا جا کر ایسی ہی دوسری "صحن" لے لے، یہ نہایت اچھا کام ہے، ورنہ غلام کا آقا تو اسے مارتا یا ڈانٹتا، دہشت سے لڑکے کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔ اس وقف کی غایت ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دینا ہے اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے جس نے اپنی اعلیٰ ہمتی سے ایسا وقف قائم کیا۔

دمشق سب کا میزبان ہے، وہاں ہر ایک کے روزگار کا بندوبست ہو جاتا ہے

دمشق والے عام طریقہ پر مسجدوں، زاویوں، مدرسوں اور زیارت گاہوں کی عمارتیں بنانے کی طرف بہت مائل ہیں، اہل مغرب[1] کے باشندوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں۔ مال و دولت۔ گھر بار۔ بال بچوں سب پر ان کی دیانت و امانت کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور ان پر انہیں بڑا اطمینان ہے، اگر دمشق کے اطراف میں سے کوئی کہیں سے بھی آجاتا ہے تو کسی نہ کسی طرح اس کے گذارے کی صورت قائم کر دیتے ہیں۔ کہیں مسجد کی امامت، مدرسہ کی مدرسی۔ مسجد کی کوئی اور ملازمت۔ قرأت قرآنی کا سلسلہ یا مشاہد میں سے کسی مشہد کی خدمت یا اگر صوفیوں میں سے ہے، تو کسی نہ کسی خانقاہ سے اس کے کھانے کپڑے کا سامان ہو جاتا ہے، الغرض جس مسافر میں کوئی صفت ہوتی ہے، وہ دریوزہ گری کی بے عزتی سے محفوظ رہتا ہے، اور جو مزدوری کرنے اور پیشہ ور مسافر آتے ہیں، ان کے لئے زندگی بسر کرنے کے دوسرے اسباب ہیں، کوئی باغ کی حفاظت پر مقرر ہو جاتا ہے، کسی کو چکی گھر میں آٹا پیسنے پر نوکر رکھ لیتے ہیں، اور بہت ان لڑکوں کی حفاظت پر مامور ہو جاتے ہیں، جو مدرسوں میں صبح و شام پڑھنے کے لئے آیا جایا کرتے ہیں، اور جو شخص طالب علمی کرنا یا عبادت کرنے کے لئے فراغ و اطمینان چاہتا ہے، تو بھی اس کی پوری مدد کی جاتی ہے۔

اہل دمشق کے عادات و اطوار: کوئی تنہا روزہ افطار نہیں کرتا

اہل دمشق کے فضائل میں سے یہ امر بھی ہے کہ ان میں سے رمضان کے مہینہ میں کوئی بھی تنہا روزہ

---

[1] اہل افریقہ (بربر مسلمان) (رئیس احمد جعفری)

نہیں افطار کرتا۔ جو لوگ امراء، قاضیوں اور بڑے لوگوں میں سے ہیں، وہ اپنے ساتھ روزہ افطار کرنے کے لئے اپنے دوستوں اور فقیروں کو مدعو کرتے ہیں۔ اور جو تاجر اور بڑے دکانداروں میں سے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے، اور جو مسکین اور دیہاتی ہیں، وہ سب اپنوں میں سے کسی گھر یا مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، ہر ایک کے پاس جو افطار کرنے کے لیے ہوتا ہے، اپنے ساتھ لاتا ہے، اور سب مل کر روزہ کھولتے ہیں جب میں دمشق میں آیا تھا تو میری نورالدین سخاوی مدرس مدرسہ مالکیہ سے بڑی مجلس رہا کرتی تھی، اور اس کی یہ خواہش تھی کہ میں رمضان میں اس کے ساتھ روزہ افطار کیا کروں۔ چار دن میں اس کے پاس روزہ افطار کرنے کے لئے گیا ہی تھا کہ مجھے بخار آگیا۔ اس لئے نہ جا سکا، اس پر اس نے مجھے بلا بھیجا میں نے عرض کیا کہ میں مریض ہوں۔ لیکن میرے عذر کی کوئی پیش نہ گئی، اور مجھے اس کے پاس جانا ہی پڑا اور وہیں شب باش رہنا پڑا جب میں نے صبح کو اپنے جائے قیام پر آنے کا ارادہ کیا تو مجھے باصرار تمام روکا اور کہا کہ جا کر کیا کیجئے گا، میرا گھر اپنا یہ اپنے باپ کا یا بھائی کا گھر سمجھئے۔ طبیب کو بلوایا اور حکم دیا کہ طبیب کی ہدایت کے مطابق میرے لئے دوا اور پرہیزی کھانا وغیرہ تیار کیا جائے، اس صورت سے عیدالفطر تک رہا، اور دوگانہ عید کیلئے عیدگاہ گیا، الغرض اللہ برتر نے مجھے تپ سے شفا بخشی اس اثنا میں میرے پاس جو کچھ تھا وہ سب صرف ہو گیا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا تو میرے سفر کے لئے اونٹ کرایہ کر دیئے اور کل سفر خرچ بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے خرچ دیا۔ اور کہا جو بھی آپ کو ضرورت ہو وہ سب میرے ذمہ ہے، اللہ برتر انہیں جزائے خیر دے۔

دمشق کے فضلا میں سے الصاحب "عزالدین قلانسی ہیں۔ صاحب مآثر و مکارم اور فضائل و ایثار بزرگ ہیں، ساتھ ہی ساتھ حد درجہ دولت مند بھی، کہتے ہیں، کہ جب ملک الناصر دمشق میں آیا تھا تو آپ نے اس کی اور اس کے تمام ممالیک، خواص اور اصحاب دولت کی تین دن تک برابر دعوت کی، اسی وجہ سے سلطان ناصر نے آپ کو "صاحب" کے لقب سے ملقب کیا۔

دمشق اور دیگر بلاد کی مذہبی خصوصیات،

دمشق اور دیگر کی ایک ریت یہ بھی ہے کہ لوگ عرفہ کے دن نماز عصر کے بعد باہر نکلتے ہیں، اور بیت المقدس کی مسجد جامع بنی امیہ اور دیگر مساجد کے صحنوں میں ننگے سر کھڑے ہو کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ طلب برکت کے لئے دعائیں کرتے ہیں، اور اس وقت کے منتظر رہتے ہیں جبکہ حجاج بیت اللہ عرفات میں ہو چکیں اور برابر بتوسل حجاج بیت اللہ خشوع و خضوع کے ساتھ غروب آفتاب تک دعا اور بارگاہ الٰہی میں التجا میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر جس طرح حاجی عرفات میں واپس ہوتے ہیں، اسی طرح یہ بھی نالاں و گریاں

اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں کہ وقوف عرفات سے محروم رہے اور اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ انہیں وہاں پہنچنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔ اور خطاکاریوں کے باعث محروم نہ رکھے۔

جنازہ کی مشایعت کا طریقہ اور تلاوت قرآن کا اہتمام

یہاں جنازوں کی ہمراہی بھی عجیب شان کی ہوتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے آگے آگے چلتے ہیں، اور قرآن پڑھنے والے نہایت خوش الحانی سے اور سوز وگداز سے پڑھتے ہیں کہ جیسے روح پرواز کر جائیگی مقصورہ کے سامنے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں، اگر جنازہ جامع مسجد کے کسی امام، مؤذن یا خادم کا ہے تو نماز پڑھنے کی جگہ تک تلاوت جاری رکھتے ہیں، اور اگر کسی اور کا ہو تو مسجد جامع کے دروازے تک قرأت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جب جنازہ مسجد میں داخل کرتے ہیں تو تلاوت کلام مجید موقوف کر دیتے ہیں، بعض اشخاص کے جنازہ کی یہ صورت ہوتی ہے، کہ باب البریدہ کے قریب صحن کے مغربی جانب سب آدمی بیٹھ کر قرآن شریف کا ایک ایک پارہ لے کر پڑھتے ہیں، اور جو کوئی بھی شہر کے بڑے لوگوں یا اعیان میں سے ماتم پرسی کے لیئے آتا ہے تو اس کا نام بہ آواز بلند پکارتے ہیں۔ جب تلاوت ختم ہو جاتی ہے۔ تو مؤذن کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔ اب فلاں نیک اور عالم کی نماز پڑھ کر غور کر اور عبرت حاصل کرو۔ جو ان صفات حسنہ سے متصف تھا پھر نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کرنے کی جگہ لے جاتے ہیں۔ اہل ہند کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

دمشق کے شیوخ حدیث میری سماعت اور حصول اجازہ

میں نے جامع مسجد بنی امیہ میں کہ اللہ برتر ہمیشہ اسے اپنے ذکر سے معمور رکھے۔ پوری صحیح بخاری ملحق الاصاغر بالاکابر شہاب الدین احمد ابن ابی طالب بن ابی النعم بن حسن بن علی بن بیان الدین مقری الصالحی المعروف بابن الشحنۃ الحجازی سے چودہ نشستوں میں سنی۔ سماعت کا آغاز سہ شنبہ کے دن لنصف ماہ رمضان المعظم ۷۲۶ھ (مطابق پندرھویں اگست ۱۳۲۶ء) سے ہوا اور اٹھائیس کو ختم ہوا۔ صحیح مذکور کے قاری امام وحافظ ملک شام کے مؤرخ علم الدین ابی محمد القاسم ابن محمد بن یوسف البرزالی الاشبیلی۔ دوسرے شیخ الامام شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی ہیں، آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۶۵۲ھ میں ہوئی تیسرے شیخ الامام الصالح عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن عبدالرحمن النجدی تھا ہیں، جو تھے امام الائمہ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف ابن الزکی عبدالرحمن بن یوسف المزی الکلبی

حافظ الحفاظ ہیں، پانچویں شیخ الامام علاء الدین علی بن یوسف بن محمد بن عبداللہ الشافعی ہیں، چھٹے شیخ الامام الشریف محی الدین یحییٰ بن محمد بن علی العلوی ہیں، ساتویں شیخ الامام المحدث مجد الدین القاسم بن عبداللہ بن ابی عبداللہ المعلی الدمشقی ہیں۔ آپ کا سال ولادت ۶۵۶ھ ہے آٹھویں شیخ الامام العالم شہاب الدین احمد بن ابراہیم ابن خلاح بن محمد الاسکندری ہیں۔ نویں شیخ الامام ولی اللہ تعالیٰ شمس الدین بن عبداللہ بن تمام ہیں، دسویں دو نوں برادر شیخ شمس الدین محمد اور کمال الدین عبداللہ ہیں۔ یہ دو حضرات ابراہیم بن عبداللہ بن ابی عمر المقدسی کے صاحبزادے ہیں، گیارہویں شیخ العابد شمس الدین محمد بن ابی الزہر ابن سالم المکاری ہیں بارہویں شیخۃ الصالحۃ ام محمد عائشہ بنت محمد بن مسلم بن سلامۃ الحرانی ہیں، تیرھویں شیخۃ الصالحۃ[1] رحلت الدنیا زینب بنت کمال الدین احمد بن عبدالرحیم بن عبدالواحد بن احمد المقدسی ہیں، ان سب سے میں نے اجازت حاصل کی،

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی خواتین بھی فن حدیث اور دیگر علوم میں کتنا درک رکھتی تھیں یہ مستعین کو اجازت تک دیتی تھیں۔ (رئیس احمد جعفری)

مدینۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

مقامات راہ، قلعہ کرک، مقام تبوک، وادی عطاس وغیرہ

اسی سال جب شوال کا چاند نمودار ہوا تو حجاز جانے والوں کا قافلہ دمشق سے باہر نکلا، موضع کسوہ میں پڑاؤ ہوا۔ میں بھی اسی کے ساتھ شریک ہو گیا، امیر قافلہ سیف الدین جوہان تھے، جو کبار امراء میں شمار ہوتے ہیں، قاضی کارواں شرف الدین الاذرعی حورانی تھے، صدر الدین الغماری مدرس مالکیہ نے بھی اس سال حج کیا، یہ میرا یہ سفر عرب کے ایک طائفہ کے ساتھ تھا، جسے عجارمتہ کہتے تھے، ان کا امیر محمد بن رافع امراء میں بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا۔

پھر ہم موضع مذکور سے موضع صنمین میں آئے یہ ایک بڑا موضع ہے۔

بعد ازاں ہم شہر زرعۃ پہنچے حوران کے شہروں میں سے یہ ایک چھوٹا شہر ہے، ہم قریب ہی اترے۔

وہ مقام جہاں خدیجہؓ کے وکیل تجارت بن کر آپ تشریف لائے تھے

پھر ہم شہر بصریٰ میں آئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے، اس قافلہ کا یہ دستور تھا کہ بصریٰ میں چار دن قیام کیا کرتا تھا، تاکہ جو اہل دمشق اپنی بعض ضروریات کی بنا پر پیچھے چھوٹ گئے ہوں، اس عرصہ میں ساتھ آملیں۔ یہ وہی بصریٰ ہے، جہاں رسول اللہ صلعم بعثت سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تجارت کے لئے تشریف لے گئے تھے، جہاں آپ نے سانڈنی بٹھائی تھی۔ وہاں ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کرادی گئی ہے، اہل ران کا اس شہر میں اجتماع ہوتا ہے، اور تمام حاجی اپنے زاد راہ کا یہیں سے بندوبست کرتے ہیں۔

پھر یہاں سے برکتہ زیرہ (زیرا) جاتے ہیں اور یہاں ایک دن ٹھہرتے ہیں۔

پھر لجون روانہ ہوئے، یہاں جاری پانی ملتا ہے۔

قلعہ کرک جو مصیبت زدہ ملوک و سلاطین کی پناہ گاہ بنا رہا

پھر قلعہ کرک جاتے ہیں، یہ قلعہ تمام قلعوں میں عجیب تر اور محفوظ و مشہور تر ہے۔ اسے قلعہ غراب بھی کہتے ہیں ایک وادی اس قلعہ کو سہ چہار اطراف سے گھیرے ہوئے ہے، قلعہ مذکور کا صرف ایک دروازہ ہے اس میں داخل ہونے کا راستہ ایک سخت پتھر کے نیچے سے تراش کر نکالا گیا ہے، اور اس کی دہلیز میں جانے کا دروازہ ہے، اس کا بھی یہی حال ہے،

مصیبت کے وقت ملوک و سلاطین اس قلعہ میں پناہ لیتے رہے ہیں۔ ملک الناصر نے بھی اس میں پناہ لی تھی۔ کیونکہ یہ بچپن میں ہی تخت نشین ہوگیا تھا۔ اس کا ایک غلام سالار نام کا تھا۔ وہ اس کی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اس کی صغر سنی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ بہت غالب ہوگیا تھا۔ ملک ناصر کو اندیشہ ہوگیا۔ اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر اس نے حکمت عملی سے حج کو جانے کا ارادہ کیا، اور دیگر امراء نے بھی اتفاق کیا۔ چنانچہ سلطان حج کے لئے روانہ ہوا۔ اور ایلا گھاٹی پر پہونچا یہاں سے یہ قلعہ قریب تھا۔ اس میں چلا گیا، اور کئی سال تک پناہ گزیں رہا۔ یہاں تک کہ تمام امرائے شام نے اس پر چڑھائیاں کیں اور تمام ممالک نے اس پر حملے کئے۔ اس اثناء میں بیبرس الششنکر تمام ملک پر قابض ہوگیا، یہ شخص اس کے باورچی خانہ کا سردار اور ملک المظفر کے لقب سے مشہور ہوا تھا۔ یہ وہی بیبرس ہے جس نے اس خانقاہ سعید السعداء کے قریب خانقاہ بیبرسیہ قائم کی تھی۔ جسے صلاح الدین ابن ایوب نے بنایا تھا۔ ملک الناصر نے بیبرس پر لشکر لے کر حملہ کیا۔ یہ تاب مقاومت نہ لاکر صحرا کی طرف بھاگا ملک ناصر کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا، اور اسے گرفتار کرلیا، اور لاکر پیش کیا۔ اس نے اس کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ چنانچہ تعمیل کی گئی، سلار بھی گرفتار ہوا، اور کنوئیں میں قید کردیا گیا۔ یہاں تک کہ یہیں بھوک کے مارے اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ یہی کہتے ہیں کہ اس نے نعوذ باللہ کوئی مردار چیز بھی کھائی تھی۔

صوان کی گھاٹی کا خطرناک جنگل

کرک کے باہر ایک موضع میں جس کا ثنیہ نام تھا، چار دن تک قافلہ ٹھہرا رہا، اور پھر میدان میں

داخل ہونے کا بندوبست کیا۔

پھر ہم شہر معان پہونچے۔ یہ شام کے شہروں میں سے آخری شہر ہے۔ صوان کی گھاٹی سے ہم اس جنگل میں بھی گئے، جس کی نسبت مشہور ہے،

یعنی اس میں داخل ہونے والا گم ہوجاتا ہے، اور جو نکل آئے اس نے دوبارہ زندگی پائی۔

پھر دو دن چلنے کے بعد ہم ذات حج میں پہونچے یہ ایسا ریگستان ہے جس میں کہیں آبادی کا پتہ نشان نہیں ہے۔

پھر وادی بلدح میں آئے اس میں پانی کا پتہ نشان بھی نہ تھا۔

تبوک میں داخلہ: جہاں معجزہ سے آپؐ نے چشمہ جاری کیا تھا

پھر ہم مقام تبوک میں پہونچے یہ وہ مقام ہے، جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جنگ کی تھی، یہاں ایک چشمہ ہے، جس میں بہت تھوڑا پانی رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے، اور آپؐ نے اس چشمہ میں وضو کیا تو شیریں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا، اور اب تک آپ کی برکت سے بدستور جاری ہے،

شام کے حاجیوں کا دستور ہے کہ جب منزل تبوک پر پہنچتے ہیں تو اپنے ہتھیار نکال لیتے ہیں اور ننگی تلواریں لے کر اس منزل پر حملہ کرتے، اور وہاں کے درختوں پر سیف زنی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسی طرح رسول اللہ صلعم یہاں داخل ہوئے تھے۔

اس چشمہ پر بہت بڑا قافلہ اترتا ہے، سب اسی سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ اور اونٹوں کو ستانے اور سیراب کرتے کے لئے یہاں چار دن تک مقیم رہتے ہیں۔ چونکہ علا اور تبوک کے مابین ایک خوفناک دشت پڑتا ہے، اس لئے یہیں سے سفر کے لئے پانی کا بندوبست بھی کر لیتے ہیں۔ یہاں کے سقوں کا یہ دستور ہے کہ چشمہ کے کنارے اترتے ہیں۔ انھوں نے بھینسوں کے چمڑے کے بڑے بڑے تالابوں کی طرح بہت سے حوض بنا رکھے ہیں۔ انہیں میں سے اونٹوں کو پانی پلاتے ہیں، اور مشکوں اونٹوں پر لادنے کی پانی کی پکھالوں کو پانی سے بھر لیتے ہیں۔ یہاں ہر امیر اور بڑے آدمی کی طرف سے ایک حوض بنا ہے، جس سے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے اونٹوں کو پانی پلایا جاتا ہے، اور پکھالیں لے چلنے والے اونٹوں کی پکھالوں میں بھی اس حوض سے پانی بھر لیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ان سقوں کے ساتھ اور لوگ بھی اپنے اپنے مشکیزے کچھ درہم دے کر ان حوضوں

میں سے بھر لیتے ہیں، پھر یہاں سے قافلہ روانہ ہو جاتا ہے، چونکہ یہ دشت نہایت خوفناک ہے، اس لئے برابر رات دن منزلیں طے کرتے چلے جاتے ہیں لہ

ہولناک وادی جہاں پیاس سے تڑپ تڑپ کر بہت سے لوگ مر گئے

اس دشت کے وسط میں ایک وادی ہے جسے وادی اخیضر کہتے ہیں، خدا پناہ میں رکھے یہ وادی تو جہنم کا ٹکڑا ہے، کسی سال حاجیوں کو یہاں کی باد سموم کی وجہ سے اس قدر مصیبت اٹھانی پڑی کہ ان کی مشکوں کا پانی بالکل خالی ہو گیا، اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک گلاس پانی ہزار دینار تک میں بک گیا۔ الغرض خرید و فروخت کرنے والوں کا سب کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ اس وادی کے بعض پتھروں پر کندہ ہے،

یہاں سے روانہ ہو کر لوگ برکۃ المعظم پر اترے یہ بہت بڑا برکہ ہے، اور اولاد ایوب میں سے جو ملک المعظم کی طرف منسوب ہے، اس میں کسی سال تو بارش کا پانی ہو جایا کرتا ہے، اور کسی سال خشک ہو جایا کرتا ہے،

تبوک سے پانچ دن راستہ طے کرنے کے بعد بئر الحجر ثمود پر پہونچتے ہیں، اس میں خوب پانی بھرا ہوا ہے، لیکن باوجود سخت پیاس کے بھی کوئی اس کنویں سے پانی نہیں پیتا، یہ فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ہے، جب غزوہ تبوک میں آپ کا اس کنویں پر سے گذر ہوا تھا۔ تو آپ اپنا راحلہ بہت تیزی سے اس مقام سے لے گئے تھے، اور فرمایا تھا کہ اس کنویں سے کوئی پانی نہ پیئے، اور جس نے اس کے پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹوں کو کھلا دے،

ایک ترقی یافتہ قوم جو غضب الٰہی کا نشانہ بن گئی، اس کے آثار و نقوش

اسی مقام پر پہاڑوں میں سنگ سرخ سے تراشے ہوئے قوم ثمود کے رہنے کے مکانات ہیں ان کی سیڑھیاں نقشی اور ایسی خوبی سے بنی ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی

لہ کتنا دشوار گذار تھا۔ اس زمانہ کا حج، نہ آج کی طرح ریل تھی، نہ بحری جہاز، نہ طیارے، اور کتنے اجر جزیل کے مستحق تھے، یہ لوگ،

(رئیس احمد جعفری)

بنائی گئی ہیں۔ ان مکانات کے اندر بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں، جن سے بڑی عبرت ہوتی ہے [1]۔

یہاں دو پہاڑیوں کے درمیان وہ مقام بھی ہے، جہاں حضرت صالح علیہ السّلام نے اونٹنی بٹھائی تھی، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مسجد کا نشان بھی ہے، وہاں لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں، حجر اور علا کے مابین کم و بیش نصف دن کی مسافت ہے۔

علاوہ ایک بہت بڑا اور اچھا موضع ہے، یہاں کھجوروں کے باغات اور جاری چشمے ہیں، اور حاجیوں کا قافلہ چار دن قیام کیا کرتا ہے، ان چار دنوں میں وہ اپنے زادِ راہ کا بندوبست کر لیتے ہیں، اور کپڑے وغیرہ دھو لیتے ہیں، ان کے پاس جو زیادہ سامان ہوتا ہے وہ علا ہی میں امانتہً چھوڑ جاتے ہیں، اور ضروری سامان و اسباب اپنے ساتھ رکھتے ہیں، علا کے باشندے بہت ذہین ہیں، شام کے مسیحی تاجر بھی یہاں تک جاتے ہیں، اور پھر اس سے آگے نہیں بڑھتے حاجی جس چیز کو سامانِ سفر میں زائد سمجھتے ہیں، اسے فروخت بھی کر ڈالا کرتے ہیں۔

پھر علا سے چل کر دوسرے دن وادی عطاس میں قافلہ پہونچتا ہے، یہ نہایت گرم مقام ہے، اور یہاں بہت سخت بادِ سموم چلتی ہے، جس سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں، بعض سالوں میں یہاں اس قدر بادِ سموم چلی کہ اس سے سوا اس کے جس پر خدا کی مہربانی تھی، سارا قافلہ ہلاک ہو گیا، جس سال یہ واقعہ گذرا اسے "سنۃ امیر الجالقی" کہتے ہیں۔

پھر یہاں سے مقام ہدیہ میں اترتے ہیں یہ ایک وادی میں واقع ہے، تھوڑی سی ریت کھودنے سے پانی نکل آتا ہے۔ لیکن شور ہوتا ہے۔

[1] جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ اِنَّ فِی ذَالِکَ لَعِبْرَۃً

دیار رسول
صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ، مسجد نبوی، آثار رسالت مآب دیگر اہم اور ضروری حالات

یہاں سے رخصت ہو کر تیسرے روز آدمی شہر مقدس، مدینہ طیبہ کی بیرونی آبادی میں پہونچ جاتا ہے۔

جس روز حاضر ہوئے، اسی دن شام کو ہم حرم شریف میں داخل ہوئے، اور مسجد کریم کو سلام کرتے ہوئے باب السلام میں ٹھہرے، روضۂ نبوی، اور منبر نبوی کے مابین نماز ادا کی، اور ستون حنانہ کے باقی ماندہ حصّہ کو بوسہ دیا، یہ ستون مابین روضہ نبوی اور منبر ایک ستون کے ساتھ دائیں طرف قبلہ رخ روقائم (۱۶۱) ہے[1]، اور سید الاولین والآخرین شفیع العصاۃ والمذنبین الرسول النبی الہاشمی الابطحی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تسلیما وشرف وکرم کا نیز آپ کے ہر دو پہلو صحابہ کرام ابی بکر الصدیق اور ابی حفص عمر الفاروق رضی اللہ عنہما کا حق سلام ادا کیا، اور خوشی خوشی اس نعمت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ کی کامیابی سے اپنی قیام گاہ پر اللہ برتر کی حمد کرتے ہوئے واپس آئے کہ ہمیں مکۂ متبرکہ شریفہ اور مشاہد عظیمہ بلند مرتبہ کی زیارت سے مشرف کیا، اور یہ دعا کرتے ہوئے کہ بار خدایا ہم پھر آپ کی زیارت سے مشرف ہوں، اور اللہ تعالےٰ ہماری اس زیارت کو قبول فرمائے اور ہمارا یہ سفر اللہ کے راستے میں لکھا جائے۔

مسجد نبوی، روضہ نبوی، اور بیت فاطمۃ الزہرہ رض کی ضروری تفصیل

مسجد معظم مستطیل ہے، اور اس کے ہر چہار اطراف سے سنگین فرش گھومے ہوئے ہیں اس کے وسط میں ایک صحن ہے، جس پر کنکریاں اور ریت بچھی ہوئی ہیں، مسجد کے گرد

---

[1] ستون حنانہ لکڑی کا تھا، روایت ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اس نے گریہ کیا۔

ایک سنگین فرش کا گھوما ہوا راستہ ہے، جس کا ایک دوسرے سے پتھر جڑا ہوا ہے، اور روضہ مقدس صلوٰت اللہ وسلامہٗ علیٰ ساکنہا قبلہ کی طرف مسجد مکرّم کے مشرقی جانب سے ملا ہوا ہے، اور روضۂ اقدس کی شکل ایسی نادر واقع ہوئی ہے، کہ اس کی مثال ملنا ناممکن ہے عمارت رخام بدیع کی گول وضع کی ہے، پتھروں کا جڑاؤ نہایت نادر و پاکیزہ اور مصفاؤ شگفتہ ہے، جس کا گارہ مشک اور دیگر خوشبوؤں سے آمیختہ... ایسی خوبی سے لگا ہوا ہے کہ باوجود امتداد زمانہ کے اب تک اس کے استحکام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کے صفحہ قبلہ میں روئے مبارک کے مقابل ایک چاندی کی میخ گڑی ہوئی ہے، یہیں لوگ عرض سلام کے لئے روئے مبارک کی طرف رُخ کر کے اور پشت بقبلہ ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ سلام پڑھتے ہیں پھر اپنی داہنی جانب حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، آپ کا سر مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پاس ہے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف پھرتے ہیں، آپ کا سر مبارک ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شانہائے مبارک کے قریب ہے۔

روضہ کے جوف میں ایک چھوٹا سا سنگِ مرمر کا حوض ہے، جس کی جانب قبلہ بشکل محراب واقع ہے، کہتے ہیں کہ یہاں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیماً کا مکان تھا، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ آپ کا مزار ہے، واللہ اعلم۔

بیت حضرت ابوبکرؓ، بیت عمرؓ، اور امام مالک کے مکان کا تذکرہ

وسط مسجد میں سطح زمین سے مسطح ایک تہ خانہ کے منہ پر گول ڈھکنا ڈھکا ہوا ہے، اس تہ خانہ میں سیڑھیاں ہیں، جس کا سلسلہ مسجد سے باہر حضرت ابوبکرؓ کے مکان تک چلا جاتا ہے، اسی تہ خانہ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنے والد کے گھر تشریف لے جایا کرتی تھیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہی خوخہ ہے، جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسے باقی رکھنے اور اس کے علاوہ بند کر دینے کا حکم صادر کیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے مکان کے مقابل حضرت عمرؓ اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مکانات ہیں۔

مسجد کی مشرقی سمت امام المدینۃ ابی عبداللہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا مکان ہے، اور باب السلام کے قریب ایک سقایہ ہے جس میں لوگ سیڑھیوں سے اترتے ہیں، اس کا پانی جاری اور نام "عین الزرقا" ہے۔" ؎

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اور خلفائے ثلاثہ و امیر معاویہ کا رویہ

منبر نبوی ؐ کی تین سیڑھیاں تھیں، رسول اللہ صلعم سب سے اوپری حصہ پہ بیٹھا کرتے تھے، اور دونوں پائے مبارک وسط سیڑھی پہ رکھا کرتے تھے، جب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا عہد خلافت آیا تو آپ بیچ کے درجہ پہ بیٹھا کرتے تھے، اور آخری درجہ پہ پاؤں رکھا کرتے تھے، جب حضرت عمر رضؓ کا عہد خلافت آیا تو آپ نے پہلے درجہ پہ نشست اختیار کی، اور پاؤں زمین پہ رکھتے تھے، حضرت عثمان رضؓ نے بھی اپنے شروع عہد خلافت میں اسی پہ عمل کیا، پھر آخر میں اوپر کے زینے پہ بیٹھنے لگے۔

جب امیر معاویہ رضؓ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے منبر کریم کو شام میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پہ لوگوں نے بہت شور غوغا کیا، اور ایک نہایت تیز آندھی آئی، سورج گرہن پڑ گیا دن کو تارے نظر آنے لگے، اور زمین اس قدر تیرہ و تار ہو گئی، کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ٹکرا جاتا تھا، اور راستہ نظر نہ آتا تھا۔ جب معاویہ نے یہ حالت دیکھی تو اپنے اس فعل سے باز رہا۔ لیکن اس میں نیچے کی جانب سے چھ درجے اور بڑھائے، چنانچہ کل نو درجات ہو گئے۔

مسجد نبوی کے خطبائے کرام اور ائمہ عظام

مدینہ طیبہ میں میری حاضری کے وقت مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے امام بہاء الدین سلامتہ کبار اہل مصر میں سے تھے، اور ان کے نائب عالم صالح زاہد اور لبقیۃ المشائخ عزالدین الواسطی تھے، خدا آپ کی ذات بابرکات سے فیض پہنچاتا رہے، آپ سے پہلے مسجد کی خطابت اور قضائت

؎ آگے ابن بطوطہ نے مسجد نبوی کی تاسیس اور آغاز کا ذکر کیا ہے جس میں نہ کوئی ندرت ہے نہ جسے پایہ استناد حاصل ہے، نیز اس موضوع پر کتب سیرت میں اتنا مواد موجود ہے کہ ہر شخص جسے مطالعہ کا ذرا بھی ذوق ہے، واقف ہے، لہٰذا یہ غیر ضروری تفصیل نظر انداز کر دی گئی ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

کا کام سراج الدین عمر المصری سے متعلق تھا۔

مذکور ہے کہ یہ سراج الدین عہدہ قضاءت مدینہ اور خطابت مسجد شریف پر تقریباً چالیس سال قائم رہے، پھر جب آپ نے یہاں سے مصر جانے کا ارادہ کیا تو تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک سے خواب میں مشرف ہوئے، ہر مرتبہ آپ جانے سے منع فرماتے، اور ارشاد کرتے کہ تمہاری موت کا زمانہ قریب ہے، لیکن یہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے، اور چلے گئے۔ ابھی مصر پہنچے بھی نہ تھے کہ تین منزل اسی طرف مقام سویس میں انتقال فرمایا، خدا ایسے سوء خاتمہ سے پناہ میں رکھے۔ آپ کی نیابت فقیہ ابو عبداللہ محمد بن فرحون رحمۃ اللہ علیہ کرتے تھے، ان کی اولاد اب تک مدینہ شریفہ میں موجود ہے، وہ ابو محمد عبداللہ مدرس مالکیہ اور نائب الحکم ہیں یہ تونسی ہیں۔

مسجد شریف نبوی کے خادم اور مؤذن

مسجد شریف کے خدام نوجوان حبشی اور دوسری اقوام جو نہایت حسین پاکیزہ صورت اور خوش لباس لوگ ہیں، ان سب کے افسر اعلیٰ کو "شیخ الخدام" کہتے ہیں۔ اس کی ہیئت اور وضع امرائے کبار جیسی ہے، ان کے لئے مصر و شام میں وظائف مقرر ہیں، جو انہیں ہر سال پہنچائے جاتے ہیں۔ حرم شریف کے مؤذنوں کے سردار امام فاضل محدث جمال الدین المطری موضع مطریہ کے جو مصر میں ہے رہنے والے ہیں، اور ان کے صاحبزادے فاضل عفیف الدین عبداللہ اور شیخ المجاور الصالح ابو عبداللہ محمد بن الغرناطی المعروف بالتراس قدیمی مجاوروں میں سے ہیں یہ اپنی خواہش نفس کے فتنہ کے خوف سے اختہ ہو گئے تھے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاورین کرام

ان میں سے ایک شیخ الصالح الفاضل ابو العباس احمد بن محمد مرزوق ہیں، کثیر العبادت اور صائم الدہر بزرگ ہیں، صبر و اخلاص کی صفات سے متصف، کافی مدت مکہ معظمہ کی مجاورت میں بھی بسر کی ہے، میں نے آپ کو ۷۲۸ھ (مطابق ۱۳۲۸ء) میں مکہ معظمہ میں دیکھا تھا، تو تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ طواف کرنے والا پایا، مجھے آپ کے اس قدر طواف کرنے سے سخت تعجب تھا، کیوں کہ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا، اور مطاف سیاہ

پتھروں سے مفروش تھا، اور دھوپ سے تو اس قدر گرم جیسے تاؤ دیا ہوا پتھر۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ سقے پانی ڈالتے تھے، لیکن جہاں پانی گرتا تھا، وہاں سے آگے نہ بہتا تھا اور اسی جگہ گرمی کی شدت کے باعث جذب ہو جاتا تھا، فرش اس قدر گرم تھا کہ لوگ جرابیں پہن کر طواف کرتے تھے، لیکن باوجود اس حالت کے ابوالعباس ابن مرزوق برہنہ پا طواف کیا کرتے تھے، ایک دن میں نے آپ کو طواف کرتے دیکھا تو میرا بھی دل چاہا کہ ان کے ہمراہ طواف کروں، جا کر طواف میں آپ کے ساتھ مل گیا، اور حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا مجھے ان پتھروں کی ایسی بھڑک لگی، کہ ایک مرتبہ بوسہ دینے کے بعد پھر میں طواف کرتے ہوئے حجر اسود کی طرف دوبارہ بوسہ دینے کے لئے باوجود کوشش بسیار کے نہ پلٹ سکا چنانچہ میں نے واپسی کا ارادہ کر لیا، اور اس طرح رواق تک واپس آیا کہ راستہ میں اپنی کمبل بچھاتا تھا، اور اس کے اوپر چلتا تھا۔

اس زمانہ میں غرناطہ کے وزیر اور یہاں کے بڑے بڑے لوگوں میں ابوالقاسم محمد بن محمد ابن الفقیہ ابی الحسن سہل بن مالک الازدی تھے، یہ روزانہ ستنہ اسبوع یعنی ۷۰ مرتبہ طواف کرتے تھے، لیکن دوپہر کو گرمی کی شدت کی وجہ سے طواف نہ کر سکتے تھے لیکن ابن مرزوق کی یہ حالت تھی کہ باوجود گرمی کی شدت کے بھی دوپہر کے وقت ان سے زیادہ طواف کیا کرتے تھے۔

مدینہ کے مجاورین میں سے شیخ صالح عابد سعید المراکشی الکفیف اور شیخ ابو مہدی عیسیٰ بن حزرون المکناسی ہیں۔

مدینہ شریف کے مجاورین میں سے ابو محمد الشروی قراء محسنین میں سے تھے، اسی سال انہوں نے بھی مکہ کی مجاورت کی تھی، اور یہیں قاضی عیاض کی کتاب الشفاء نماز ظہر کے بعد پڑھایا کرتے تھے، اور یہیں نماز تراویح کی امامت بھی کرائی تھی۔

دوسرے مجاورین میں سے فقیہ ابوالعباس الفاسی ہیں، جو یہاں کے مدرس مالکیہ بھی تھے، ان کی شادی شیخ الصالح شہاب الدین الزرندی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

چچا کو قتل کر کے اس کے خون سے وضو کرنیوالا امیر شہر

مدینہ کا امیر کبیشی بن منصور بن جماز تھا اس نے اپنے چچا مقبل کو قتل کر دیا، اور کہتے ہیں،

کہ مقتول کے خون سے وضو کیا، ایک دن کبیشی ۷۲۶ھ (مطابق ۱۳۲۶ء) کی شدید گرمی میں میدان کی طرف نکلا اور اس کے ساتھی بھی اس کی معیت میں تھے، گرمی نے بہت پریشان کیا، چنانچہ سارے ساتھی درختوں کے سایہ میں منتشر ہو گئے، اسی اثنا میں مقبل مقتول کے بیٹے اپنے غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ للکارتے ہوئے آئے، اور کبیشی ابن منصور کو قتل کر ڈالا، اور اس کا خون چاٹ لیا۔

خارج مدینہ کے بعض مشاہد کریمہ، انکا بیان اور تفصیل

صفیہ بنت عبد المطلب، ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ اور جعفر بن ابی طالب کی قبریں امہات المومنین، امام حسن، عباس بن عبد المطلب اور حضرت عثمان بن عفان کے مزارات

ان میں سے ایک "بقیع الغرقد" مدینہ مکرمہ کی شرقی جانب واقع ہے، یہاں کے زائرین جس دروازہ سے نکلتے ہیں، اس کا نام "باب البقیع" ہے جو شخص اس دروازہ سے زیارت کے لیے جاتا ہے دروازہ سے نکلتے ہوئے اس کے بائیں طرف صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ملتا ہے، آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتسلیما کی پھوپھی اور زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، آپ کے مزار کے سامنے امام المدینۃ عبد اللہ مالک ابن انس رضی اللہ تعالے عنہ کا مزار مبارک ہے، اس پر ایک مختصر سی عمارت کا چھوٹا سا قبہ بھی بنا ہوا ہے، اس مزار کے سامنے خلاصۂ خاندان مقدس نبوی یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک ہے، اس پر ایک سفید رنگ کا قبہ بنا ہوا ہے، قبہ کے داہنی جانب عبد الرحمٰن ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کا مزار ہے، آپ ابی شحمہ[1] کے نام سے مشہور تھے اسی کے مقابل عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں۔ ان کے مقابل ایک روضہ ہے جس میں حضرت عباس ابن عبد المطلب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن ابن علی ابی طالب کے مزارات ہیں، یہ گنبد بہت بلند اور نہایت مستحکم بنا ہوا ہے، اور باب البقیع سے نکلنے والے کے داہنی طرف پڑتا ہے، حسن علیہ السلام کا سر مبارک حضرت عباس علیہ السلام کے

---

[1] انہی کے بارے میں روایت ہے کہ زناکاری کے جرم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے انہیں اتنے کوڑے مارے کہ جاں بحق ہو گئے۔ (رئیس احمد جعفری)

قدموں کی جانب ہے۔ ان ہر دو حضرات کے مزارات زمین سے بہت بلند اور وسیع بنے ہوئے ہیں، اور ان پر نہایت خوبی سے جوڑ ملا کر تختے جڑے ہیں، اور ان پر پیتل کے پتر چڑھائے ہیں۔ جن پر نہایت نادر کام کیا ہوا ہے، نیز بقیع میں مہاجرین وانصار اور کل صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں، جن میں سے اکثر کا پتہ نہیں آخر بقیع میں امیرالمومنین ابی عمر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا مزار ہے، اس پر ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے، اور اس کے قریب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم علیؓ ابن ابی طالب کی والدہؓ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ہے، مشاہد کریمہ میں سے قبا بھی ہے، جو سمت قبلہ کی طرف مدینہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے، مدینہ طیبہ اور قبا کے درمیان کا راستہ نخلستان میں سے ہو کر گیا ہے، یہاں وہ مسجد واقع ہے، جس کے متعلق کلام پاک میں وارد ہوا ہے، کہ یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ اور رضواں پر ہے، جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔

اسلام کی سب سے پہلی مسجد "قبا"، ابوایوب انصاری کا مکان، وہ کنواں جہاں حضرت عثمانؓ سے خاتم نبوی گری اور پھر نہ ملی

یہ مسجد مربع شکل ہے، اس میں ایک سفید رنگ کا اتنا بلند مینار ہے، کہ بہت دور سے نظر آتا ہے اس کے وسط میں وہ مقام ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی بٹھائی تھی، لوگ یہاں تبرکاً نماز پڑھتے ہیں، اس کے صحن میں قبلہ کی طرف چبوترہ پر ایک محراب واقع ہے، یہ وہ مقام ہے، جہاں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، قبلہ کی جانب ایک مکان بھی ہے، جو ابوایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا، اس مکان کے پاس اور بھی بہت سے مکانات تھے، جو ابوبکر، عمر، فاطمہ، عائشہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں، مقابل میں "بئر اریس" ہے، یہ وہ کنواں ہے جس کا پانی پہلے کھاری تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اس کی برکت سے شیریں ہو گیا، اور اسی میں حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم کریم گری تھی، مشاہد میں سے مدینہ شریفہ کے باہر قبہ حجر الزیت ہے، کہتے ہیں کہ یہاں نبیؐ کے لئے پتھر سے روغن زیت ٹپکا تھا۔ اس کنویں کے شمال کی طرف "بئر بضاعۃ" ہے اور اس کنویں کے مقابل "جبل الشیطان" ہے، جہاں میدیوم احد، میں شیطان نے چلا کر کہا کہ تمہارے نبی قتل کر دیئے گئے۔ اس خندق کے لب پر جسے رسول اللہ صلعم نے جنگ احزاب کے دن کھودا تھا، ایک ویران قلعہ ہے جسے لوگ "حصن الغراب" کہتے ہیں،

اس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "عزاب مدینہ" کے لئے بنوایا تھا، قلعہ مذکور کے سامنے جانب مشرق میں "سر رومۃ" ہے، یہ وہ کنواں ہے جس کا نصف امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں خریدا تھا۔

جبل احد کی زیارت، عم رسول حمزہؓ کا مزار، مسجد علیؓ، شہدائے غزوہ احد کے مزارات

مشاہد کریمہ میں سے ایک احد بھی ہے، یہ وہ جبل مبارک ہے، جس کے متعلق رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اور مدینہ شریفہ کی وادی میں آبادی سے ایک فرسخ فاصلہ پر واقع ہے، اس پہاڑ کے مقابل شہدائے کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں، حمزہؓ کا مزار مبارک ہے، اور آپ کے مزار کے گرداں صحابہ کے مزار ہیں، جو یوم احد میں شہید ہوئے تھے، یہ کل مزارات احد کے قبیلہ کی طرف واقع ہیں، احد کے راستہ میں ایک مسجد تو علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے، اور ایک اور مسجد ہے، جو حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، اور ایک "مسجد الفتح" بھی اسی راستہ پر واقع ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر "سورۃ الفتح" نازل ہوئی تھی۔

اس مرتبہ مدینہ شریفہ میں میرا چار دن قیام رہا۔ ہر شب مسجد نبوی میں گذرتی تھی۔ صحن میں لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھتے تھے، اور بکثرت شمع روشن کرتے تھے، کچھ تو قرآن کریم کے پارے لے کر تلاوت کرتے تھے، کچھ اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے، اور کچھ لوگ تربت طاہرہ نبویؐ کے دیدار میں بسر کرتے تھے، ہر طرف سے خوش آواز لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدحیہ قصائد ترنم سے پڑھتے تھے، لوگوں کا یہ معمول تھا کہ ان مبارک راتوں میں مجاوروں اور محتاجوں کو بکثرت صدقات دیتے اور ان کے ساتھ بہت کچھ سلوک کرتے تھے۔ اس مرتبہ میرے ساتھ شام سے مدینہ شریف تک ایک ایسا شخص رہا، جو وہیں کا رہنے والا تھا۔ یہ بہت بڑا فاضل شخص تھا، اس کا نام منصور بن شکل تھا۔ اس نے میری ضیافت بھی کی تھی۔ اور پھر اس کا ساتھ حلب اور بخارا میں بھی رہا۔ میری صحبت میں قاضی الزیدیہ شرف الدین قاسم ابن شنان بھی تھے اور اہل غرناطہ کے صلحاء فقراء میں سے ایک صاحب علی بن حجر الاموی بھی تھے۔

جب ہم مدینہ پہنچے تو مجھ سے علی حجر نے بیان کیا میں نے آج رات خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں سن اور یاد کر لے۔

هنيا لكم يا زائرين ضريحه
امنتم به يوم المعاد من الرجس
وصلتم إلى قبر الحبيب بطيبه
فطوبى لمن يضحى بطيبة او يمسى

اے ضریح محمدؐ کے زائر مبارک ہو کہ تم نے قیامت کے دن ہر قسم کی آلودگی سے نجات پائی، تم طیبہ میں قبر حبیب تک پہنچ گئے۔ اس شخص کو مبارک ہو جس کی صبح و شام وہاں بسر ہوتی ہے۔

یہ میرے ساتھ مدینہ طیبہ تک آئے۔ پھر ہند کے دار السلطنت دہلی کو ۷۴۳ھ (مطابق ۱۳۴۲ء) میں روانہ ہو گئے، اور میرے پڑوس میں فروکش ہوئے، میں نے ان کے خواب کا قصہ بادشاہ کے حضور میں بیان کیا، اس پر اس نے آپ کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے حاضر ہو کر خود یہ واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ کو یہ واقعہ بہت پسند آیا۔ اس نے زبان فارسی میں بکمال اخلاق گفتگو کی، اور حکم دیا کہ آپ کی مہمان نوازی کی جائے۔ اور تین سو طلائی تنکے عطا کیے۔ مغربی دیناروں کے وزن کے لحاظ سے ایک تنکہ کا وزن ڈھائی دینار ہوتا ہے، نیز ایک گھوڑا بھی زین و لگام و زیور سے آراستہ اور ایک خلعت عطا کی۔ اور روزانہ وظیفہ بھی مقرر کیا۔ ان کے ساتھ غرناطہ کا ایک اچھا فقیہ بھی تھا، جس کی پیدائش بجایا کی تھی، اور وہاں جمال الدین المغربی کے نام سے مشہور تھا۔ علی ابن حجر نے وعدہ کیا کہ میں اپنی بیٹی آپ سے بیاہ دوں گا۔ چنانچہ اپنے گھر سے علیحدہ انہیں ایک چھوٹے سے گھر میں اتارا۔ اور ایک چھوکری اور چھوکرا خریدا اور وہ دینار جو بادشاہ نے انہیں عطا کیے تھے، اپنے بستر ہی میں رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ کسی پر انہیں اطمینان نہ تھا۔ چھوکرا اور چھوکری دونوں نے باہم مل کر اس سونے کو اڑا لیا، اور بھاگ کھڑے ہوئے، جب یہ مکان واپس آئے تو دونوں کا کوئی پتہ نشان نہ پایا، اور سونا غائب اس غم میں کھانا پینا چھوٹ گیا۔ بیمار پڑ گئے، میں نے یہ سارا واقعہ بادشاہ سے جا کر بیان کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اتنی ہی رقم اور دے دی جائے، چنانچہ رقم مقررہ ایک شخص کے ہاتھ جو ابن حجر سے واقف تھا۔ ان کے پاس بھیج دی گئی، لیکن جب یہ شخص مکان پر پہونچا تو یہ مر چکے تھے۔ خدا رحم کرے۔

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف

مقامات راہ، زیارات مشاہد و مزارات وغیرہ

مکہ معظمہ کا ارادہ کر کے ہم مدینہ سے نکلے، پہلا پڑاؤ مقام ذی الحلیفہ پر ہوا، یہی جگہ ہے، جہاں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احرام باندھا کرتے تھے، مدینہ کا فاصلہ یہاں سے پانچ میل ہے، یہی مقام منتہائے حرم مدینہ ہے، یہاں سے بہت قریب وادی عقیق ہے۔ یہاں میں نے سلا ہوا لباس اتارا، غسل کیا، احرام باندھا، دو رکعت نفل پڑھی، اور احرام حج باندھ کر ہر میدان، ہر پہاڑ، ہر نشیب، اور فراز پر تلبیہ[1] کہتا رہا۔

شعب حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے مقامات عالیہ

آخر میں حضرت علی کی گھاٹی (شعب) پر پہونچا، اور یہیں شب باش ہوا، پھر یہاں سے رخصت ہو کر مقام روحا میں آیا، یہاں ایک کنواں ہے، جسے "بئر ذات العلم" کہتے ہیں، مشہور ہے کہ اس جگہ علی علیہ السلام نے جن سے مقاتلہ کیا تھا۔

پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم مقام صفراء میں پہونچے، یہ ایک آباد وادی ہے، یہاں پانی بھی ہے، کھجوروں کے درخت بھی اور عمارتیں بھی جن میں حسنی شرفا رہتے ہیں، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی آباد ہیں۔ وہاں ایک بڑا قلعہ بھی ہے، جس کے پاس چھوٹے چھوٹے کئی قلعے ہیں، قریب ہی گاؤں بھی آباد ہیں۔

---

[1] یہ فقہی اصطلاح ہے، تلبیہ مخفف ہے، اس کا مفہوم "لبیک لبیک اللھم لبیک"
(رئیس احمد جعفری)

بدر سما: جہاں حق و باطل کی جنگ ہوئی تھی، جہاں صنادید قریش کھیت رہے تھے، جہاں خدا کا وعدہ پورا ہوا

صفراء سے ہم بدر میں اترے جہاں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی تھی، اپنے وعدہ کریمہ کا ایفا کیا تھا۔ یہ ایک موضع ہے، جس میں نزدیک نزدیک خرموں کے باغات ہیں، اور یہاں ایک نہایت بلند قلعہ ہے، جس میں جانے کا راستہ اس وادی میں سے ہے جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے، بدر میں ایک ابلتا ہوا چشمہ بھی ہے، جس کا پانی برابر جاری رہتا ہے، اور وہیں وہ قلیب یعنی غار بھی ہے، جس میں اللہ کے دشمن مشرکین گھسیٹ گھسیٹ کر پھینکے گئے تھے آج اس مقام پر ایک باغ ہے جس کے پیچھے شہداء رضی اللہ عنہم کا مقام ہے، جبل رحمت جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے، صفراء سے داخل ہونے والے کے بائیں طرف ہے، اور اس جبل کے مقابل جبل المطبول ہے، اس پہاڑ کی قطع ریت کے ٹیلے جیسی ہے، جس کا دور تک سلسلہ چلا گیا ہے، وہاں کی آبادیوں کے باشندوں کا خیال ہے کہ ہر جمعہ کی شب کو یہاں وھوسوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور یہیں وہ مقام بھی ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر کے دن عرش پر تشریف فرما اور اپنے اللہ سے ایفائے وعدہ کے طلبگار تھے، یہ مقام عریش جبل الطبول کے رخ کے متصل مقام واقعہ جنگ کے سامنے ہے نخل القلیب کے پاس ایک مسجد ہے جس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبیؐ کے اونٹنی بٹھانے کی جگہ تھی، اور بدر صفراء کے مابین ڈاک کے فاصلہ (۱۲ میل) پر پہاڑوں کے وسط میں ایک وادی ہے جہاں بکثرت چشمے جاری ہیں اور کھجوروں کے باغات کا ایک دوسرے سے تسلسل چلا گیا ہے۔

بدر سے ہم نے ایک صحرا کی طرف کوچ کیا۔ جس کا نام قاع البزواد ہے۔ یہ ایسا صحرا ہے، جس میں بڑے بڑے راہ داں راستہ بھول جاتے ہیں، اور دوست دوست کو بھول جاتا ہے، اس صحرا کی مسافت تین میل کی ہے۔

پھر وادی رابغ ہے، اس وادی میں بارش کے موسم میں بہت سے تالاب بھرے رہتے ہیں، اور عرصہ دراز تک ان میں پانی قائم رہتا ہے۔ یہاں سے مصراور مشرق۔

یہاں سے عقبۃ السویق میں آئے یہ خلیص سے نصف میل کی مسافت پر واقع ہے، اس مقام پر ریت بہت ہے، حاجی یہاں ستو پینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اس رسم کے ادا کرنے کے لئے مصر و شام سے ستو اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ اور یہاں شکر ملا کر پیتے ہیں۔ امراء لوگ ستوؤں

سے حوض بھروا دیتے ہیں، اور لوگ پیتے ہیں۔ لوگ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم اسی مقام سے گذرے تھے، اور صحابہ کے پاس کھانا نہ تھا۔ آپ نے یہاں کی ریت لے کر انہیں دے دی۔ انہوں نے گھول کر پیا تو وہ ستو تھے۔

پھر ہم برکۃ خلیص میں اترے۔ یہ ایک ہموار زمین پر واقع ہے۔ یہاں کھجوروں کے باغات بکثرت ہیں، اور پہاڑ کی چوٹی پر ایک مستحکم قلعہ بھی بنا ہوا ہے۔ نیچے زمین پر بھی ایک قلعہ ہے جو اجاڑ پڑا ہے، اور پانی کا ایک چشمہ بھی جوش زن ہے، جسے کاٹ کر نہریں اور نالیاں بنائی ہیں، جن سے اراضیات سیراب کی جاتی ہیں۔ صاحب خلیص ایک شریف حسنی النسب شخص ہیں، اس اطراف کے عرب یہاں بہت بڑا بازار لگاتے ہیں۔ جہاں بھیڑ بکریاں پھل پھلاری اور اقسام نان و خورش لے جاتے ہیں۔

پھر ہم مقام عسفان میں آئے۔ یہ مقام مسطح زمین پر پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں میٹھے پانی کے کنویں بھی ہیں، جن میں سے ایک کی عثمان رضی ابن عفان کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔

مقام مدرج بھی عثمان رضی کی طرف منصوب ہے یہ خلیص سے نصف یوم کی مسافت پر واقع ہے، اور یہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ مقام ہے، جہاں کے ایک مقام پر سیڑھیوں اور طرز عمارت کے طور پر ایک سنگین فرش بنا ہوا ہے، یہاں ایک کنواں بھی ہے، جو علی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہتے ہیں کہ وہ کنواں آپ ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ عسفان میں ایک پرانا قلعہ اور ایک مستحکم برج بھی ہے، جسے اب ویرانگی نے کمزور کر دیا ہے یہاں مقل کے درخت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

پھر ہم بطن مر میں آئے جسے مر الظہران بھی کہتے ہیں، یہ ایک زرخیز وادی ہے جس میں خرموں کے درخت بکثرت ہیں، اور جاری پانی کا ایک چشمہ جوش زن ہے جو اس کے اطراف کو سیراب کرتا ہے، اس وادی سے لوگ تمام فواکہات اور سبزی مکہ لے جاتے ہیں، پھر رات ہی کو ہم اس وادی مبارک سے روانہ ہو گئے، ہمارے قلوب مارے خوشی کے اب پھولے نہیں سماتے تھے، کیونکہ منزل مقصود سامنے تھی۔

بیت اللہ

مکہ معظمہ میں داخلہ، اس شہر کے فضائل، تاثر مشاہدہ مزارات نقاشیر العجب الحجبی عجب

حطیم کعبہ، حجر اسود، باشندگان مکہ، یہاں کے عوائد، رسوم اور حالات

صبح ہوتے ہوتے ہم بلد امین مکہ مکرمہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں داخل ہو گئے۔ وہاں سے حرم الٰہی، مقام ابراہیم خلیل اللہؑ اور مبعث محمد (صلے اللہ علیہ وسلم میں) پہونچے۔ پھر ہم بیت الحرام میں داخل ہوئے، جہاں داخل ہونے والے کو خدا نے مامون قرار دیا ہے[1]۔ باب بنو شیبہ سے حاضر ہوئے، کعبہ شریف زادہا اللہ تعظیما کا دیدار کیا، جو ایک عروس کی طرح مسند جلال پر متجلیٰ، اور پردۂ جمال میں لپٹا ہوا۔ اور خدائے رحمٰن و رحیم کے پرستاروں کے دامان شوق سے وابستہ اور جنت رضوان میں پہونچانے کا بہترین وسیلہ ہے، سب سے پہلے ہم طواف قدوم سے فارغ ہوئے پھر حجر کریم کو بوسہ دیا، مقام ابراہیم پر دو نفلیں پڑھیں۔ پھر باب کعبہ اور حجر اسود کے مابین ملتزم کے قریب پردۂ کعبہ پکڑ کر دست دعا بلند کئے کہ یہاں مانگی ہوئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، پھر آب زمزم پیا، قول رسولؐ ہے کہ جس نے جس ارادے سے زمزم پیا وہ حاصل ہوئی، بعد ازاں صفا و مروہ کے مابین دوڑ لگائی، اور باب ابراہیمؑ کے متصل ایک مکان میں قیام پذیر ہوئے، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سعادت حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی عجائب کارفرمائیوں میں سے یہ ہے کہ ان مشاہد منیفہ و عظیمہ کی جانب قلوب

---

[1] لیکن امویوں کے دور میں بیت اللہ کی حرمت قائم نہ رہی کیونکہ انھوں اس پر سنگ باری تک سے دریغ نہ کیا نہ یہاں کا رہنے والا مامون رہا حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے یہاں جو سلوک ہوا وہ اوراق تاریخ میں محفوظ ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

نظری طریقہ پر راغب ہوتے ہیں، اور مقامات شریفہ میں حاضر ہونے کے شائق رہتے ہیں، اس کی متبرک سرزمین آنکھوں کی پتلی ہے، اور اس کی محبت قلوب کی سرشت میں داخل ہے، یہ اللہ برتر کی حکمت بالغہ اور اپنے خلیل علیہ السلام کی تصدیق دعوت ہے، قلب کو جب اس کا دیدار منظور ہوتا ہے تو ہر طرح کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کر لیتا ہے، اور بہت سے ضعیف ایسے ہیں جو اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں، اور راستہ ہی میں جان بحق ہونا گوارا کر لیتے ہیں، اور جب خدا پہونچا دیتا ہے، تو اتنے مسرور اور خوش ہوتے ہیں کہ گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی، بس یہ ایک اسرار الٰہی، صنع ربانی اور یہ ایک ایسی دلیل ہے، جس کے ساتھ نہ کسی وسوسہ کا لگاؤ ہے، اور نہ شبہ کا تعلق اور نہ کسی بناوٹ کو دخل ہے اصحاب بصیرت کو بصیرت اور اصحاب نظر کو عبرت حاصل ہوتی ہے، اللہ کے فضل سے جس کی یہاں تک رسائی ہو گئی، گویا بارگاہ ایزدی سے بڑا انعام اور فلاح دارین حاصل ہو گئی۔

مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کا تذکرہ،

یہ ایک بڑا مستطیل شہر ہے مکانات قریب قریب ہیں یہ ایک وادی کے درمیان واقع ہے، جسے ہر طرف پہاڑوں نے ڈھانپ لیا ہے، اسی وجہ سے آج تک آدمی پہنچ نہ جائے۔ یہ شہر نظر نہیں آتا۔ یہ پہاڑ جنہیں اگر ابر یز کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ بہت بلند نہیں ہیں جنوب کی طرف جبل ابی قبیس اور جبل قعیقعان ہیں۔ اور شمال کی طرف جبل احمر ہے۔ جبل ابی قبیس کی طرف دو گھاٹیاں ہیں۔ جنہیں اجیاد اکبر اور اجیاد الاصغر کہتے ہیں۔ اور جبل خندمہ جس کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔ تمام مناسک، منیٰ۔ عرفہ۔ المزدلفہ۔ مکہ معظمہ شرفہا اللہ تعالےٰ کی شرقی جانب واقع ہوئے ہیں۔ شہر کے تین دروازے ہیں۔ فراز شہر کا دروازہ باب المعلاء کہلاتا ہے، اور نشیب شہر کا دروازہ باب الشبیکہ کہتے ہیں اس کو باب الزاہر اور باب العمراء بھی کہتے ہیں، یہ دروازہ شہر کی غربی جانب ہے، مدینہ منورہ مصر۔ شام۔ اور جدہ کا راستہ اسی دروازہ سے ہے، نیز تنعیم میں جانا ہو تو بھی اسی راستے سے جاتے ہیں۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ باب المسفل جنوب کی طرف ہے، اس دروازہ سے فتح مکہ شرفہا اللہ کے دن خالد ابن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ داخل ہوئے تھے۔

خدا نے اپنی کتاب میں اپنے نبی خلیل علیہ السلام کی زبان سے وادی غیر ذی زرع

یعنی بنجر وادی کا ذکر فرمایا ہے، لیکن آپ کی دعا کا یہ اثر ہے۔ کہ وہاں ہر طرف سے چیزیں پہنچ جاتی ہیں۔ ہر قسم کے پھل اور میوہ ہائے تر شلاً انگور۔ انجیر۔ شفتالو، اور خرما ئے تر جن کی نظیر دنیا میں نہیں میں نے وہاں کھائے ہیں۔ اسی طرح یہاں ایسے عمدہ خربوزے آتے ہیں جو عمدگی وشیرینی کو مدنظر رکھتے ہوئے، دیگر مقامات میں نایاب ہیں، یہاں کا گوشت نہایت فربہ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے، اسی طرح وہ مال واسباب بھی جو دوسرے شہروں میں متفرق طور پر پہنچتے ہیں، یہاں مجتمع اور اکٹھا بنتے ہیں۔ یہاں ہر طرح کی سبزی اور ترکاری بھی طائف وادی نخلہ اور بطن مر سے بکثرت آتی ہیں۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے، جو حرم کے ساکنین اور بیت عتیق کی مجاورین کے حق میں مبذول ہے۔

مسجد حرام شرف اللہ وکرمہ کی کیفیت اور ہیئت

شہر کے وسط میں مسجد حرام واقع ہے، جو نہایت وسیع ہے، ازرقی کہتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اس کا طول چار سو گز ہے، اور تقریباً اتنا ہی عرض ہے۔ کعبہ معظمہ اس کے وسط میں واقع ہے، اس کا منظر نہایت خوشنما، اور شان دلربا یانہ ہے۔ نہ زبان اس کے وصف بدائع کی تعریف نہیں کر سکتی۔ نہ مدح گو اس کے کمال حسن کو بیان کر سکتا ہے، دیواریں تقریباً بیس گز اونچی ہیں، اور چھت جو تین صفوں میں ہے بلند ستونوں پر نہایت خوش اسلوبی سے قائم ہے، اس کے تینوں سنگین فرش ایسے نظم سے منتظم ہیں۔ گویا ایک فرش ہے اس کے چار سو اکیانوے ستون تو صرف سنگ رخام کے ہیں۔ اس کے علاوہ اور ستون گچ کاری کے ہیں۔ جو دارالندوۃ میں واقع ہے، یہ مکان گو مسجد حرام میں بعد میں شامل کر لیا گیا ہے۔ لیکن شمال کی جانب جو سنگین فرش ہے، اس میں داخل ہے اس کے مقابل جو مقام ہے اس میں رکن عراقی شامل ہے، اس دارالندوۃ کی فضا مسجد حرام سے متصل ہے، اور اسی فرش سے دارالندوۃ میں داخل ہوتے ہیں۔ اس فرش کی دیوار سے ملی ہوئی دکانیں ہیں، جن پر ڈھالو سائبان واقع ہے، ان دکانوں میں مقری۔ نساخ اور خیاط بیٹھتے ہیں۔ اس فرش کے مقابل جو فرش ہے اس کی دیوار سے متصل بھی ویسی ہی دکانیں ہیں، لیکن ان پر سائبان نہیں۔ مغربی فرش برآمد ورفت کی جگہ باب ابراہیم کے پاس ہے، یہاں سارے ستون گچ کاری کے ہیں۔

خلیفۃ المہدی محمد ابن الخلیفۃ ابوجعفر المنصورؒ کے احکام اور آثار توسیع مسجد کے سلسلے میں ابھی موجود ہیں، غربی فرش کی دیوار کے سرے پر یہ کتبہ ہے۔

امر عبد اللہ محمد بن المہدی امیر المومنین اصلحہ اللہ تعالیٰ بتوسعۃ المسجد الحرام الحاج بیت اللہ وعمارتہ فی سنۃ سبع وستین ومائۃ۔	"اللہ بر تر امیر المومنین عبد اللہ محمد بن المہدی کا انجام بخیر کرے، جنہوں نے مسجد حرام کی وسعت کا حکم نافذ فرمایا۔ تاکہ حج کرنے والوں کو آسائش پہنچے چنانچہ تعمیر ہذا ۱۶۷ھ (مطابق ۷۸۳ء) میں ہوئی۔

کعبہ شریف زادہا اللہ تعظیماً وتکریماً کا بیان

کعبہ شریف وسط مسجد میں ایک جانب کو کسی قدر خم کھایا ہوا واقع ہے، اس کی عمارت مربع اور تین جانب سے بلندی میں تقریباً اٹھائیس گز ہے، چوتھی جانب حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین واقع ہے۔ اس کی بلندی تقریباً انتیس گز ہے اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے حجر اسود تک ہے تقریباً چوّن بالشت ہے، اسی طرح مقابل والے پہلو کا عرض ہے، جو رکن یمانی سے رکن شامی تک ہے، اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے رکن شامی تک ہے، داخل حجرے سے اڑتالیس بالشت ہے، اسی قدر اس پہلو کا عرض ہے، جو رکن شامی سے رکن عراقی تک ہے خارج حجر اکیس یا بیس گز ہے، یہیں طواف ہوتا ہے، اس کی بنا بڑے بڑے ٹھوس پتھروں کی ہے جن کا جوڑ نہایت استحکام اور سخت پائیداری کے ساتھ لگایا گیا ہے، کہ امتداد زمانہ کا کوئی اثر نہیں پہونچ سکتا۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ اس پہلو میں واقع ہوا ہے، جو حجر الاسود اور رکن عراقی کے مابین ہے، اس کے اور حجر الاسود کے درمیان دس بالشت کا فاصلہ ہے، اس جگہ کا نام ملتزم ہے، یہیں دعا مستجاب ہوتی ہے، زمین سے دروازہ کی بلندی ساڑھے گیارہ بالشت ہے، چوڑائی آٹھ بالشت اور طول تیرہ بالشت ہے، اور دیوار کے دروازہ کا عرض پانچ بالشت کا ہے، اس دروازہ میں تمام پتر چاندی کے نہایت کاریگری سے جڑے ہوئے ہیں، اور دروازے کے دونوں بازو بھی چاندی کے پتروں سے نہایت کمال کیساتھ آراستہ ہیں، اور اسی طرح عتبہ علیا پر بھی چاندی کے پتر چڑھے ہیں، یہاں چاندی کے دو دو بڑے بڑے تقاعے رکھے ہیں، جو مقفل ہیں۔

باب کریم کے کھلنے کا روح پرور منظر اور عوائد و مراسم

باب کریم ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ اور آں حضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن کھولا جاتا ہے، اور دروازہ کھولنے کی رسم یہ ہے کہ ایک کرسی جو منبر سے مشابہ ہوتی ہے، جس میں سیڑھیاں اور لکڑی کے پائے ہوتے ہیں، اور ان پایوں میں چار پہیے لگے ہوتے ہیں جن سے یہ کرسی گھسیٹی جاتی ہے۔ اسے کعبہ شریف کی دیوار سے لگا دیتے ہیں۔ اس وقت اوپر کا درجہ کعبہ شریف کے دروازہ کی چوکھٹ سے متصل ہو جاتا ہے، شیبی خاندان کا سب سے معمر شخص اس پر چڑھتا ہے۔ بیت اللہ کی کلید مبارک اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ اور خادم بھی ہوتے ہیں۔ کعبہ کے دروازہ پر جو پردہ لٹکا ہوا ہے اسے اٹھاتے ہیں۔ اسے برقعہ کہتے ہیں۔ جب تک رئیس الشیبیں دروازہ کھولتا رہتا ہے، یہ خدام اس برقعے کو اٹھائے ہی رہتے ہیں، جب دروازہ کھول لیتا ہے تو پہلے یہ رئیس آستانہ عالیہ کو چومتا ہے، اور پھر اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتا ہے، اور دو رکعت نماز ادا کرنے میں جس قدر وقفہ ہوتا ہے، وہاں قیام کرتا ہے، پھر دوسرے شیبی اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے ہیں پھر دروازہ کھلتا ہے اور تمام لوگ اندر داخل ہونے میں سبقت کرتے ہیں، اور اس اثنا میں کہ وہ دروازہ کھولا جائے یہ سب باب کریم کی طرف رخ کئے ہوئے، نیچی نگاہیں کئے ہوئے خشوع و خضوع کیا تو جناب الٰہی میں ہاتھ پھیلائے کھڑے رہتے ہیں۔ جب دروازہ کھلتا ہے تو تکبیر کے ساتھ باآواز بلند یہ الفاظ کہتے ہیں۔

اللھم افتح لنا ابواب	بار الٰہا، ہمارے لئے اپنی
رحمتك و مغفرتك	رحمت اور مغفرت کے دروازے
یا ارحم الراحمین	کھول دے۔

کعبہ کی حیرت انگیز نشانیاں، عجائب و اقعات، میزاب مبارک

کعبہ کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ جس وقت اس کا دروازہ کھولا جاتا ہے، حریم شریف میں اتنی مخلوق ہوتی ہے کہ سوا خالق و رازق کے اس کی کوئی تعداد نہیں جانتا۔ یہ سب کے سب کعبہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ کوئی تنگی یا کوتاہی نہیں آتی۔

یہ بات بھی از عجائبات ہے کہ طواف سے شب و روز کسی وقت بھی خالی نہیں ہوتا ایسی آج تک کوئی شہادت نہیں موجود ہے۔

یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ باوجود مکہ معظمہ میں کبوتروں کی، اور دوسرے پرندوں کی بہتات کے نہ کعبہ پر کوئی آکر بیٹھتا ہے، اور نہ کوئی اوپر سے اڑ کر گذرتا ہے۔ بلکہ جب کوئی پرند کعبہ کی طرف اڑتا ہوا سیدھا آتا ہے، تو قریب آکر دائیں بائیں کترا کر نکل جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب کوئی پرندہ بیمار ہوتا ہے، تو کعبہ شریف پر آکر بیٹھتا ہے، اگر موت آگئی ہے، تو اسی وقت مر جاتا ہے، اور تکلیف سے نجات پاتا ہے، اگر زندگی باقی ہے، تو چنگا ہو کر اڑ جاتا ہے۔

میزاب مبارک کعبہ شریف کے اس پہلو پر قائم ہے، جو حجر پر ہے یہ سونے کا بنا ہوا اور ایک بالشت چوڑا ہے، اور تقریباً دو گز باہر نکلا ہوا ہے، وہ جگہ جو میزاب مذکور کے نیچے ہے، اس کے متعلق یہ گمان ہے کہ اجابت دعا کا مقام ہے،

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ رضؓ کے مزارات

میزاب کے نیچے زیر سنگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار مبارک ہے، اس کے اوپر مستطیل شکل سبز رنگ کا سنگ رخام محراب کی شکل کا ہے، اور ایک اور دوسرے سبز رنگ کا سنگ رخام سے ملا ہوا ہے، جو مستدیر ہے ان دونوں پتھروں کی چوڑائی تقریباً ڈیڑھ بالشت ہے یہ دونوں پتھر مل کر ایک مربع خوش منظر شکل بن جاتی ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مزار مبارک کے ایک جانب رکن عراقی کے قریب آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہما السلام کا مزار مبارک ہے، اس کی علامت ایک مستدیر سبز رنگ کا سنگ مرمر ہے، اس کی بھی ڈیڑھ بالشت کی چوڑائی ہے، ہر دو مزارات کے مابین سات بالشت کا فاصلہ ہے،

حجر اسود کی کیفیت تذکرہ رسم تقبیل، ہجوم عام

حجر اسود زمین کی سطح سے چھ بالشت کی بلندی پر واقع ہے، لمبا آدمی اگر اسے بوسہ دینا چاہے تو اسے جھکنا پڑتا ہے، اور پست قد شخص کو بوسہ دینے کے لئے کسی قدر طویل ہونا، اور کھینچنا پڑتا ہے، اس کی چوڑائی تین بالشت اور لمبائی ایک بالشت ایک انگل ہے اس کے ایک ہی

ملے ہوئے چار ٹکڑے ہیں کہتے ہیں کہ القرمطی[1] نے اللہ کی اس پر لعنت ہو اسے توڑا تھا، اور بعض کہتے ہیں، اس پر کسی نے دبوس مارا تھا۔ جس سے اس کے چار ٹکڑے ہو گئے، لوگوں نے اس توڑنے والے کے قتل کے لئے سبقت بھی کی تھی۔ اور اسی جرم کے باعث مغاربہ کا ایک گروہ کا گروہ قتل کر دیا گیا۔

حجر اسود کو چاندی کے ایک پترے سے خوب کس دیا ہے۔ اس پر یہ چاندی کی سفید تحریر بڑا لطف دیتی ہے، اس کے بوسہ دینے سے ایسی عجیب لذت ہوتی ہے کہ اسے منہ سے جدا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

حجر اسود سے جس مقام پر بوسہ دیتے ہیں، اس کی داہنی جانب سے قریب ایک صحیح ٹکڑے میں ایک نہایت چھوٹا و چمکتا ہوا سفید نقطہ ہے۔ جتنا اس صحیفہ نورانی کا خال ہے، بوسہ دینے کے شوق میں ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا ہے۔[2]

حجر اسود سے کعبہ کے طواف کا آغاز کرتے ہیں۔ یہی وہ پہلا رکن ہے جسے طواف کرنیوالا پہلے عمل میں لاتا ہے۔

کتب خانہ حرم کعبہ اور اس کے نوادر مخطوطات و صحائف

یہاں مصاحف شریف بھی رکھے جاتے ہیں۔ اور حرم شریف کا متعلقہ کتب خانہ بھی ہے، نیز اسی میں وہ تابوت بھی رہتا ہے، جس میں وہ قرآن شریف رکھا ہے، جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتسلیما کی وفات کے بعد ۱۸ھ مقدسہ میں نقل کیا تھا۔ اہل مکہ جب کسی قحط یا سختی میں مبتلا ہوتے ہیں، تو اس مصحف کو نکال لیتے ہیں، اور کعبہ کا دروازہ کھول کر آستانہ مبارک پر رکھ دیتے ہیں، اور اس کے ساتھ مقام ابراہیم علیہ السلام پر بھی لا کر رکھتے ہیں، اور سب لوگ برہنہ سر جمع ہو کر نہایت تضرع کے ساتھ مصحف کریم اور مقام کے توسل کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ وہاں اپنے لطف و کرم سے ڈھانپ لیتا ہے۔

---

[1] اسماعیلیوں کا ایک گروہ قرامطہ کے نام سے مشہور ہے حسن بن صباح وغیرہ اسی میں گذرے ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

[2] کعبہ کی تفصیلات جو عام کتب میں ملتی ہیں قلم زد کر دی گئی ہیں، ہر سفرنامہ حج میں ان کا ذکر تفصیل سے ہے۔ (رئیس احمد جعفری)

مسجد حرام سے متصل مشاہد کریمہ، اور آثار نادرہ و نقوش ماضیہ

مشاہد کریمہ میں سے جو مسجد الحرام کے قریب ہیں۔ زبیدہ اہلیہ ہارون رشید کا مکان ہے قبۃ الوحی ہے، پھر خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا دولت خانہ ہے، جو باب النبی صلعم سے بہت قریب ہے اس گھر میں ایک چھوٹا سا قبہ ہے، جہاں فاطمہ علیہ السلام پیدا ہوئی تھیں اسی کے قریب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا دولت خانہ ہے، اس کے مقابل ایک دیوار ہے جس میں حجر مبارک ہے، اور اس کا ایک سرا دیوار مذکور سے نکلا ہے۔ لوگ اس سنگ مبارک کو بوسہ دیتے ہیں۔ مذکور ہے کہ سنگ مذکور نبیؐ پر سلام عرض کرتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن آپ ابی بکر الصدیقؓ کے ہاں تشریف لے گئے، وہ موجود نہ تھے، نبیؐ نے پکارا تو سنگ مذکور بایں الفاظ گویا ہوا۔ اے رسول اللہؐ وہ دولت خانہ پر موجود نہیں ہیں۔[1]

مکہ کا قبرستان باب معلی کے باہر ہے۔ اس مقام کو حجون کہتے ہیں۔

قبرستان میں بہت سے صحابہ، تابعین، علماء، صالحین اور اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں، لیکن یہ سارے مشاہد بہت پرانے اور بے نشان بن گئے ہیں، اسلئے اہل مکہ کو انکا پتہ تک نہیں سوا چند مشاہد متبرکہ کے۔

مزار ام المومنین خدیجۃ رضی اللہ عنہا

ان میں سے ایک ام المومنین اور وزیرہ سید المرسلین، خدیجہ بنت خویلد ام اولاد نبی صلعم تسلیماً کا مزار مبارک ہے، اس کے ماسوا ابراہیم اور جدۃ السبطین الکریمین (حضرت حسن و حسین) صلوٰۃ اللہ وسلام علی النبی صلعم تسلیماً و علیہم اجمعین کے مشاہد متبرکہ ہیں۔

اسی کے قریب خلیفہ امیر المومنین ابی جعفر المنصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا مزار ہے۔

جہاں عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش لٹکائی گئی تھی

اس قبرستان میں وہ مقام، جہاں عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہا کو مصلوب کیا گیا تھا۔ اس

---

[1] یہ سب بالکل ضعیف روایتیں ہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

مقام پر ایک مکان بھی بنا ہوا تھا جسے باشندگان طائف نے اس غیرت کی وجہ سے منہدم کر دیا جو ان کو ان کے حجاج ملعون کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی قبرستان مذکور کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے ہوئے داہنی طرف ایک ویران مسجد ہے کہتے ہیں کہ یہ وہ مسجد ہے کہ جس میں رسول اللہ صلعم سے جن نے بیعت کی تھی۔ اسی قبرستان پر سے ایک راستہ طائف کی طرف دوسرا عراق کی طرف جاتا ہے۔

ابولہب اور اس کی زوجہ کی قبریں

حجون کے راستے میں ایک مقام پر پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہے جسے راہ گیر پتھروں سے سنگسار کیا کرتے ہیں کہ یہ ابولہب اور اس کی بیوی حمالۃ الحطب کی قبریں ہیں۔

مکہ معظمہ سے قریب جو مقدس پہاڑ ہیں ان کا تذکرہ جبل ابوقبیس

ان پہاڑوں میں ایک جبل ابوقبیس ہے جو مکہ معظمہ حرسہا اللہ کی جہت جنوب و مشرق میں واقع ہے۔ اس کی چوٹی پر ایک مسجد، رباط اور عمارت کا نشان ہے، الملک الظاہر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تعمیر بھی کرنا چاہا تھا۔ کوہ مذکور حرم شریف پر آب ریز ہے، جس سے مکہ کا حسن، حرم اور اس کی ہمواری کا جمال اور کعبہ کی زینت دوبالا ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب اللہ برتر نے پہاڑ پیدا کیے، تو پہلے کوہ ابوقبیس کو پیدا کیا تھا۔ زمانہ طوفان میں حجرِ اسود اسی میں امانت رکھا گیا تھا۔ قریش اس پہاڑ کو الامین کہتے ہیں۔ کیونکہ اس نے بھر الحجر کو جو اس میں امانت رکھا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السّلام کو دے دیا۔

وہ پہاڑ جہاں معجزہ شق القمر صادر ہوا

یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم علیہ السّلام کا مزار یہیں ہے۔ اس پہاڑ پر وہ مقام متبرک بھی ہے، جہاں معجزہ شق القمر کے وقت نبی صلعم قیام پذیر رہے تھے۔

کوہ حرا۔ جہاں آپ عزلت گزیں رہے تھے اور جہاں پہلی وحی آئی تھی

جبل حرا۔ یہ مکہ شرفہا اللہ کے شمال میں تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اس کی چوٹی بہت بلند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما تھے، کہ اس نے

جنبش کی، آپ نے فرمایا کہ ٹھہر رہ کیونکہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس واقعہ کے دن آپ کی معیت میں کون تھا، ایک روایت تو یہ ہے کہ اصحاب عشرہ مبشرہ آپ کے ہمراہ تھے۔

جبل ثور: جہاں مکہ سے ہجرت کرتے وقت رسول اللہ پناہ گزیں ہوئے

جبل ثور:۔ مکہ سے یمن کے راستہ میں ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے، یہیں وہ غار بھی ہے جس میں آپ مکہ سے ہجرت کر کے نکلے تو پناہ گزیں ہوئے، آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے، خدا کے حکم سے مکڑی نے غار کے دروازہ پر جالا تن دیا کبوتروں نے اس پر گھونسلہ بنا دیا۔ اور انڈے دے بیٹھے جب مشرکین نشانات پا کے ماہروں کے ساتھ غار مذکور تک پہنچے تو کہنے لگے۔ کہ یہاں تک نشانات ملتے ہیں لیکن دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا اور کبوتروں نے انڈے دیئے ہوئے ہیں، اس میں کوئی کیونکر داخل ہو سکتا ہے، آخر واپس ہو گئے، لوگ اس غار کی زیارت کے لیے جاتے ہیں، اور اس دروازہ سے تبرکاً داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں جس سے نبی ؐ داخل ہوئے تھے، ان میں بعض تو داخل ہو جاتے ہیں، اور بعض نہیں داخل ہو سکتے اور پھنس جاتے ہیں حتیٰ کہ ان کو بڑی مشکل سے کھینچ کر باہر نکالا جاتا ہے، کچھ لوگ غار کے سامنے ہی تبرکاً نماز پڑھتے ہیں، اور اس میں داخل نہیں ہوتے، یہاں کے لوگوں میں مشہور ہے کہ حلالی تو اس غار میں داخل ہو جاتا ہے، لیکن حرامی نہیں داخل ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بہت سے لوگ داخل ہونے کا ارادہ نہیں کرتے کہ اگر اندر نہ جا سکے تو شرمندگی اور رسوائی ہوگی۔ [1]

مکہ کے دو حاکم بھائی، اور ان کی سرگذشت

میرے ورود مکہ کے زمانے میں یہاں کی امارت دو شرفائے اجل سے متعلق تھی جو آپس میں حقیقی بھائی تھے، ایک کا نام اسد الدین رمیثہ تھا، اور دوسرے کا سیف الدین عطیفہ۔ رمیثہ عمر میں بڑے تھے، لیکن دعا میں پہلے عطیفہ کا نام اس کے عادل ہونے کی وجہ سے لیا جاتا تھا، رمیثہ کے دو بیٹے ہیں، احمد اور عجلان جو فی الحال امیر مکہ ہیں، نیز ثقبہ، سند اور ام قاسم بھی، اور عطیفہ کی اولاد

---

[1] یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں جنہیں کوئی پایہ استناد حاصل نہیں۔ (رئیس احمد جعفری)

محمد۔ مبارک اور مسعود۔ ان بڑے بھائی کا دولت خانہ المروہ کی داہنی طرف ہے۔ اور چھوٹے بھائی رمیثہ کا مکان رباط الشرابی میں باب بنی شیبہ کے پاس ہے، ان دونوں بھائیوں کے دروازوں پر روزانہ مغرب کے وقت نقارہ بجتا ہے،

اہل مکہ کے افعال جمیلہ، مکارم تامہ، اور اخلاق حسنہ کی تفصیل

اہل مکہ، افعال جمیلہ، مکارم تامہ، اور اخلاق حسنہ کے مالک ہیں، ضعفا، اور دنیا سے منقطع لوگوں، ہمسایوں اور غربا کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کے مکارم میں یہ بات بھی ہے کہ جب کوئی ولیمہ کرتا ہے تو پہلے مساکین وغیرہ کو نہایت مہربانی، رفق اور حسن خلق سے دعوت دیتا ہے، پھر بڑی خاطر تواضع سے انہیں کھانا کھلاتا ہے، اکثر فقراء کا وہیں اجتماع رہا کرتا ہے۔ جہاں لوگوں کا مطبخ ہوتا ہے، جہاں کسی نے اپنے لئے روٹی پکوائی اور مکان لے چلا یہ مساکین ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ حصہ رسد دے دیتا ہے، کسی کو محروم نہیں واپس کرتا، اگر اس کے پاس ایک ہی روٹی ہے، تو اس میں سے تہائی یا نصف نہایت خوشی کے ساتھ خیرات کر دیتا ہے، پیشانی پر بل نہیں آتا۔

ان کے افعال حسنہ میں سے یہ بھی شامل ہے کہ چھوٹے یتیم بچے بازاروں میں آ بیٹھتے ہیں، ہر ایک کے پاس بڑی اور چھوٹی ٹوکریاں ہوتی ہیں۔ لوگ بازار میں سودا لینے آتے ہیں۔ غلہ، گوشت سبزی خریدتے ہیں، اور اس لڑکے کو دے دیتے ہیں، ایک ٹوکری میں غلہ بھر لیتا ہے، اور گوشت سبزی دوسرے میں رکھ لیتا ہے، اور خریدار کے گھر پہنچا دیتا ہے، اور خریدار طواف کرنے یا کسی دوسرے کام سے چلا جاتا ہے، آج تک ان لڑکوں کی خیانت کا کوئی واقعہ نہیں سنا گیا۔ بلکہ جو جنس جس طریقہ پر دی جاتی ہے، پوری کی پوری پہنچا دیتا ہے۔ اس کے لئے ایک معین اجرت مقرر ہے۔

اہل مکہ نہایت خوش پوشاک ہوتے ہیں، اور اکثر سفید لباس پہنتے ہیں، خوشبو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ سرمہ بہت لگاتے ہیں۔ اور مسواک بکثرت کرتے ہیں، جو سبز اراک (پیلو) کی جڑ کی ہوتی ہے۔

مکہ کی عورتیں بڑی خوبصورت اور نہایت حسین وجمال والی صلاح وعفت میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہیں۔ خوشبو کا بکثرت استعمال کرتی ہیں، یہاں تک کہ چاہے گھر میں کھانے کو نہ ہو۔

لیکن جہاں تک ہو سکے گا۔ خوشبو ضرور خریدیں گی، ہر شب جمعہ کو خانہ کعبہ طواف کے لئے جاتی ہیں، اس وقت ان کے جسم پر نہایت اچھی پوشاک ہوتی ہے اور تمام حرم ان کی خوشبو سے مہکنے لگتا ہے، اگر ایک عورت بھی طواف کے لئے آتی ہے، اور طواف کر کے چلی جاتی ہے، تو اس کے جانے کے بعد بہت دیر تک وہاں خوشبو بسی رہتی ہے،

مکہ کے قاضی، خطیب، امام الموسم، اور علماء و صلحاء کا ذکر جمیل

مکہ کے قاضی العالم الصالح العابد نجم الدین محمد بن الامام العالم محی الدین الطبری ہیں، بہت صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔ مجاورین کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں، کعبہ شریف کا بہت طواف کرتے، اور اکثر حاضر باش رہنے والے ہیں، مواسم معظمہ میں لوگوں کو بہت کھانا کھلایا کرتے ہیں، اور خاص کر رسول اللہؐ کی ولادت باسعادت کے دن تو دستر خوان نہایت وسیع ہوتا ہے، تمام شرفاء مکہ یہاں کے تمام اکابر کے خادم اور کل مجاورین کی نہایت دھوم دھام سے دعوت ہوتی ہے، سلطان المصر الملک الناصر آپ کی بہت تعظیم کرتا ہے، اس کے امراء کے کل صدقات آپ ہی کے توسط سے جاری ہوتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے شہاب الدین فاضل ہیں، جو اب مکہ کے عہدۂ قضا پر متمکن ہیں۔

مکہ کے خطیب مقام ابراہیم علیہ السلام کے امام نہایت فصیح و بلیغ اور یکتائے زمانہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی بہاؤ الدین الطبری ہے، آپ ان خطیبوں میں سے ہیں کہ معمورۂ عالم میں ان کی مثال بلاغت اور حسن بیان میں نہیں۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ ہر جمعہ کو ایک نیا خطبہ لکھتے ہیں اور پھر اسے کبھی نہیں پڑھتے۔

حرم شریف میں امام الموسم اور امام المالکیہ شیخ الفقیہ العالم الصالح الخاشع الشہیر ابو عبداللہ محمد بن الفقیہ الامام الصالح الورع ابی زید عبدالرحمٰن المشتہر بخلیل ہیں۔ آپ دراصل افریقیہ میں بلاد الجریدہ کے رہنے والوں میں سے ہیں، آپ قبیلہ بنی حیون کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کی اور آپ کے والد کی ولادت مکہ میں ہوئی، کبار مکہ میں یہ فرد فرید ہیں، آپ تمام گروہوں کے متفقہ طور پر قطب ہیں، باوجود اس کے جمیع اوقات میں عبادت میں مستغرق رہتے۔ باحیاء کریم النفس، بااخلاق اور مہربان شخصیت رکھتے ہیں، کسی سائل کو آپ نے محروم واپس نہیں کیا۔

میں جس زمانہ میں مکہ کے مدرسہ مظفریہ میں سکونت پذیر تھا تو خواب میں رسول اللہ صلعم کی زیارت

سے مشرف ہوا۔ آپ۔ مدرسہ مذکور کی ایک مجلس تدریس میں اس کھڑکی کے پاس تشریف فرماتے جس سے کعبہ شریفہ نظر آتا تھا، اور لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے، میں نے شیخ عبداللہ کو دیکھا کہ آئے، اور آپ کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے، اور اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ؐ کے دست مبارک میں دے دیا، اور فرمایا میں آپ سے اس اس عہد پر بیعت کرتا ہوں، اور منجملہ بہت سی چیزوں کے یہ بھی تھی کہ اپنے گھر سے کسی مسکین کو محروم نہ پھیروں گا، یہ آپ کا آخر عہد تھا، میں انکے اس عہد پہ متعجب تھا۔ کیونکہ مکہ یمن زیالعہ عراق عجم اور مصر و شام میں فقرا کی بڑی کثرت ہے، اس وقت آپ ایک چھوٹا سا جبہ جسے القفطان کہتے ہیں پہنے ہوئے تھے۔ ؎ نماز صبح کے بعد میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ سن کر بہت خوش ہوئے، اور روئے اور فرمایا کہ وہ جبہ صالحین میں سے کسی صالح نے میرے دادا کو ہدیۃً عطا کیا تھا، کبھی کبھی میں بھی تبرکاً پہن لیا کرتا ہوں۔ اس خواب کے بعد پھر میں نے کبھی آپ کے پاس سے کسی سائل کو محروم جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ نے اپنے خدام کو حکم دے رکھا تھا، کہ روٹیاں اور کھانا پکاکر روزانہ نماز عصر کے بعد میرے پاس لایا کرو۔ اہل مکہ روزانہ نماز عصر کے بعد دن میں صرف ایک ہی مرتبہ کھانا کھایا کرتے اور اسی پر دوسرے دن کی نماز عصر کے وقت تک اکتفا کیا کرتے ہیں۔ دن میں کسی کو بھوک لگتی ہے، تو خرما کھالیتا ہے، اسی وجہ سے تندرستی اچھی رہتی ہے، اور مرض اور کسل میں کم مبتلا ہوتے ہیں۔

الشیخ خلیل کو القاضی نجم الدین الطبری کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ ان کی طلاق میں کچھ شک واقع ہونے کی وجہ سے آپ نے ان سے مفارقت اختیار کر لی تھی۔ اور پھر بعد میں الفقیہ شہاب الدین النویری سے جو کبار مجاورین میں سے صعید مصر کے رہنے والے تھے، شادی کر دی۔ ان کی زوجیت میں کئی سال رہیں، اور ان کے ساتھ مدینہ بھی گئیں ساتھ ان کے بھائی شہاب الدین بھی تھے لیکن طلاق میں حانث ہوتے اور اس کے حق میں بخیل ہونے کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر الفقیہ خلیل نے کئی سال کے بعد طلاق سے پھر رجوع کر لیا۔

مکہ کے مشاہیر میں سے امام الشافعیہ شہاب الدین البرہان ہیں۔

نیز امام الحنفیۃ شہاب الدین احمد بن علی مکہ کے کبار ائمہ اور فضلا میں سے ہیں۔ مجاورین اور مسافرین کو کھانا کھلایا کرتے ہیں۔ مکہ کے معزز ترین فقہا میں ہیں۔ اور ہر سال چالیس پچاس ہزار درہم خیرات کیا کرتے ہیں، چنانچہ قرضدار بھی ہو جایا کرتے تھے، اللہ قرضہ کی ادائگی کی سبیل بھی کر دیا کرتا تھا۔

؎ اصل عبارت یہ ہے:۔ جدتہ بیضاء نصیرۃ من ثیاب القطن المدعوۃ بالقطفان۔

ترک امراد آپ کی بہت عظمت کیا کرتے ، اور آپ کے ساتھ حسن ظن رکھا کرتے تھے کیونکہ یہ ان کے امام تھے۔

نیز امام الحنابلہ المحدث الفاضل محمد بن عثمان تھے ، آپ بغدادی الاصل اور مکی المولد ہیں۔ قاضی نجم الدین کے نائب اور تقی الدین المصری کے قتل کے بعد عہدہ محتسب پر بھی مامور رہے لوگ آپ کی سطوت سے بہت ڈرتے تھے۔

مکہ معظمہ کے مجاورین ان کے عادات و خصائل اور اطوار و شمائل

مجاورین مکہ میں سے الامام الصالح الصوفی المحقق العابد عفیف الدین عبداللہ بن اسعد الیمنی الشافعی الشہیر بالیافعی ہیں ، آپ کا شبانہ روز طواف ہی میں گذرتا تھا ، جب نیند آتی تو لکڑی سر کے نیچے پتھر رکھ کر کچھ دیر آرام کر لیتے۔ پھر تازہ وضو کر کے اس طرح طواف میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ صبح کی نماز میں شرکت فرماتے آپ کی شادی الفقیہ العابد شہاب الدین بن البرہان کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس وقت آپ بہت صغیر سن تھیں۔ اور ہمیشہ آپ کے بارے میں بے توجہی کی شکایت اپنے والد سے کرتی رہتی تھیں ، اور آپ کے والد آپ کو صبر کے لئے فرمایا کرتے تھے ، اس صورت سے کئی سال گذر گئے۔ آخر کار انہوں نے طلاق لے لی۔

ایک اور الصالح العابد نجم الدین الاصفونی ہیں۔ آپ بلاد الصعید میں خدمت قضا پر مامور تھے۔ پھر مجاورت اختیار کر لی۔ روزانہ التنعیم سے عمرہ کیا کرتے۔ اور رمضان میں دن میں دو مرتبہ عمرہ کیا کرتے ، کیونکہ نبی ؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا " رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے "

پھر الشیخ الصالح برہان الدین العجمی الواعظ ہیں ، آپ کے لئے کعبہ کے روبرو کرسی رکھی جاتی اس پر بیٹھ کر وعظ کہتے۔ جس کا مجمع کے قلوب پر بہت اثر ہوتا۔

پھر الفقیہ الصالح الزاہد ابوالحسن علی بن رزق اللہ الانجری ہیں ، آپ طنجہ کے کبار صالحین میں سے ہیں کئی سال مکہ میں مجاورت کی اور یہیں وفات پائی۔ آپ میں اور میرے والد میں پرانی دوستی تھی۔ حتیٰ کہ آپ ہمارے شہر طنجہ میں جب تشریف لاتے تو ہمارے یہاں اترتے۔ آپ کا مدرسہ مظفریہ میں بھی ایک مکان تھا۔ وہاں درس دیتے ، اور شب کو اپنے مسکن میں جو رباط ربیع میں تھا تشریف لے آتے۔ رباط مکہ کی تمام رباطوں میں اچھی ہے ، اس کے اندر شیریں پانی کا ایسا

کنواں ہے، کہ مکہ میں ویسا کوئی کنواں نہیں۔ اس کے رہنے والے تمام صالح لوگ ہیں، دیار حجاز کے باشندے اس رباط کی بہت تعظیم کرتے اور اس کیلئے نذریں مانتے ہیں، اور طائف کے لوگ اس کیلئے پھل وغیرہ بھیجا کرتے ہیں۔ باشندگان طائف کے یہاں یہ رسم بھی ہے، کہ جس شخص کا کھجور، انگور شفتالو، اور انجیر کا باغ ہے، اسکی پیداوار کا دسواں حصہ اس رباط کے لئے نکال لیتا ہے، اور اونٹوں پر لاد کر یہاں پہنچا دیتا ہے، طائف اور مکہ کے مابین دو دن کی مسافت ہے جو اس کا ایفا نہیں کرتا۔ اگلے سال اس کے باغ کی پیداوار کم ہو جاتی ہے،

تغلق کی عربوں سے بے پناہ عقیدت، ایک عرب سے اپنی بہن کی شادی کردی

شیخ سعید رباط ربیع کے شیخ تھے۔ جی چاہا ہندوستان کے شہنشاہ کی خدمت میں باریاب ہوں چنانچہ محمد شاہ تغلق[1] کے پاس تشریف لائے، اس نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اور دولت فراواں عطا کی کر یہ مال و زر لے کر واپس مکہ آئے تو امیر عطیفہ نے انہیں قید کر دیا، اور حکم دیا کہ جو دولت تم بادشاہ کے پاس سے لائے ہو۔ مجھے دیدو، آپ نے انکار کر دیا، اس پر اس نے آپ کے پاؤں کس کر بہت اذیت دی، آخر آپ نے پچیس ہزار نقری درہم امیر کو دیئے، پھر ہندواپس چلے آئے۔ میں آپ سے ہندوستان میں ملا ہوں۔

الامیر سیف الدین غلا بن ہبتہ اللہ بن عیلے بن مہنی امیر عرب الشام کے دولت کدہ پر شیخ سعید مقیم ہوئے، جن سے تغلق نے بہن کی شادی کردی تھی[2]، آگے ان کا ذکر آئے گا، پھر شاہ ہند نے الشیخ سعید کو تمام مال جو آپ سے الامیر عطیفہ والی مکہ نے لے لیا تھا عطا فرمادیا، پھر یہ دشل کے ساتھ جو امیر کے آدمیوں میں سے تھا، روانہ ہوئے، امیر نے دشل کو کچھ آدمی لاتے کے لئے بھیجا تھا، اور اس کے ساتھ بہت سامال اور تحفے بھی تھے، ان میں وہ خلعت بھی تھی، جو ملک ہند نے اپنی بہن کو شب زفاف میں پہنائی تھی، خلعت نیلے ریشم کی تھی، جس پر سنہرا کام بنا ہوا تھا، اور

---

[1] ہندوستان کا جیالا، من موجی، اور نہایت بہادر شہنشاہ جس کی رواداری ضرب المثل ہے، اور عدل و انصاف کی دھوم ہے، اور جس کے نظم مملکت کو اب بھی دلیل راہ سمجھا جاتا ہے، (رئیس احمد جعفری)

[2] اس سے تغلق کی مذہبیت ظاہر ہوتی ہے کہ عربوں کا اس درجہ احترام کرتا تھا کہ ایک معمولی عرب سے اپنی بہن بیاہ دی جس کی شادی کسی بڑے بادشاہ سے ہو سکتی تھی۔ (رئیس احمد جعفری)